حدیثِ رسول ﷺ

حقیقت، اعتراضات اور تجزیہ

www.KitaboSunnat.com

پبلی کیشنز
AL-HUDA PUBLICATIONS

از
محمد ادریس زبیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت، اعتراضات اور تجزیہ

www.KitaboSunnat.com

محمد ادریس زبیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر

نام کتاب ------------ حدیث رسول ﷺ

مؤلف ------------ ڈاکٹر محمد ادریس زبیر

ناشر ------------ الہدیٰ پبلی کیشنز، اسلام آباد

ایڈیشن ------------ اوّل

ISBN ------------ 978-969-8665-27-2

تعداد ------------ تین ہزار

قیمت ------------

تاریخ طبع ------------ 21 جنوری 2013ء، 10 ربیع الاول 1434ھ

ملنے کے پتے

اسلام آباد: 7-اے کے برونی روڈ H-11/4 اسلام آباد، پاکستان

فون: +92-51-4434615 +92-51-4436140-3

Email: salesoffice.isb@alhudapk.com

www.alhudapk.com www.farhathashmi.com

کراچی: 30-اے سندھی مسلم کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی، پاکستان

فون: +92 -21-34528548 +92-21-34528547

امریکہ: PO Box 2256 Keller, TX 76244

Ph: (817)-285-9450 (480)-234-8918

Email: alhudaonlinebooks@ymail.com

کینیڈا: 5671 McAdam Rd Mississauga Ontario L4Z IN9 Canada

Ph:(905)-624-2030 (647)-869-6679

ww.alhudainstitute.ca

الہدیٰ انٹرنیشنل کی اجازت سے آپ اس کتاب کو شائع کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

تمہید:

حدیث کا تعارف

حدیث کی لغوی و اصطلاحی تعریف ۱۲
اقسام حدیث اوران کی نسبت ۱۵
احادیث کی تعداد ۲۱
موضوع حدیث ۲۲
محاسن حدیث ۲۲
تاریخ حدیث ۲۳
حدیث، بھی وحی ہے ۲۸
کیا آپ ﷺ کا اجتہاد بھی وحی تھا؟ ۳۲
قرآن وحدیث میں فرق۔حدیث وفقہ میں فرق۔حدیث وسیرت میں فرق۔
حدیث کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا ہے ۳۹
تعلیمات حدیث ۴۰

سنت کا تعارف

سنت کا لغوی مفہوم ۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کے مختلف معانی ۵۸

مَضَتِ السُّنَّۃ کا کیا مطلب ہے ۶۰

سنت، مختلف مدارس فکر کے ہاں ۶۱

علماء عقیدہ علماء حدیث علماء اصول علماء فقہ

حدیث وسنت میں فرق اور باہمی تعلق ۷۰

چند قاعدے ۷۲

اہل السنۃ والجماعۃ ۷۳

بدعت کا مفہوم ۷۶

بہتر بدعتی فرقے ۷۹

اہل الأہواء ۸۱

کیا سنت تواتر عملی کا نام ہے؟ ۸۲

حسبنا کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۸۵

رسول اللہ ﷺ اور مناصب ۸۸

اہمیت وضرورت حدیث وسنت ۱۰۴

سابقہ اقوام کا فیصلہ حدیث کے انکار پر سنت وقرآن کے مابین تفریق، کفر

خلافتی امور میں حدیث رسول کا کردار قرآن فہمی، حدیث وسنت کے بغیر ممکن ہی نہیں!!!

حدیث وسنت کی دعوت کیوں؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم حدیث: منہج اور وسائل

دورنبوی میں تعلیم حدیث کا منہج ـــــــــ ۱۲۳

مکہ مکرمہ میں　　مدینہ منورہ میں　　تعلیم حدیث برائے خواتین　　نشری ذرائع

۱۔ سنو اور عمل کرو　　۲۔ کتابت حدیث　　۳۔ حفظ

دورنبوی اور تیزی سے بدلتی سیاسی صورت حال ـــــــــ ۱۳۳

با قاعدہ احادیث کی تدوین کیوں نہ ہوسکی؟ ـــــــــ ۱۳۷

سیدنا ابوسعیدؓ خدری کی روایت اور اس پر واویلا ـــــــــ ۱۳۹

کیا شیخین نے احادیث لکھنے سے سختی سے منع کر دیا تھا؟ ـــــــــ ۱۴۳

وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد حدیث اور اس پر عمل ـــــــــ ۱۴۷

صحابہ کرام اور ان کا حدیثی منہج ـــــــــ ۱۵۰

تمام صحابہ عادل ہیں　　اکابر صحابہ کی مرویات　　صحابہ کے درجات　　مُکثِر صحابہ

دیگر صحابہ کی مرویات

صحابہ کرام کے بارے میں بعض غلط رجحانات ـــــــــ ۱۶۶

خیرالقرون کا تعلیمی وتدریسی منہج حدیث ـــــــــ ۱۷۱

۱۔ مدارسہ حدیث　　۲۔ مذاکرہ حدیث　　۳۔ ابلاغ حدیث

بےلاگ تحقیقی اصول ـــــــــ ۱۷۷

۱۔ روایت حدیث میں حددرجہ احتیاط　　۲۔ روایت کی توثیق　　۳۔ حلف لی جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔طلب علم کے لئے رحلہ　　۵۔اس کے اثرات وفوائد

تدوین حدیث اور اس کی تاریخ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۶

تدوین سے مراد　　مراحل تدوین

پہلا مرحلہ: عصر نبوی اور صحابہ وتابعین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۷

تابعین　مخضرم تابعین　فقہاء مدینہ　طبقات تابعین

دوسرا مرحلہ: عصر بنوامیہ: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۱

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی تدوینی کوشش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۳

معاونین ائمہ:　امام ابوبکر بن محمد　امام القاسم بن محمد　امام ابن شہاب زہری

مستشرقین کی عیاری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۸

اتباع تابعین اور متنوع تصنیفات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۹

کتب السنن　مصنفات وجوامع　موطآت　مسانید　کتب مغازی وسیر　کتب التفاسیر

حدیث کی معنوی روایت اور اعتراض ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۸

مانعین کے دلائل　اور　قائلین کے دلائل

نقد وتحقیق کا آغاز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶

صحابہ کرام اور نقد حدیث ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶

دور تابعین میں نقد حدیث ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۸

آغاز نظام اسناد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق سند کا آغاز ۲۲۷

تحقیق حدیث کا طریقہ ۲۳۳

چند شاندار تاریخی مثالیں ۲۳۴

اس کے مفید نتائج ۲۳۹

تیسرا مرحلہ: زمانہ عروج ۲۳۹

مشہور تصانیف ۲۴۳

ایک مثبت خدمت ۲۴۹

مصطلح الحدیث کا آغاز ۲۵۳

مذاہب اور حدیث نبوی ۲۵۴

اہل السنتہ اور اہل تشیع میں بنیادی فرق ۲۶۴

کیا صحیح حدیث خلاف عقل ہو سکتی ہے؟ ۲۶۸

حدیث عرض ۲۷۳

کیا حدیث، مجتہدین کے اختلاف کا سبب بنی؟ ۲۷۵

ایک نیا دور، دیگر علوم سے دلچسپی ۲۸۰

چوتھا مرحلہ: جدید انداز تصنیف ۲۸۶

حرف آخر ۲۸۴

مصادر کتاب ۲۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب ذوالجلال کی بارگاہ میں بہ التجاعرض گزار ہوں

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

اپنے مشفق اور مربی والد اور استاذ کے نام

رحمة الله عليه رحمة واسعة

دے میری دعاؤں کو یہ مرتبہ حسن قبول کہ اجابت بھی کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذہنی اور فکری ٹیڑھ پن کی جو میراث معتزلہ اور خوارج چھوڑ گئے اس نے مستقبل کے ہر جدت پسند (مسلم وغیر مسلم) کو اپنا عاشق بنایا۔ خدمت قرآن کریم کی آڑ میں اس فکر نے تدبر کے نام سے گمراہی کی خوب ڈبکیاں لیں۔ کبھی ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے خلاف اس نے اعلان جنگ کیا تو کبھی جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ہریرہؓ اور عظیم تابعی امام ابن شہاب زہریؒ کی ذات پر نشتر چلائے۔ نتیجۃً یہ مسکین رسول محترم ﷺ و حدیث رسول سے بے نیاز ہو گیا۔

اس متورم فکر نے پھر بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے تیر و تفنگ کا رخ حدیث کے ائمہ ستہ کی طرف موڑ دیا حالانکہ ان معزز شخصیات کا ان سے کوئی لین دین نہ تھا۔ اس سلسلے میں ایسے لوگوں نے جو بھی قلمکاری کی۔ اس کی تان انکار حدیث پر ہی آ ٹوٹی۔

انکار سنت کی تاریخ۔۔ ایک سیاہ تاریخ ہے۔ جس کا آغاز خوارج سے ہوا اور اختتام معتزلہ پر۔ انہوں نے ہر سنت کا انکار یہ سمجھ کر کیا کہ یہ قرآن کے مخالف ہے۔ جیسے: رجم محصن کا مسئلہ ہو یا چور کی سزا کے لئے اس کے نصاب کا مسئلہ۔ روافض نے عادل شخصیات کو مجروح قرار دے کر جمہور صحابہ کی تکفیر کر ڈالی جو حاملین حدیث تھے۔

رہے معتزلہ۔۔ انہوں نے عقل کو نقل پر مقدم رکھا بلکہ یونانی منطق کو علوم اسلامیہ کا باوا آدم قرار دیا۔ انہی کے پروردہ شیخ نظام نے عام حدیث نہیں بلکہ متواتر حدیث کی حجیت کا انکار کر دیا۔ متعارض آیات نظر آئیں تو کہہ دیا: قرآن کریم۔۔ اپنے نظم میں کوئی اعجاز نہیں رکھتا۔ جو احادیث مختلف تھیں تو تہمت صحابہ رسول پر لگا دی کہ وہ نعوذ باللہ جھوٹ بولتے تھے۔ جن میں سیدنا ابو ہریرہؓ اور ابن مسعودؓ و دیگر کبار صحابہ بھی شامل ہیں۔ غرض یہ کہ ایک ایک حدیث کو عقل پر پرکھا اور اسی ہلے میں حدیث و صحابہ بھی اس کے تبرا کا شکار ہو گئے۔ یہ فکری زلیغ تھا جو امت میں اسی شخص کے ذریعے آ گیا۔ ابن قتیبہؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَجَدْنَا النَّظَّامَ شَاطِرًا مِنَ الشُّطَّارِ، يَغْدُوْ عَلَى سُكْرٍ وَيَرُوْحُ عَلَى سُكْرٍ، وَيَبِيْتُ عَلَى جَرَائِرِهَا، وَيَدْخُلُ فِي الْاَدْنَاسِ، وَيَرْتَكِبُ الْفَوَاحِشَ وَالشَّائِنَاتِ ۔ ہم نے نظام کو بڑا چالاک پایا، اس کے صبح و شام نشہ کی حالت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذرتے اور رات گناہ میں۔ وہ گندگی میں داخل ہوتا اور فحش وگالی گلوچ کا ارتکاب کرتا۔

آج بھی شیخ نظام کی ترجمانی کرنے والے بہت ہیں جو علم مختلف الحدیث سے بے بہرہ مگر حدیث رسول کو عقل کی آنکھ سے دیکھتے، جہل مرکب سے تنقید کا نشانہ بناتے اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً:

......سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اخیر زمانہ میں آسمان سے نزول۔ اس صحیح متواتر حدیث کو یہ طبقہ نہیں مانتا۔ (صحیحین)

......دجال وجساسہ سے متعلق احادیث۔۔ جنہیں صحیحین نے روایت کیا۔ سے یہ طبقہ خار کھاتا ہے۔ (صحیحین)

......سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کی حدیث۔ اس کا منکر یہ گروہ ہے۔ (باب وفاۃ موسیٰ ۴/۱۳۰ صحیح بخاری)

......سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ سیدہ مریم علیہا السلام کو شیطان کے مس نہ کرنے والی احادیث کو یہ عقل مند نہیں مانتا۔ (صحیح بخاری، کتاب الأنبیاء)

......رسول محترم ﷺ پر جادو کی احادیث پر کئی گرہیں لگاتا ہے (صحیح بخاری، کتاب الطب: ۷/۳۰)

......شق صدر اور اس سے شیطانی حصے کا باہر نکال کرنا انہیں غیر عقلی لگتا ہے۔ (متفق علیہ)

......رسول اکرم ﷺ کے جن کا آپ ﷺ پر ایمان لانا بھی انہیں ناممکن لگتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴/۷/۲۱۶۷)

......احادیث معراج کا کھلم کھلا انکار ان کا شعار بن چکا ہے۔ (صحیحین)

......مکھی برتن میں پڑ جانے والی حدیث بھی ان کے لئے نامعقول اور غیر سائنٹیفک ہے۔ (صحیح بخاری: ۷/۳۳)

......اِنَّ اَحَدَکُم لَیَعمَلُ عَمَلَ اَھلِ الجَنَّۃِ۔۔ میں حساب وکتاب کا مشکل درس لگتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۷/۲۱۰)

......حدیث جس میں جنت ودوزخ کا مکالمہ ہے۔ یہ بے زبان کو زبان دینے والی بات ہے۔ (صحیحین)

مادہ پرست فرقے ہوں یا دہریے، فلاسفر ہوں یا سائنسدان، ارسطو کی الہیات ہوں یا افلاطونی وہندوانہ فلسفہ سبھی میں عقل ہی عقل کل ہے۔ ایسے لوگوں کا سنت رسول سے یہ 'فساد' روز اول سے ہی ہے۔ الحمد للہ! حدیث رسول اس چومکھی لڑائی میں سرخرو ہوئی ہے۔ سنت سے بے گانہ کرنے والے خود اپنے قول وعمل کو اہل دین کے لئے کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے حواریوں کے لئے بھی مثالی نہیں بنا سکے اور نہ ہی احادیث سے ماخوذ اذان ونماز، عیدین اور قربانی کے جذبہ اطاعت رسول کو مسلمانوں میں ماند کر سکے ہیں۔ تحقیق و تدبر کے فسانے میں جینے والے جب یہ تہیہ کرلیں کہ ہم نے دین کی ہر بات کو ترک کرنا ہے اور اسے ہی وہ دین کا درد قرار دیتے ہوں تو پھر آخر کون سی وہ خدمت دین ہے جس کے لئے یہ اپنے قلم وزبان کے نشتر چلاتے ہیں۔ کیا کوئی غیرت مند مسلمان ان تحریروں وتقریروں سے متأثر ہو کر اپنے دل سے سنت رسول کی محبت کو ختم کر بیٹھے گا؟ نہیں! ہرگز نہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل اسلام، سنت کے فروغ اور رسول محترم ﷺ کی سیرت کو عام کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو ایک ہی مرکز پر مجتمع کریں۔ اور ہر محاذ پر سنت رسول کو متعارف کرائیں۔ جو اہداف بھی بنائیں انہیں اسوہ حسنہ کے تابع کر دیں۔ جاہل و عالم اور قائد و سپاہی میں فرق مراتب ملحوظ رکھیں۔ انشاء اللہ اسوہ رسول کا ہتھیار ہمارا سر اونچا کرے گا اور سرخروئی ہمارا مقدر ہوگی۔ خوش قسمت ہیں وہ غرباء جو رضائے رب کی خاطر ان اندھیروں میں اجالے کا سبب بن جائیں۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ کتاب ہذا میں اگر صحیح اور درست چیز ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی اور احسان کا نتیجہ ہے اور اگر اس میں کوئی غلطی اور خامی ہے تو میرے نفس کے شر اور شیطان کی طرف سے۔ اگر اس کتاب کا لکھا مواد ایک دو افراد کا رجحان بھی حدیث رسول کی طرف موڑ دیتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری یہ محنت قبول فرمائی۔

مؤلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا تعارف

آج کل قرآن کریم کے افہام وتفہیم میں نئے رجحانات تحریف سمیت عام ہوگئے ہیں۔غیر مسلم حضرات بھی قرآن کریم کے ساتھ جوسلوک کررہے ہیں اس میں ہماری دینی غیرت اور قرآن کریم کی صحیح معلومات کا فقدان ہے۔قرآن کریم پر مشنری تنقید اور لاعلم مسلمان کو عیسائی بنانے کے لئے زرخرید جرائد ومیڈیا جس طرح دن رات مصروف ہیں وہ سوائے دھوکہ، تحریف اور جھوٹ کے کچھ نہیں۔رسول اکرم ﷺ بھی ان کی زد میں ہیں۔آئے دن عیسائی اور یہودی لابی نیا فتنہ کھڑا کر کے مسلمانوں کی دینی، ملی اور قومی غیرت کو چیلنج کررہی ہے۔قرآن کریم سے ہمدردی کے مدعی حضرات، حدیث پر تنقید میں تو بڑے دلیر ہیں مگر ان فتنوں سے نمٹنے کے لئے ان کے پاس نہ سامان ہے نہ زبان۔کاش ان کی تگ ودو ان غیر مسلم حضرات کے آئے دن قرآن کریم اور ذات رسول پر ہونے والے حملوں کا منہ توڑ جواب ہوتی۔مگر کچھ دم خم ہوتو؟ تہذیب وثقافت کی جنگ میں جو ہتھیار ہی ڈال دے۔کیا اس کی وفاداری کا سوال پیدا نہیں ہوگا؟

دوسری طرف قوم شرک وخرافات کی دلدل میں بھی پھنس گئی ہے۔عجیب وغریب خیالات ونظریات آئے دن جنم لے رہے ہیں۔معاشرہ متعفن ہوتا نظر آتا ہے ایسے ماحول سے فکری نجات کس طرح ممکن ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ ہم اپنے رویوں اور رجحانات کو تعلیمات نبوی میں ڈھال لیں تو منجدھار میں پھنسی یہ کشتی ساحل پر پہنچ سکتی ہے۔

یاد رکھئے! شیطان لعین کی بظاہر یہ وقتی چالیں اسے فاتح تو بناتی ہیں مگر ہے اس کے مقدر میں بالآخر شکست۔مومن کا ایمان جاگ جائے تو وہ اکیلا اس کے ہزار چیلوں پر بھی بھاری ہے۔بس اخلاص کے ساتھ قرآن وحدیث رسول سے مستفید ہونے کا گر اسے آنا چاہئے۔

لفظ حدیث کے بارے میں بھی ہماری اکثریت اتنا تو جانتی ہے کہ اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے۔مگر اس کی علمی ودینی حیثیت کیا ہے؟ اس سے وہ ناآشنا ہے۔کچھ لوگ اور بھی ہیں جو حدیث کے بارے میں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔صحیح رویہ کیا ہونا چاہئے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ حدیث کی دینی وعلمی حیثیت سے آگاہ ہوا جائے۔

رسول اکرم ﷺ کے قول وعمل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔اس کی تعریف علماء لغت اور محدثین نے یہ کی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی تعریف: لفظ حدیث کا مادہ ح دث ہے۔ جس کا معنی ہے کہ ایک شے جو پہلے نہیں تھی اب ہے۔ جیسے لفظ حادثہ۔ ہر نئے واقعے کے لئے بولا جاتا ہے۔ حدیث بھی نیا کلام ہے جس کے حروف والفاظ پہلے نہیں تھے اب ہیں۔ یا ہر وہ کلام، حدیث ہے جو انسان بولتا ہے، اسے آگے نقل کرتا ہے اور اس کے کانوں تک سوتے یا جاگتی حالت میں پہنچتا ہے۔

لغت میں لفظ حدیث، قدیم کی ضد ہے۔ اس کی جمع تکسیر، احادیث ہے۔ جس سے مراد خبر، کہانی، قصہ پارینہ، گفتگو یا اطلاع دینا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ حدیث، قول، عمل، تقریر اور اخلاق وکردار سبھی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

☆...... **اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام یعنی قرآن کریم کو حدیث کہا:**

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (النساء: ۸۷) اللہ تعالیٰ کی بات سے بڑھ کر کون سچا ہوسکتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ (الزمر: ۲۳) اللہ تعالیٰ نے بہترین حدیث (قرآن کریم) نازل فرمائی۔

اس لئے اسلاف محدثین اپنے آپ کو اھل الحدیث کہلواتے کیونکہ اس لفظ میں جامعیت تھی۔ یعنی اس میں قرآن اور حدیث دونوں کے معنی جمتے تھے جن کا مسلک ومشن ہی یہی بن گیا کہ صرف صحیح حدیث کو ہی اختیار کیا جائے اسی پر عمل کیا جائے اور اسی کی دعوت دی جائے اور ضعیف وموضوع ومراسیل روایات اور آراء رجال کو ترک کردیا جائے۔

☆...... **تاریخی واقعہ** کو قرآن پاک نے حدیث کا نام دیا اس لئے کہ عرب بھی اپنے تاریخی واقعات کو احادیث کہا کرتے۔

﴿وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ (طٰہ: ۲۰) کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی۔

☆...... **عام گفتگو** کے لئے بھی یہ لفظ بولا گیا:

﴿... فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ﴾ (الانعام: ۶۸) پس ان سے اعراض کیجیے یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہوجائیں۔

☆...... **قصہ پارینہ:** گردے اٹے ماضی کے واقعات کے لئے بھی لفظ حدیث استعمال ہوا مثلاً:

﴿فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ﴾ (سبا: ۱۹) ہم نے (گذشتہ نافرمان قوموں کو) کہانیاں بنادیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......آپ ﷺ کی گفتگو کو بھی قرآن کریم نے حدیث نام دیا:

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا﴾(التحریم:۳) اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے رازدارانہ بات کی۔

عربوں کے لئے لفظ حدیث کوئی اجنبی نہیں تھا۔ بلکہ وہ اس سے مانوس تھے کہ اس کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ اس لئے ان کے لئے یہ کوئی نئی یا اختراعی شے نہیں تھی۔مگر جب آپ ﷺ نے اپنی گفتگو اور طریقہ وسنت کے لئے یہ لفظ استعمال کیا تو اہل اسلام نے بھی اسے آپ ﷺ ہی کے لئے خاص کر دیا۔آج بھی قرآن کریم کا قاری اس سے مانوس ہے۔اور سیرت رسول ﷺ کا طالب علم بھی۔نیز اللہ تعالی کے علم میں تھا کہ رسول اکرم ﷺ کے اقوال واعمال کو بھی حدیث سے تعبیر کیا جائے گا اس لئے یہ لفظ اگر قرآن مجید میں استعمال ہو تو کسی کے لئے اجنبی نہ ہو۔

☆......آپ ﷺ نے خود اپنی بات یا عمل کو حدیث قرار دیا:

سیدنا ابوہریرہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ روز قیامت آپ ﷺ کی شفاعت کا زیادہ مستحق خوش نصیب کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَّا یَسْاَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ (صحیح بخاری، کتاب العلم:۹۹، ۶۵۰) ابوہریرہ مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی شخص مجھ سے اس حدیث کے بارے میں سوال نہیں کرے گا۔کیوں کہ تم طلب حدیث کے بہت حریص ہو۔

☆......صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے اقوال اور اعمال وغیرہ کو حدیث نام دیا: سیدنا انسؓ فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ لَیَمْنَعُنِیْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِیْثًا كَثِیْرًا، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَعَمَّدَ عَلَیَّ كَذِبًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (صحیح بخاری، کتاب العلم:۱۰۸) مجھے یہ خیال روکتا ہے کہ میں تمہیں بہ کثرت احادیث بیان کروں۔جبکہ آپ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عمداً میری طرف جھوٹ منسوب کرے اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالینا چاہیے۔

☆......**علماء امت نے حدیث کا لفظ** آپ ﷺ ہی کے لئے خاص کر دیا۔اس کی شاہد کتب حدیث ہیں اور لفظ سنن بھی۔

اصطلاحاً: حدیث کی تعریف علماء حدیث نے یہ لکھی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُرَادُ بِالْحَدِيْثِ فِيْ عُرْفِ الشَّرْعِ مَا يُضَافُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ۔ (تدریب الراوی: ۴۲/۱) عرف شریعت میں حدیث سے مراد ہر وہ چیز جو آپ ﷺ کی طرف منسوب کی جائے۔

یعنی بعد از بعثت آپ ﷺ کی ہر ادا حدیث میں شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر صاد فرما کر اسے شریعت بنا دیا۔ اس لئے جو حکم منسوخ نہیں ہوا وہ بھی اس میں شامل ہے اور شریعت ہے۔ مزید یہ کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو امور غیبیہ کی خبر دیتے ہیں وہ سچ ہیں جن کی تصدیق کرنا اور انہیں تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔ یہی معنی نبوت ہے۔ اہل اسلام کا متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے عقائد، ایمان، احکام واخلاق اور جہاد وتجارت وغیرہ میں جو کچھ امت کو عطا فرمایا اس میں باطل جگہ نہیں بنا سکا اور نہ ہی سچ کو دبا سکا ہے۔

علماء حدیث کہتے ہیں: طریقہ وسنت ﷺ اس لئے بھی حدیث نام پا گیا کہ قرآن قدیم ہے اور اس کے مقابلہ میں حدیث جدید۔ وَكَأَنَّهُ أُرِيْدَ بِهِ مُقَابَلَةُ الْقُرْآنِ لِأَنَّهُ قَدِيْمٌ۔ لفظ حدیث، دراصل قرآن کے قدیم ہونے کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ اس لئے وہ قدیم سے مراد کتاب اللہ اور جدید سے حدیث رسول ﷺ لیتے ہیں۔

نوٹ: یاد رکھئے ماضی کا ہر علم بذریعہ روایت ہی ہم تک پہنچا ہے۔ اس کی تفتیش وتحقیق روایت پرستی نہیں۔ اس کے برعکس یہ ضرور روایت پرستی ہے کہ آبائی، قبائلی، خاندانی، علاقائی، لسانی، عجمی وعربی تعصبات کو ہوا دی جائے اور غیر اسلامی رسم ورواج اور عادات کو اپنایا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم انہیں، جاہلیت، اصر اور اغلال سے تعبیر کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان طوق وسلاسل کو ختم کرنے کی کوشش کی اور آسان دین دیا مگر جدید جاہلیت آج پھر اس روایت پرستی کی طرف رواں دواں ہے۔

ناطق وحی: آپ ﷺ کی حرکات وسکنات بھی ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ۳) کے عین مطابق تھیں۔ اسی لئے محدثین نے لفظ حدیث کی درج ذیل اقسام لکھی ہیں:

اقسام حدیث: رسول اکرم ﷺ کچھ کہتے، کرتے اور کچھ کو برقرار رکھتے۔ ذیلی اقسام اسی وجہ سے متعارف ہوئیں۔

۱۔ **حدیث قولی:** آپ ﷺ کا کچھ فرمانا: یہ **قولی حدیث** ہے۔ جسے صحابہ سنتے، یاد کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ام المؤمنین سیدہ عائشہ، ابو ہریرہ، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلنَّاسُ مَعَادِنُ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا، وَالْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔ (صحیح بخاری:۳۳۳۶، صحیح مسلم:۲۶۳۸) لوگ کانوں کی مانند ہیں۔ دور جاہلیت میں ان کے بہترین انسان، اسلام میں بھی بہترین ہونگے بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ پیدا کرلیں۔ (عالم ارواح میں) روحیں لشکروں کی مانند آپس میں گتھی ہوئی ہوا کرتی ہیں۔ جو ان میں وہاں باہم متعارف ہوگئیں وہ ایک دوسرے سے دنیا میں مانوس ہوجایا کرتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف رہیں وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے پرے رہتی ہیں۔

۲۔ حدیث فعلی: آپ ﷺ کا کچھ کرنا **فعلی حدیث** ہے جو صحابہ کرام نے خود دیکھا اور پھر اسے اپنے الفاظ میں بیان کیا۔ مثلاً ام المومنینؓ فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ، فِيْ طُهُوْرِهِ، وَتَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَفِيْ شَانِهِ كُلِّهِ۔

(صحیح بخاری:۳۵۸۰) رسول اللہ ﷺ اپنے وضو میں اور جوتا پہننے یا کنگھی کرنے میں اور اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب کو حتی الامکان پسند فرمایا کرتے تھے۔

۳۔ حدیث تقریری: آپ ﷺ کے سامنے یا موجودگی میں کوئی کام ہوا یا کوئی بات کہی گئی یا کسی چیز کے بارے میں آپ ﷺ کو خبر دی گئی اور آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا اسے **حدیث تقریری** کہتے ہیں۔ یعنی جسے اچھا سمجھا اسے برقرار رکھا اور جہاں اصلاح کی ضرورت تھی وہاں کردی۔ یہ صحابہ رسول کے الفاظ ہوتے ہیں۔ مثلاً سیدنا عمروؓ بن العاص کہتے ہیں:

غزوہ ذات السلاسل کی ایک سرد رات میں مجھے احتلام (wet dream) ہوگیا۔ ڈر گیا کہ سردی میں نہایا تو کہیں مر نہ جاؤں، میں نے تیمم کیا اور نماز فجر اپنے ساتھیوں کو بھی پڑھادی۔ ان صحابہ نے میری اس حرکت کو آپ ﷺ سے بیان کردیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمرو بن العاص! تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز، حالت جنابت میں ہی پڑھادی؟ میں نے عرض کی کہ سردی کی وجہ سے نہا نہ سکا۔ میں نے یہ سنا ہوا تھا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ تم مت قتل کرو اپنے آپ کو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑا رحیم ہے۔ آپ ﷺ یہ سنتے ہی کھلکھلائے اور کچھ بھی نہ فرمایا۔ (سنن ابی داود:۳۳۴)

حافظ ابن حجر فتح الباری (۱/۵۴۱) میں فرماتے ہیں: رسول ﷺ نے سیدنا عمروؓ بن العاص کو کسی بھی قسم کی ملامت نہ فرمائی بلکہ آپ ﷺ کا اس عمل کو برقرار رکھنا تقریر کہلاتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مضاربہ کو برقرار رکھا جو اہل مدینہ کیا کرتے تھے۔ روز عید بچیوں کا گیت گانا یا آپ ﷺ کے دستر خوان پر ضب (گوہ) کا کھایا جانا بھی حدیث تقریری کہلایا۔ یا سیدہ عائشہؓ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گڑیوں سے کھیلنے کو برقرار رکھا۔ یہ حدیث تقریری ہے۔ اس لئے ایسی روزمرہ کی باتیں آپ ﷺ نے قلمبند نہیں کرائیں۔

۴۔ حدیث وصفی: آپ ﷺ کی شخصیت کے خدوخال اور صفات یعنی خَلق (features) اور خُلق (morals) سے متعلق احادیث، احادیث وصفی کہلائیں۔ مثلاً:

خَلقی مثال: سیدنا انس بن مالک روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَبْعَةً، لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ، حَسَنَ الْجِسْمِ، وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ، اَسْمَرَ اللَّوْنِ، اِذَا مَشٰى يَتَكَفَّأُ۔ رسول اکرم ﷺ منجھلے قد کے تھے۔ لمبے تھے نہ پستہ قد۔ جسم مبارک حسین تھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک گھنے تھے نہ ڈھیلے، خاکی رنگت تھی جب چلتے تو قدرے جھک کر چلتے۔

خُلقی مثال: صحیح بخاری: ۶، ۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴، ۴۹۹۷، صحیح مسلم: ۲۳۰۸، میں سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔ رسول اکرم ﷺ انتہائی سخی انسان تھے بالخصوص رمضان میں جبریل علیہ السلام سے ملاقات کے بعد تو انتہائی سخی ہو جایا کرتے۔ رمضان کی ہر رات جناب جبریل آپ ﷺ سے آملتے اور قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ آپ ﷺ سخاوت کے معاملے میں ہوا سے بھی زیادہ تیز ہوتے۔

اخلاق میں قول وکردار سب شامل ہے۔ عملاً جب آپ ﷺ کر کے دکھا دیتے تو یہ عمل صحابہ کے ذہن میں زیادہ پختگی کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ اور کرنے کا صحیح ڈھنگ بھی انہیں آجاتا۔ سیرت رسول ﷺ کے اس عام پہلو کو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یوں سمجھایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ: آپ کے اخلاق قرآن کی سچی تصویر تھے۔

۵۔ حدیث قدسی: اس منفرد حدیث کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اس لئے اسے قدسی کہا جاتا ہے مگر اس میں الفاظ آپ ﷺ کے اپنے ہوتے ہیں اور ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرما دیتے ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح مسلم: ۲۵۷۷) اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے اور تمہارے درمیان بھی۔

لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔

فرق: قدسی اور نبوی احادیث میں فرق یہ ہے:

......حدیث نبوی کی نسبت آپ ﷺ کی طرف ہے اور قدسی کی قدس کی طرف۔ مگر پھر بھی دونوں کا مقام ایک ہے خواہ حدیث قدسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ نسبت اسے قرآن کا مرتبہ عطا نہیں کر سکتی۔

......جس طرح حدیث نبوی صحیح، حسن یا ضعیف و موضوع ہوتی ہے اسی طرح حدیث قدسی بھی ہوتی ہے۔

فرق: اسی طرح قرآن و حدیث قدسی میں فرق یہ ہے:

......قرآن مجید لفظاً و معناً اللہ عز وجل کی طرف سے ہے مگر حدیث قدسی کے لفظ رسول کے ہیں اور معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ دونوں کے اسلوب میں بہت مماثلت ہے نیز حدیث قدسی کی معنوی روایت ہو سکتی ہے مگر قرآن کی نہیں کیونکہ اس سے تبدیلی اور تحریف کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

......قرآن مجید میں چیلنج دیا گیا کہ اس جیسی کوئی کتاب، سورت یا ایک آیت گھڑ لاؤ۔ جب کہ حدیث قدسی میں ایسا نہیں۔ یوں حدیث نبوی اور حدیث قدسی برابر ٹھہریں۔

......قرآن کی تلاوت عبادت ہے اور نماز کا اہم رکن بھی۔ جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حدیث قدسی کا معاملہ حدیث نبوی کی طرح ہے اس کا پڑھنا باعث ثواب تو ہے مگر نماز میں وہ پڑھی جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

......حدیث قدسی کو بیان کرنے میں جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنا ایک اسلوب اپنایا جیسے دیگر انبیاء کرام کی گفتگو یا دعاؤں کے اسلوب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔

احادیث کی یہ مختلف اقسام ارشاد الٰہی کے مطابق مثالی نمونہ: اسوۃ حسنۃ قرار پائیں جن کی پابندی کا اہل اسلام کو حکم دیا گیا۔ اس لئے کسی اور کو مثالی نمونہ نہیں بنایا جا سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسبت وفیصد:

موجودہ ذخیرۂ حدیث، موسوعۃ الحدیث (حدیث کا انسائیکلوپیڈیا) میں احادیث کی ان اقسام کی نسبت یہ بنتی ہے:

قولی احادیث: 20 فیصد **فعلی احادیث**: 70 فیصد **باقی احادیث**: 10 فیصد

فوائد: اس تعریف وتقسیم سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کے اقوال کم تھے مگر اعمال یا کام زیادہ۔ ایک صحیح راہنما کی یہی صفت ہوا کرتی ہے کہ وہ کم گو ہوتا ہے مگر کام کا دھنی اور باعمل۔ یہی اسوۂ حسنہ ہے۔

۲۔ حدیث صرف آپ ﷺ کے اقوال کا نام نہیں بلکہ اس میں اعمال وتقریر اور صفات بھی شامل ہیں جو اقوال سے نسبتاً زیادہ ہیں۔

۳۔ فعلی اور تقریری احادیث میں چونکہ الفاظ، رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہوتے بلکہ صحابی کے ہوتے ہیں اس لئے ان کے الفاظ مختلف ہو سکتے ہیں کیونکہ ہر صحابی نے آپ ﷺ کو مختلف پہلو سے دیکھا ہوتا ہے۔

۴۔ آپ ﷺ بہترین مربی تھے۔ آپ ﷺ کو نادر ہی اپنے ان تربیت یافتہ شاگردوں کو منع کرنے یا ٹوکنے کی نوبت آئی بلکہ ہر اچھے اور پسندیدہ عمل کو آپ نے برقرار رکھا۔ اس لئے تو یہ صحابہ کہلائے۔

۵۔ کتب حدیث کی فہرست دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے شاید ہی زندگی کا کوئی ایسا گوشہ چھوڑا ہو جس کے بارے میں راہنمائی نہ دی ہو اور جس کی ضرورت حضرت انسان کو نہ ہو۔ اس لئے حدیث کا دائرہ فقہ سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ فقہ میں صرف عملی احکام ہوتے ہیں جبکہ حدیث میں عقائد، علم، احکام، جہاد، اخلاق اور زہد وغیرہ مستزاد ہیں۔

۶۔ یہی احادیث، سند سے مروی ہوتی ہیں جو ایک شاہد وثبوت کا کام دیتی ہیں۔ محدثین کرام ان پر تنقید کرکے صحیح وضعیف اور موضوع کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ شرعی، فقہی اور عقائدی مسائل میں انہیں بنیاد بنایا جا سکے۔ بلا سند اقوال واعمال یا غیر نبی کے خواب والقاء اور اشارہ وغیرہ کو وہ تسلیم نہیں کرتے۔

۷۔ محدثین کرام حدیث سے عموماً وہ روایات مراد لیتے ہیں جو آپ ﷺ سے نبوت کے بعد روایت کی گئی ہوں۔

۸۔ محدثین اس روایت کو حدیث کہتے ہیں جو باسند ہو اور اس کی نسبت صحیح اور سچ ہو۔ کیونکہ صدق ودیانت کا غائب ہونا ایسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ کا غائب ہونا۔

۹۔محدثین کرام گو یہ نسبت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر حتمی صحت کا دعوی نہیں کرتے۔ہاں ان کی ساری تگ ودوان تحقیقی اصولوں پرضرور استوار ہوتی ہے جواس نسبت کے ثبوت وشواہد فراہم کردیں۔تا کہ صحت کے ثبوت کے ساتھ یقین ہوجائے اور پھراس پرعمل کیا جائے۔

۱۰۔صرف نسبت کا فائدہ یہ بھی ہے کہ جو آپ ﷺ کی طرف ہو اسے مرفوع، متصل اور مسند کہتے ہیں۔اور جو حدیث آپ ﷺ کی بجائے کسی اور کی طرف منسوب ہو اسے مرسل، منقطع، معضل یا موضوع کہہ دیتے ہیں۔یہ نکھار وامتیاز ہمارے ہاں مخرج مسائل کو امام مذہب کی طرف منسوب کرنے میں نہیں ہے۔

۱۱۔اس نسبت یا دعوی کو بغیر کسی ثبوت کے قبول کرنا نامعقولیت ہوگی اور اسی طرح دلیل وثبوت کے ہوتے ہوئے اسے جھٹک دینا غیر علمی، غیر اخلاقی حرکت اور غرور علمی ہوگا۔کیونکہ محدثین آخر اس انجیل کے کاتب نہیں تھے جو سیدنا عیسی علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھ جانے کے بعد بغیر کسی سند کے انجیل کی تالیف وتدوین کرتے یا تحریف کرتے ہیں بلکہ ان کا وہ لکھا قابل قبول ہونا چاہئے جو صحیح نسبت وسند رکھتا ہو۔

۱۲۔جب ہم پڑھتے ہیں کہ اس حدیث کو صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ ومسند میں بھی روایت کیا گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ متن ایک ہے اور ہر ایک کی سند مختلف۔اس طرح ہر سند والی روایت محدثین کے نزدیک ایک مستقل حدیث ہے۔

۱۳۔سند والی روایت کو ہی محدثین یاد کرتے خواہ وہ ضعیف وموضوع ہوتی یا صحیح۔تا کہ وہ لاعلم نہ رہیں اور بروقت اس سے آگاہ کرسکیں۔یہی مطلب ہے اس کا کہ امام مسلم یا امام بخاری رحمہما اللہ کو پانچ لاکھ یا چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔نہ کہ وہ صرف آپ ﷺ کے اقوال تھے۔یا آپ ﷺ کا کام صرف بولتے جانا تھا اور صحابہ کرام کا کام صرف سننا ہی تھا۔نہیں! بلکہ احادیث کی قولی، فعلی اور تقریری تقسیم کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔

۱۴۔انہی اسانید میں صرف ان روایات کا انتخاب انہوں نے اپنی کتب میں کیا جو انتہائی قابل اعتماد سند ومتن والی ہوتیں۔اس لئے کسی محدث نے اپنی کتاب کا نام الجامع الصحیح رکھا اور کسی نے السنن وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ فقہاء کرام آپ ﷺ کی خَلقِی اور خُلقِی صفات کو حدیث کی تعریف میں شامل نہیں کرتے۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دینی نعمت کے بارے میں حکم دیا: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ﴾ اللہ کے رسول آپ اپنے رب کی نعمت کو بیان بھی کیجئے۔ یہی بیان نعمت، حدیث رسول ہی تو ہے۔ اس لئے لفظ حدیث خود ساختہ تعبیر نہیں ہے۔

محدثین کرام ہی کے لئے حدیث وہ افتادہ پتھر ہے جس کے اندر وہ ہیرے کی جوت دیکھ لیتے ہیں یا بین السطور وہ یہ جاننے کا ملکہ رکھتے ہیں کہ اس جام زریں میں جو بادہ معنی بھری ہوئی ہے وہ طبیعت اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب ہے یا ذاتی وشخصی رجحانات واقوال کو اسلامی رنگ دینے کی ایک غالی کوشش؟

احادیث کی تعداد: یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے کوئی ارشاد سنا یا آپ ﷺ کا کوئی عمل دیکھا تو جتنوں نے اسے سنا اگلی نسل کو آگاہ تو کیا ہوگا۔ یہی روایت کہلاتی ہے۔ حدیث ایک ہونے کے باوجود تعداد روایات میں بڑھ جاتی ہے۔ اس سلسلے نے دوسری صدی ہجری کے اواخر تک احادیث کی تعداد لاکھوں تک پہنچادی۔ ہر ناقد محدث نے اپنے علم کے مطابق احادیث کا انتخاب کیا۔ منفرد ذوق کی وجہ سے متنوع کتب حدیث بھی وجود میں آگئیں۔ اس طرح احادیث کی تعداد مختلف ہوگئی۔ حدیثی سرگرمیوں کی وجہ سے محدثین کا روایات حدیثیہ سے تازہ بہ تازہ رہنا، انہیں تحریر کرنا اور اپنے علم کے مطابق یہ بتانا کہ کون سی روایت مقبول ہے اور کون سی مردود۔ اس پر مستزاد ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ذخیرۂ حدیث میں سات لاکھ سے کچھ زائد احادیث صحیح ہیں۔ اس لئے میں نے اپنی مسند کو سات لاکھ پچاس ہزار روایات سے منتخب کیا ہے۔ (تدریب الراوی: ۵۱)

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک لاکھ احادیث یاد کیں جن میں ہر قسم کی روایات تھیں مگر تحقیق وتخریج اور رواۃ کے علمی مرتبے اور مقام کو پرکھنے کے بعد صرف چھ سو احادیث احکام انہیں متصل اور مرفوع ملیں۔ دیگر آثار وضعاف اور مراسیل بھی ان کی موطأ میں شامل ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک ہزار مشائخ سے چھ لاکھ احادیث سنیں اور انہیں لکھا بھی۔ مگر ان میں متصل، موقوف، مراسیل اور مکرر روایات تھیں۔ ان میں سے انہوں نے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح مشہور روایات ازبر بھی کیں۔ پھر ان میں سے تقریباً آٹھ ہزار ان احادیث کا انتخاب اپنی کتاب صحیح بخاری کے لئے کیا جو ہر لحاظ سے اعلی پائے کی تھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی حال ان کے شاگرد امام مسلم رحمہ اللہ کا تھا۔ جنہوں نے اپنے متعدد مشائخ سے تقریباً پانچ لاکھ ملی جلی احادیث سنیں انہیں ضبط تحریر کیا۔ غیر صحیح و صحیح احادیث انہیں بھی یاد تھیں۔ جب انہوں نے **الجامع الصحیح** تصنیف کرنا چاہی تو انہی صحیح مگر مختلف مراتب کی احادیث میں سے سات ہزار دو سو پچھتر احادیث کا انتخاب کیا۔

امام عراقیؒ فرماتے ہیں: اگر تمام کتب مسانید، جوامع، سنن اور اجزاء میں صحیح و غیر صحیح روایات کا شمار کیا جائے تو بغیر کسی تکرار کے ان کی تعداد شاید ایک لاکھ تک پہنچ پائے بلکہ پچاس ہزار تک بھی نہ پہنچ پائے۔ جبکہ یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک ہی شخص ان تمام احادیث کو ازبر کرلے اور ساری امت سے وہ اوجھل ہو جائیں۔ بلکہ اس نے صرف ان احادیث کو یاد کیا ہوگا جو اس نے اپنے مشائخ سے روایتاً سنی ہوں گی۔ (تدریب: ۵۰)

ذخیرہ حدیث میں ۵۰۰ احادیث ایسی ہیں جن کا تعلق احکام سے ہے۔ اور بحیثیت مجموعی تقریباً ۴۰۰۰ احادیث ایسی ہیں جن سے مسلمانوں کے شرعی معاملات بآسانی چل سکتے ہیں۔

موضوعِ حدیث: حدیث کا موضوع: صرف ذات رسول ﷺ ہے۔ یعنی اس میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا وہ حصہ شامل ہے جس کا آغاز وحی سے شروع ہو کر آخری دم تک کا ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی سیرت واخلاق، تعلیمی و تربیتی اور دعوت دین کی سرگرمیوں کا تذکرہ ہے۔ یہ لمحات ایسی کھلی کتاب کی طرح ہیں جو ہر ایک کے لئے ہر زمانہ و حالات میں منارہ نور ہیں رسول اکرم ﷺ کی اولاد و ازواج یا اقرباء و صحابہ کرام وغیرہ حدیث کا موضوع نہیں ہاں ضمناً ان کا تذکرہ آ گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہیں قرب و صحبت نبوی حاصل تھی نیز حدیث کا تعلق رسول معصوم سے ہے اس میں غیر معصوم کی بات کو حدیث نہیں کہا گیا۔

محاسن حدیث: یہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا اور آخری الہامی ذخیرہ وماخذ ہے جسے قرآن کریم کی طرح بذریعہ وحی، زبان رسالت نے پیش فرمایا۔ یہ اس ہستی کا عطا کردہ خزانہ عامرہ ہے جس کا ہر قول وعمل، لغزش و خطاء سے پاک اور محفوظ و مصؤن ہے۔ اسی لئے اس منصب عالی کے نتائج بھی ہر خطا سے محفوظ ہیں۔ جب کہ دوسرے مناصب کی کسی شخصیت کو یہ مقام حاصل نہیں۔ یہ وہ دین ہے جس کے بغیر قرآن فہمی ناممکن اور فقہی استدلال فضول نظر آتے ہیں اور راست دینی نظریات عنقا ہو جاتے ہیں۔ اس میں کسی کی پیوند کاری کی ضرورت نہیں۔ شخصیات کے بارے میں متوازن نظریہ قائم کرتی ہے۔ یہ اس شخصیت کے کلمات خیر ہیں جنہیں مان کر ابوبکر و علی یا ایک عام شخص صحابی رسول بنا اور رب ذوالجلال کے ہاں رضی اللہ عنہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رتبہ پایا۔ جس نے اسے نہ مانا وہ ابولہب اور ابوجہل ٹھہرا۔ یہ وہ منزل من اللہ وحی ہے جسے نظر انداز کر کے کوئی شخص اپنی ایمان کو نہیں بچا سکتا۔ یہ وہ علم ہے جس کا صحیح فہم حاصل کرنے کے بعد ایک عام مسلمان امامت کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے اور رحمۃ اللہ علیہ کی دعا امت کے ہر فرد سے پاتا ہے۔

جو بھی آپ ﷺ کو خاتم الأنبیاء تسلیم کرتا ہے اور آپ ﷺ کی شریعت کو تمام شرائع کا خاتم بھی نیز یہ بھی کہ دنیا وآخرت اور ابدی حیات کی سعادت آپ ﷺ کی اتباع میں ہی ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ لوگ اپنے کھانے پینے کی بہ نسبت سنت کو اپنانے اور محفوظ کرنے کے زیادہ محتاج ہیں۔

یہ وہ ذکر ہے جس میں ڈوب کر ہر دانشور، مجتہد، مفکر، مفسر، محدث، متکلم اور فلسفی اپنی دانش کو ہیچ سمجھتا ہے۔ اس ذات والا صفات کی بات، عمل اور تقریر کے آگے یا مقابل میں کوئی مسلمان اپنی رائے، تاویل یا استدلال کو پیش نہیں کرتا کیونکہ یہ اس کے نزدیک اللہ اور رسول سے بغاوت کا نام ہے۔ اس خیر الھدی کے آگے ہر شخص ہیچ، ہر قول بے وزن، ہر علم جہل اور ہر اجتہاد ایک تکبر وفساد بنتا ہے۔ اس کی رسالت ایک نعمت، اس کی سیادت ایک رحمت، اس کی اطاعت ایک سعادت اور دیگر سے لا تعلقی ایک غیرت نام پاتی ہے۔

تاریخِ حدیث: حدیث کی ایک تدوینی تاریخ ہے اور دوسری ثبوت وشواہد کی تاریخ۔ تدوینی تاریخ موجود ہے۔ مگر ثبوت وشواہد کی تاریخ جاننے کے لئے ضروری نہیں کہ ہم روایتی انداز میں صحابہ وتابعین اور تبع تابعین نیز ان کے دور کے سیاسی ومذہبی اور معاشرتی حالات کا مطالعہ کریں بلکہ اس تاریخ کو جاننے کا ایک آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ جو حدیث آپ ﷺ سے منسوب ہے اس کی سند ومتن کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ کیا جائے کہ کیا واقعی اس کے ڈانڈے آپ ﷺ تک جا ملتے ہیں؟ یہ مطالعہ ثبوتی اعتبار سے دوسری شخصیات یا ان کے پیش کردہ اقوال پر ہر اعتبار سے برتری رکھتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث:

حَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِي، لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ۔

قَالَ اَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَحَدِيثُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كِلَاهُمَا عِنْدِي صَحِيحٌ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّمَا صَحَّ لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ۔ (سنن ترمذی)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا امام ترمذیؒ کی بیان کردہ اس روایت کے ڈانڈے رسول اکرم ﷺ تک جا ملتے ہیں؟ آیئے! اس روایت کے جو سندی و متنی ثبوت و شواہد میسر ہیں ان کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

ابو کریب: پہلے راوی محمد بن العلاء بن کریب ہمدانی کوفی، اپنی کنیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ امام ترمذیؒ کے استاذ ہیں۔ ثقہ اور حافظ حدیث تھے۔ دسویں طبقہ سے ان کا تعلق تھا۔ ائمہ ستہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ ۲۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

عبدۃ بن سلیمان، الکلابی، ابو محمد کوفی۔ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور کنیت عبدۃ۔ انہوں نے محمد بن عمرو بن علقمۃ سے روایت کی اور ان سے ابو کریب محمد بن العلاء نے۔ ثقہ اور ثبت تھے۔ ان کا تعلق صغار ثامنہ سے ہے۔ سن ۱۸۷ھ میں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا جب ہارون الرشید کی خلافت تھی۔

محمد بن عمرو بن علقمۃ بن وقاص، ابوالحسن مدنی، انہوں نے ابوسلمۃ بن عبدالرحمان بن عوف سے روایت کی۔ اور ان سے عبدۃ بن سلیمان نے۔ طبقہ سادسہ سے ان کا تعلق تھا۔ سن ۱۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ صدوق تھے اور ان کے اوہام بھی ہیں۔

ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری مدنی، ان کا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔ کنیت ہی نام بن گئی۔ انتہائی ثقہ تھے اور مُکْثِر بھی۔ سن ۹۴ھ میں یا ۱۰۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ طبقہ ثالثہ سے ان کا تعلق تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور ان سے محمد بن عمرو بن علقمہ نے کی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحابیٔ رسول ہیں۔

☆ ...... یہ ہے سند کا تاریخی تجزیہ۔ جس میں راویوں کے نام، ان کی نسبت و کنیت اور لقب بھی مذکور ہیں۔ سن جائے پیدائش و وفات تک متعین ہے۔ شخصیت کا مکمل تعارف ہے کہ کس پائے کی ہے۔ تاکہ کسی اور نام و لقب سے اشتباہ نہ ہو۔ اس کے شیوخ کون کون ہیں۔ کہاں وہ سکونت پذیر تھے اور شاگرد کہاں۔ حدیث کی طلب میں کن شیوخ کو ملنے اور سننے کس شہر گئے اور کب گئے؟ تاکہ معلوم ہو کہ جس سے حدیث سنی ہے وہ معاصر بھی ہے اور اس سے ملاقات بھی ہوئی ہے؟ ماہرین حدیث اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں کیا کہتے ہیں بطور خاص ان کے معاصر اور اساتذہ۔ ہر سند حدیث کی یہ اہم معلومات اوپر تک فراہم شدہ ہیں۔

☆......سند میں طبقات و مراتب کا تعین بھی محدثین کرتے ہیں۔ یعنی طبقہ صحابہ، طبقہ تابعین اور طبقہ تبع تابعین وغیرہ اور قابل اعتماد یا بہت ہی قابل اعتماد، ضعیف اور بہت ہی گیا گذرا۔ یہ کوئی مفروضہ شخصیتیں نہیں بلکہ شہروں اور شخصیات پر مشتمل لکھی گئی تواریخ میں ان کا تفصیلی تذکرہ مل جاتا ہے۔ اور نہ ہی یہ ایک خاندان یا علاقے و برادری کے لوگ ہوتے ہیں بلکہ ان میں کوئی مکہ کا ہے تو دوسرا کوفہ یا مصر کا۔ ہاں ایک دوسرے کے معاصر شاگرد و استاذ ہیں ان کے علم، تقوی، حفظ حدیث اور ایک دوسرے سے حدیث سیکھنا اور اسی مقصد کے لئے دوسرے کو جا کر ملنا خواہ وہ کہیں بھی اقامت پذیر ہو پھر مل کر راوی یا شیخ کے حالات کو قریب سے دیکھنا، ایک نہیں سینکڑوں لوگوں کا اس کی شاگردی پر مفتخر ہونا ایک حقیقت ہے۔ ہر طبقہ کے ہر راوی کا زمانہ، اس کا علم اور روایت حدیث میں اس کا مقام و مرتبہ۔۔اس کی ثقاہت وضعف۔۔ وغیرہ کا بیان علم الرجال کی جان ہے۔ یہ سب حدیث کے تاریخی ثبوت ہیں۔ محدثین نے راویوں کے ان تمام حالات کا پیچھا کیا جو حدیث کی سچائی اور دیانت پر گواہی دیں۔ جو جرح وتعدیل ان کی ہو سکی انہوں نے کی۔ ان کے شیوخ وتلامذہ کو متعین کیا۔ مرویات کو کھنگالا، حافظ واحفظ، متقن واتقن وغیرہ کو بھی ایک دوسرے سے ممتاز کیا۔ حافظے کے کچے، خطأ کے پکے، جھوٹ سے متہم وغیرہ کو پہچانا اور خدا خوفی کے ساتھ ان کے حالات ذمہ دار علما کے سامنے پیش کر دئے۔

☆...... ہر راوی نے اپنے شیخ سے حدیث کیسے اخذ کی؟ اسے تحمل حدیث کہتے ہیں۔ اس طریقہ تعلیم میں استاد اور شاگرد کا براہ راست طریقہ تعلیم اور طریقہ اخذ حدیث دونوں کو جانا جاتا ہے۔ حَدَّثَنَا اور حَدَّثَنِيْ، اَخْبَرَنِيْ اور اَخْبَرَنَا یا اَنْبَأَنِيْ اور اَنْبَأَنَا وغیرہ کے صریح الفاظ حدیث روایت کرنے اور حاصل کرنے کے تھے۔ ان الفاظ کا مفہوم سمجھنا ہو تو حصول علم کے لئے سفر کی مشقت، محفل حدیث میں طالبان حدیث کا زبردست اجتماع، استاذ محترم کی علمی مجلس، ان کا وقار اور علم بانٹنے میں ان کی احتیاط، سند یا راوی حدیث پر ان کی محاکمانہ گفتگو، علمی مذاکرے، معانی پر غور وخوض، استنباطات، ہزاروں طلبہ کی حاضری، ذرا خیال میں لایئے اس علمی محفل کو جس میں اکثر طلبہ قلم وقرطاس لئے بیٹھے ہیں اور مستملی شیخ کی آواز کو دور تک پہنچا رہا ہے اور یوں چند دنوں بعد کتاب مکمل ہوتی ہے جس کے ہزاروں نسخے پریس نہ ہونے کے باوجود بازار میں دستیاب ہیں۔

☆......تکمیل کے بعد شاگرد اپنے شیخ محترم سے اجازت حدیث (سرٹیفیکیٹ زبانی یا تحریری) لیتا۔ انہی شنیدہ ومکتوبہ احادیث کو وہ اپنے شہر واپس آ کر لائق شاگردوں کو پڑھاتا۔ اس طرح سلسلہ اسناد باقی رہتا اور سرٹیفیکیٹ کے حصول کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد گریجویشن بھی ہو جاتی۔

☆......غور کریں تو سند میں سَمِعتُ کا لفظ شیخ کے حافظے اور حَدَّثَنَا اور اَخبَرَنَا کے الفاظ حدیث کی کلاس اور حدیث کی مکتوب صورت کو ظاہر کرتے ہیں جو حدیث رسول کی زبانی وتحریری روایت کا پتہ دیتے ہیں۔ان الفاظ کا استعمال امام مالکؒ سے قبل کا ہے جو بتدریج بڑھتا اور پھیلتا چلا گیا ہے اور استاد کے اخلاق اور شاگرد کے آداب کو مزید نکھارتا گیا ہے۔

☆......اسی روایت کے آخری حصہ میں امام ترمذی رحمہ اللہ اس مروی حدیث کے مزید کئی ثبوت وشواہد دیگر راویوں سے پیش کرتے چلے جاتے ہیں جو پہلی روایت کی تائید کے ساتھ اس کی تقویت کا سبب بھی بنتے ہیں۔

☆......یہ ساری تاریخ شہادت اور دلیل کی ہے کہ حدیث بہرحال تحقیق ونقد کے مراحل (خواہ وہ تحریری ہوں یا زبانی) سے گذری اور صحیح یا ضعیف ثابت ہوئی۔اس لئے ہر دور کی حدیثی روایات کے مصدقہ تحریری نسخے بہت حد تک طلبہ کو میسر تھے اور ہر روایت کے ہر راوی کی معلومات بھی ان ثقہ علماء وطلباء کو حاصل تھیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اٹھارہ سال کی عمر میں التاریخ الکبیر لکھی اور یہ بھی فرمایا: شاید اس میں مذکور کوئی ایسا راوی نہیں جس کی زندگی کا کوئی نہ کوئی قصہ میرے علم میں نہ ہو مگر بطور اختصار میں نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

ایک اعزاز: محدثین کرام نے حدیث رسول، اقوال صحابہ وتمام ائمہ ومجتہدین کے بارے میں یہی اصول بنایا کہ ان کی طرف منسوب ہر بات کو چند کڑی شرائط پر قبول کیا جائے۔تاکہ نسبت سچ ثابت ہو اور غلط بات منسوب نہ ہو۔آپ ﷺ کی طرف منسوب ہر بات دین ہے اس کا سچا ہونا ضروری ہے ورنہ جھوٹ دین بن جائے گا۔حدیثی تحقیق میں صرف صادق و دیانت دار اور ثقہ ماہرین کی تحقیق وتفتیش کو ہی قابل اعتماد سمجھا گیا۔مگر غیر ثقہ، یا جھوٹے وملمع ساز نا قابل اعتماد و نااہل ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عنایت ہے کہ محدثین کرام نے اس نسبت کو پانے کے لئے قرائن واسباب کے ڈھیر لگا دیئے۔اصول وضوابط بنائے۔ان کی حدود قائم کیں اور بے اعتدالیوں کو روکا۔حدیثی زبان میں انہیں مرفوع ومتصل بھی کہا گیا اور مرسل، منقطع، معضل یا موضوع بھی۔اس لئے مستند وہی قول وحدیث ٹھہری جو صحیح نسبت وسند رکھتی ورنہ غیر مستند ہونے کی وجہ سے وہ ضعیف وموضوع بن گئی۔الحمدللہ ابتدائے اسلام سے قائم یہ مفہوم اب بھی اپنا تمام تر ریکارڈ رکھتا ہے۔جو محدثین کے لئے ایک اعزاز ہے جس کی پیشین گوئی حدیث رسول میں کر دی گئی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل عمل احادیث

احادیث کے اچھے خاصے ذخیرہ میں جہاں ضعیف، موضوع اور صحیح وحسن ہیں تو ان میں صرف انہی احادیث کو قبول کرنا ہوگا جو اس علم کے ماہرین نے اصولی طور پر صاد کی ہیں۔ ورنہ کسی کا ایسا معیار ایسا نہیں جو حدیث کی دنیا میں برتری حاصل کرسکے۔ بلکہ یہی معیار ہر فقیہ ومحدث اور مفسر وعلامہ کی طرف منسوب اقوال واستنباط پر بھی لاگو ہوگا۔ کیونکہ بقول امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ: لا یجیئک الشاذ إلا بالشاذ۔ تمہیں حدیث شاذ وہی پیش کرے گا جو خود شاذ ہوگا۔ یہ وہ تجزیہ ہے جو انہوں نے فرد کی نفسیات، اس کی خود پسندی اور علمی غرور کی روش پر کیا ہے جس میں حب نام وشہرت جھلکتی ہو۔

ضعیف، مرسل اور موضوع وغیرہ احادیث کی تقسیم دراصل ہر روایت اور ہر راوی پر محدث ناقد کی نقد ونظر کا حاصل ہے۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَسْمَعُ الْحَدِيْثَ وَنَعْرِضُهُ عَلَى أَصْحَابِنَا كَمَا تُعْرَضُ الدِّرْهَمُ الزَّائِفُ، فَمَا عَرَفُوا مِنْهُ أَخَذْنَاهُ وَمَا أَنْكَرُوْا مِنْهُ تَرَكْنَاهُ۔ (الکفایۃ: ۴۳۰) ہم حدیث سنتے اور پھر اسے اپنے مشائخ کی خدمت میں پیش کرتے جس طرح ایک سکہ اس کے پہچاننے والے کو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ جس حدیث کو پہچانتے ہم اسے لے لیا کرتے اور جسے ناپسند کرتے یا لاعلمی کا اظہار کرتے ہم بھی اسے ترک کردیا کرتے۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

إِنَّكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ هٰذَا صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَمْ يَثْبُتْ فَعَمَّنْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: لَوْ أَتَيْتَ النَّاقِدَ، فَأَرَيْتَهُ دَرَاهِمَكَ، فَقَالَ: هٰذَا جَيِّدٌ وَهٰذَا بَهْرَجٌ، أَكُنْتَ تَسْأَلُ عَمَّنْ ذَاكَ أَوْ تُسْلِمَ لَهُ؟ قَالَ أُسْلِمَ لَهُ الأَمْرَ۔ فَقَالَ: كَذٰلِكَ بِطُوْلِ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُنَاظَرَةِ وَالْخِبْرَةِ۔ (تدریب الراوی: ۱۶۲) آپ کسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں یہ صحیح ہے اور کسی کے بارے میں کہ یہ ثابت نہیں۔ آپ یہ بات کس اتھارٹی پہ کہتے ہیں؟ فرمانے لگے: بتاؤ! اگر تم کچھ درہم ایک ماہر صراف کے پاس لے جاؤ اور وہ انہیں دیکھ کر کہے: یہ چند درہم تو صحیح ہیں اور یہ کھوٹے۔ تو کیا تم اس سے یہ سوال کرو گے کہ کیوں اور کیسے؟ یا اس کی بات مان لوگے؟ سائل نے کہا: میں تو اس کی بات مان لوں گا۔ فرمانے لگے: یہ علم بھی ماہرین کے ساتھ طویل نشستوں اور ان سے سوال وجواب کے کئی سیشنوں اور لمبے تجربے کے بعد ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوتا ہے۔

جس سے بے شمار مفید پہلو سامنے آئے۔ ہر مروی فعل اور قول کے صحیح وضعیف ہونے کی بنیاد پڑی۔حق کی دلیل صحیح سند والا متن بنا۔قابل عمل احادیث محدث، فقیہ اور مفسر کے کام آ گئیں۔ ورنہ یہ میدان کس کا تھا کہ وہ سوچتا؟ چنانچہ یہ اصول بہت عام ہوا:

......قرآنی تفسیر، عقائد، ایمانیات اور مسائل فقہیہ کے لئے صرف اسی حدیث کو اختیار کیا جائے جو صحیح ہو خواہ وہ متواتر، مشہور یا خبر واحد ہی کیوں نہ ہو۔ ضعیف احادیث سے، عقائد، تفسیر یا فقہی مسائل کشید نہیں کیے جا سکتے۔

......اگر صحیح حدیث نہ ہو تو پھر حسن حدیث پر عمل کیا جائے۔ ضعیف احادیث کو صرف فضائل اعمال میں مشروط لیا جائے۔

......اگر ایک صحابی یا کسی تابعی یا تبع تابعی کا کوئی قول وعمل یا فتوی بھی مل جائے تو قاعدہ یہی ہے کہ ان سب پر حدیث رسول کو ہی ترجیح دی جائے خواہ اسی صحابی یا راوی کا اپنا قول وعمل اس حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر حدیث نہ ہو تو اس ضعیف پر عمل کرنا جائز ہوگا جس کی تائید دوسری حسن حدیث کرتی ہو۔ ایسی حدیث، رائے اور قول وغیرہ سے کہیں بہتر ہے۔ شدید ضعیف، موضوع، یا اشاری وباطنی روایت، کشف وخواب اور مراقبے وغیرہ پر ہمارے دین کی بنیاد نہیں۔

حدیث بھی وحی ہے: صفوان کے والد یعلی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ:

اَرِنِیَ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ یُوحٰی اِلَیْہِ قَالَ: بَیْنَمَا النَّبِیُّ ﷺ بِالْجِعِرَّانَۃِ وَمَعَہُ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِہٖ جَاءَ ہُ رَجُلٌ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ: کَیْفَ تَرَی فِی رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَۃٍ وَھُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِیْبٍ؟ فَسَکَتَ النَّبِیُّ ﷺ سَاعَۃً، فَجَاءَ ہُ الْوَحْیُ، فَاَشَارَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلَی یَعْلٰی، فَجَاءَ یَعْلٰی وَعَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ بِہٖ فَاَدْخَلَ رَاْسَہُ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْہِ یَغِطُّ ثُمَّ سُرِّیَ عَنْہُ، فَقَالَ: اَیْنَ الَّذِی سَاَلَ عَنِ الْعُمْرَۃِ؟ فَاُتِیَ بِرَجُلٍ فَقَالَ: اِغْسِلِ الطِّیْبَ الَّذِی بِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزَعْ عَنْکَ الْجُبَّۃَ وَاصْنَعْ فِی عُمْرَتِکَ مَا تَصْنَعُ فِی حَجَّتِکَ۔ (صحیح بخاری:۱۵۳۶) جب آپ ﷺ پر وحی آئے تو مجھے بھی دکھایئے۔ صفوان کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مقام جعرانہ میں صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔ ایک آدمی آیا اور عرض کی: اس محرم کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنے آپ کو خوشبو میں بسایا ہوا ہو؟ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ ﷺ کے پاس وحی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنا شروع ہوئی۔ سیدنا عمرؓ نے یعلیٰؓ کی طرف اشارہ کیا، یعلیٰؓ آئے تو رسول اکرم ﷺ پر ایک کپڑے کا سایہ دیا گیا تھا یعلیٰؓ نے اپنا سر اندر داخل کیا۔ اور دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک انتہائی سرخ ہو رہا ہے اور آپ خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر وحی ختم ہوگئی۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: عمرہ کے بارے میں وہ سائل کہاں ہے؟ وہ آدمی حاضر کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: خوشبو کو تین مرتبہ دھولو اور یہ جبہ بھی ہٹا لو اور اپنا عمرہ ویسا کرو جیسا تم اپنے حج میں کرتے ہو۔

کبھی جبریل امین خود تشریف لاتے:

آپ ﷺ وادی عقیق میں تھے اپنے صحابہ سے فرمایا: اَتَانِیَ اللَّیْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّیْ فَقَالَ: صَلِّ فِیْ هٰذَا الْوَادِی الْمُبَارَكَ وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِیْ حَجَّةٍ۔ (صحیح بخاری:۱۵۳۴) میرے رب کی طرف سے آنے والا ایک میرے پاس آیا اور اس نے کہا: کہ آپ ﷺ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور یوں تلبیہ کہیے: عمرہ، حج میں۔

کبھی وہ انسانی شکل میں آتے:

جبریل امین آپ ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آئے اور کچھ سوالوں کا جواب پا کر چلے گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے خود فرمایا: ذَاكَ جِبْرِیْلُ، اَتَاكُمْ لِیُعَلِّمَكُمْ دِیْنَكُمْ۔ یہ جبریل علیہ السلام تھے وہ تمہارے پاس اس لئے آئے تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھادیں۔

آپ ﷺ کا خواب وحی

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْٓ اَرَيْنٰكَ..﴾ اور نہیں کیا ہم نے اس خواب کو جو ہم نے آپ کو دکھایا تھا مگر ایک آزمائش۔۔۔

اس آیت میں، آپ ﷺ کے خواب کی تصدیق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا۔ وہ یہ تھا کہ اہل اسلام مکہ مکرمہ میں کامیاب و سرخرو ہو کر انتہائی امن کی حالت میں داخل ہوں گے۔

آپ ﷺ کا عمل وحی

جو کچھ آپ ﷺ کرتے وحی الٰہی اس کی تائید کر دیتی۔ آپ ﷺ نے یہودیوں کے علاقے میں درخت کاٹے۔ لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اعتراض کئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے عمل کی تائید کردی: ﴿ فَبِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ یہ سب اللہ کا حکم تھا۔

آپ ﷺ کی احادیث وحی۔ مثلاً یہ ارشاد:

اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرُ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِي اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ۔ (صحیح مسلم: ۲۸۶۵) اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی ہے کہ تم آپس میں تواضع اختیار کرو اتنی کہ کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ ہی کوئی زیادتی کرے۔

آپ ﷺ پر القاء: وحی

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوْعِي اَنْ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا وَاَجَلَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ وَدَعُوْا مَا حَرَّمَ۔ (شرح السنہ از بغوی: ۴۱۱۲) روح القدس نے میرے اندر پھونکا کہ کوئی نفس اپنا رزق اور اپنی عمر پوری کئے بغیر بالکل نہیں مرے گا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی طلب میں حسن و جمال پیدا کرو۔ جو حلال ہے اسے لے لو اور جو حرام ہے اسے چھوڑ دو۔

صحابہ وتابعین کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث، وحی ہیں۔ مثلاً:

سیدنا ابوبکرؓ نے اپنے گورنر بحرین کو لکھا: هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّتِي اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهُ۔ (صحیح بخاری: ۱۴۵۴) یہ صدقہ وزکوۃ کے احکام ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے فرض قرار دیا تھا اور جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول کو دیا تھا۔

سیدنا عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: يَا اَيُّهَا النَّاسُ: اِنَّ الرَّأْيَ اِنَّمَا كَانَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُصِيْبًا لِاَنَّ اللّٰهَ كَانَ يُرِيْهِ۔ (السنن الکبری از بیہقی: ۱/ ۱۱۷) لوگو: رسول اللہ ﷺ کی رائے بالکل درست ہوتی تھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں سجھاتا تھا۔

مشہور تابعی حسانؒ بن عطیہ فرماتے ہیں: كَانَ جِبْرِيْلُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ، وَيُعَلِّمُهُ اِيَّاهَا كَمَا يُعَلِّمُهُ الْقُرْآنَ۔ (مجموع الفتاوی: ۳/ ۳۶۶) جبریل امین آپ ﷺ کے پاس سنت لے کر اس طرح نازل ہوا کرتے جیسا کہ قرآن لے کر نازل ہوتے اور وہ آپ ﷺ کو سنت اس طرح سکھاتے جیسے قرآن سکھاتے تھے۔

امام ابن حزمؒ نے آپ کی احادیث وحی ہونے کا استدلال اس آیت سے لیا ہے کہ: ﴿قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الاحکام: ۱/۹۰) میں تمہیں وحی کے ذریعے ہی ڈرا رہا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر ہے کہ رسول ﷺ کا کلام اور گفتگو ساری کی ساری وحی ہے اور یہ گفتگو دین ہی کے بارے میں تھی اور یہی ذکر، دین ہے۔

اسباب: ایسی وحی اس لئے کی جاتی تا کہ لوگوں کے سوال کا جواب بروقت دیا جاسکے۔ ان کی ہمہ وقت تعلیم وتربیت ہو۔ آپ ﷺ کا سچا رسول ہونا ثابت ہو۔ اور مسلمان کا اعتقاد مزید بڑھے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت آپ ﷺ کو حاصل ہے۔ تصدیق واطاعت اور سچی اتباع کا جذبہ ان میں مزید ابھرے۔ اور آپ ﷺ آیات قرآنیہ کا معنی ومفہوم اس وحی کے ذریعے قولاً وعملاً واضح کر دیں۔ ناقابل فہم الفاظ کی تفسیری وضاحت فرمادیں۔ قرآن کریم میں عام وخاص، مشترک و مؤول، حقیقت ومجاز، اشارہ وکنایہ اور اشارہ نص، اقتضاء نص اور دلالت نص کو بھی بذریعہ وحی بیان کریں۔ اس وحی کے الفاظ بوجوہ مختلف ہوتے کیونکہ مختلف ذوق وطبیعت کے مالک لوگوں کو مختلف پیرائے میں سمجھانا پڑتا تھا اس لئے اس اشد ضرورت کی ذمہ داری آپ ﷺ کو سونپی گئی۔ کوئی اہم بات ہوتی تو آپ ﷺ اسے تین بار دہراتے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ کی گفتگو مختلف موضوعات پر مبنی ہوا کرتی تھی۔ جن میں نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے جزئی مسائل ہوتے۔ ہجرت مدینہ، مسجد نبوی کی تعمیر، مہاجر وانصار میں مواخاۃ اور میثاق مدینہ وغیرہ کے واقعات بھی اس وحی خفی میں شامل ہیں۔

وحی خفی پر ایمان: جب ایک شخص آپ ﷺ کو رسول اللہ ماننے پر تیار ہو گیا تو پھر آپ ﷺ کی دی ہوئی ہر خبر خواہ وہ وحی جلی ہو یا خفی، اس کی تصدیق کیوں نہ کرے۔ ورنہ وہ ہر معاملہ میں معترض اور بدگمان رہے گا۔ صحابہ کرام کبھی بھی رضائے رب کے مستحق نہ بنتے اگر وہ آپ ﷺ پر نازل کردہ وحی خفی کو نہ مانتے۔ کیونکہ عمل کا میدان پھر دینی نہیں ذاتی اغراض کا بن جاتا ہے جس میں قربانی وتبدیلی نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ دیکھئے کس طرح لوگ وحی کی سچائی پر ایمان لاتے ہیں:

☆ ......عمیر بن وہب طواف کے دوران میزاب کعبہ کے نیچے صفوان بن امیہ کے ساتھ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی حامی بھرتا ہے۔ مدینہ آ کر آپ ﷺ کو یہ کہتا ہے کہ میں بدر کے قیدیوں اور اپنے کچھ ساتھیوں کو چھڑانے کے لئے فدیہ بھی لایا ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تم صفوان بن امیہ کے ساتھ میزابِ کعبہ کے نیچے بیٹھ کر میرے قتل کا پروگرام بناتے رہے اس نے تمہیں یہ یہ کہا اور تم نے اسے یہ یہ کہا۔ سنتے ہی عمیر نے کہا کہ اس وقت میرے اور صفوان کے مابین کوئی تیسرا نہیں تھا یہ اطلاع آپ کو سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اور مسلمان ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......تحویل قبلہ کی خبر ہو یا حرمت شراب کی اطلاع صحابہ نے صحابہ سے ہی ان کی خبر سنتے ہی اس پر عمل بھی کر ڈالا۔ انتظار کی زحمت ہی نہیں کی کہ سلام پھیر لیں یا رسول محترم کی خدمت میں پہنچ کر اس کی تصدیق خود کر لیں۔ اس لئے کہ سچے سچوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام اس وحی خفی کو آگے منتقل کرنے میں جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

کیا آپ ﷺ کا اجتہاد بھی وحی تھا؟

کیا آپ ﷺ اجتہاد کرتے تھے؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ علماء میں کچھ اس کے قائل ہیں کہ آپ کو صرف دنیوی امور میں اجتہاد کرنے کا حق حاصل تھا اور کچھ تمام امور میں اجتہاد کی اجازت نہ ہونے کے قائل ہیں۔ اس تمام تر اختلاف کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو دینی و دنیاوی اجتہاد کئے اگر وہ درست تھے تو وحی نے ان کی تائید کر دی جن کا قبول کرنا واجب ٹھہرا اور اگر کہیں خطا ہو بھی گئی تو وحی نے انہیں درست کر کے ان کی تصویب فرما دی اور فرض کی مہر ثبت کر دی۔ اور ہمیں ان کی اتباع کا حکم دے دیا۔ اب اس تبدیلی پر عمل واجب اور خلاف اولی کا ترک بھی واجب ہو گیا۔ اولی سے امت احتجاج لے سکتی ہے اور خلاف اولی سے نہیں۔ مثلاً:

......آپ ﷺ نے شیخین سے مشورہ کے بعد اساری بدر سے فدیہ لینے کا اجتہاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

﴿ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. ﴾ (انفال: ۶۷، ۶۸، سنن ترمذی: ۱۷۱۴) کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے قیدی ہوں جب تک کہ وہ اچھی طرح زمین میں دشمن کا خون نہ بہا دے۔ کیا تم دنیاوی ساز و سامان چاہتے ہو اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب وحکیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہلے سے لکھا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا تمہیں ضرور اس کی سخت سزا ملتی۔

......لیکن اگر کسی غیر نبی کے اجتہاد میں خطأ ہو جیسا کہ ہوئی ہے تو اس کی اصلاح کون کرے گا؟ اور اسے کون باور کرائے گا کہ اس کی یہ خطأ ہے؟ یہی وہ فرق ہے جو نبی و غیر نبی میں ہے۔ پھر رسول کی خطأ کی اصلاح ہوتے ہی اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے مگر مجتہد کی خطأ کے باوجود اس کی تقلید کو لوگ پھر بھی نہیں چھوڑتے۔

......عبداللہ بن ابی ابن سلول کی نماز جنازہ آپ ﷺ نے فتنہ دور کرنے، ابن ابی کے دوستوں کی تالیف قلب اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان بیٹے کا دل رکھنے کے لئے پڑھ لی۔ یہ بیٹا اسلام میں اپنے باپ کی وجہ سے خوب آزمائش میں ڈالا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾ (توبہ:۸۴) اور آئندہ ان میں جو مر جائے اس کی نماز جنازہ کبھی پڑھئے اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے۔ بے شک یہ اللہ اور اس کے رسول کے کافر ہیں اور وہ اس حالت میں مرے جب وہ فاسق تھے۔

......رہی حدیث، کھجور کے شگوفوں میں پیوند کاری کی تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: لَا اَظُنُّ اَنَّ هٰذَا يُغْنِيْ شَيْئًا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کرنا انہیں فائدہ دے گا۔ ایک اور روایت میں ہے: مَا اَرَی هٰذَا يُغْنِيْ شَيْئًا۔ میرا خیال نہیں کہ یہ کام انہیں کوئی فائدہ دے۔ (صحیح مسلم) اس جملے کو صحابہ کرام نے غلط سمجھا کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اگلے سال جب پھل نہ نکلا تو آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: كُنْتُ ظَنَنْتُ ظَنًّا، اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ فَمَا كَانَ مِنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَاِلَيَّ۔ میں نے تو ایک خیال ظاہر کیا تھا باقی دنیا (اس پیوند کاری) کے معاملے میں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ مگر جو تمہارا دینی معاملہ ہو تو اسے میرے پاس لے آؤ۔ اس سے مراد عام قاعدہ نہیں۔ یہ اجتہاد تو نہیں تھا بلکہ ایک خیال تھا۔

کیا دنیاوی معاملہ کہہ کر کہیں عقائد، عبادات، معاملات، بیع وشراء، نکاح وطلاق، گفتگو، لباس اور طعام وشراب کے آداب اور عام اسلامی اخلاق سے جان چھڑانا مقصود تو نہیں؟ نیز جب یہ حدیث دنیا کے عام معاملہ کے بارے میں ہے تو اسے خاص بنانے کی کیا دلیل ہے؟

آپ ﷺ کے ارشادات ومعمولات بھی بسا اوقات آپ ﷺ کی مخصوص عادات سے وابستہ ہوتے۔ آپ ﷺ کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی باتیں کرتے۔ نامناسب اور غلط حرکت یا بات کی اصلاح فرماتے۔ کچھ باتیں قضاء اور حسن معاشرت کی ہوتیں مگر ان کا دین اور دعوت دین سے گہرا تعلق ہوتا۔ آپ ان کے بارے میں مشورہ بھی فرماتے۔ اپنی رائے بھی دیتے۔ کسی صحابی کو کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو گاہے مجمع میں اور گاہے تنہائی میں آپ ﷺ سے حل دریافت کر لیتا۔

درج ذیل آیات ان معمولات کی تائید کرتی ہیں:

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰی. وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی. اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰی﴾ لوگو! تمہارا ساتھی نہ بھٹکا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ بہکا ہے اور نہ ہی وہ خواہش نفس کے مطابق بولتا ہے بلکہ جو کچھ بولتا ہے وہ سوائے کی گئی وحی کے کچھ نہیں ہوتا۔

یہاں نطق سے مراد صرف قرآن کریم کا کلام نہیں بلکہ آپ ﷺ کے خواب وگفتگو،عمل، الہام والقاء وغیرہ بھی ہیں۔

قرآن وحدیث میں فرق

حدیث رسول کو وحی خفی تسلیم کرنے کے باوجود قرآن اور حدیث میں چند اعتبار سے کچھ فرق ہے۔ وہ یوں کہ:

......قرآن، وحی جلی ومتلو اور کلمات رب ہیں اور حدیث، وحی خفی غیر متلو مگر کلمات رسول محترم کے ہیں۔

......قرآن کے الفاظ آپ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوتے ہیں جب کہ اس کا مفہوم وبیان اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ کے قلب اطہر میں القاء کرتے ہیں تاکہ بیان کی ذمہ داری بھی ادا ہو۔

......دہن ایک اور زبان مبارک بھی ایک مگر جب آپ ﷺ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کریم ہے اور اس میں اپنی بات نہیں ملاتے۔ جب اپنی گفتگو فرماتے ہیں تو اسے آپ ﷺ حدیث کا نام دیتے ہیں اور اس میں قرآن پاک کو نہیں ملا پاتے۔ مگر دونوں کا مضمون ربانی ہے۔ یہی تو آپ ﷺ کا امین ہونا ہے۔

......قرآن کریم سے قبل حدیث کو لازماً ماننا پڑتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد: مجھ پر قرآن اترا ہے۔ آپ کی اس خبر کو سچا تسلیم کریں گے تو قرآن مانیں گے ورنہ شک وانکار میں رہیں گے۔

حدیث ورائج فقہ میں فرق

حدیث: حدیث کا دائرہ کار موجودہ فقہ سے وسیع تر ہے جسے ذخیرہ حدیث کے مضامین باور کراتے ہیں۔ عمل کے ساتھ عقیدہ، ایمان، شرعی احکام، معجزہ، آثار قیامت، حیات برزخ، فتنہ قبر، حشر ونشر اور جنت وجہنم کے بارے میں مرویات ہیں جو منزل من اللہ ہیں۔ محدثین کرام نے آپ ﷺ کے اس قول وعمل کو بہ سند بیان کیا۔

رائج فقہ: اہل علم جانتے ہیں کہ رائج فقہ خیر القرون میں نہیں تھی اس مبارک دور میں فقہ سے مراد صرف شریعت تھی۔ جب کہ موجودہ رائج فقہ شخصی، مسلکی یا مذہبی فقہ کہلاتی ہے جس کا تعلق صرف عملی احکام سے ہے۔ اسے علم الفروع بھی کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ متأخر فقہاء کی یہ مذہبی تقسیم خیر القرون کے شرعی وفقہی فہم سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم مضامین: علماء نے اس کے چند اہم مضامین یہ بتائے ہیں:

تاریخی: یہ پہلا اور قدرے بڑا حصہ ہے جو استنادی اعتبار سے دوسری تاریخوں کے مقابلہ میں انتہائی معتبر و مستند ہے۔ دیگر تواریخ میں قوم کے سیاسی، قومی، معاشرتی و معاشی حالات کا تجزیہ ہوتا ہے مگر حدیث میں صرف ذات رسول ﷺ کی نبوی شخصیت کا تذکرہ بہ ذریعہ صحیح سند ہوتا ہے۔ سند میں خود حدیث کی تدوین اور زبانی روایت کی تاریخ پنہاں ہے۔ یہ قابل بحث چیز نہیں بلکہ تاریخ کا اس طرح حصہ ہیں جس طرح دنیا کی اور تاریخیں ہیں۔ اگرچہ استنادی حیثیت سے دونوں میں فرق ہے۔ مگر صحیح علم کا حصول، غور وفکر اور عبرت ونصیحت کے لئے بہت سبق آموز ہے۔

اخلاق وحکمت: اس حصہ میں اخلاق عالیہ وحکمت کی باتیں ہیں مثلاً جھوٹ سے اجتناب، سچائی کی عظمت، عدل کی تعریف اور علم کی خوبی۔ اپنی تہذیب اپنا تمدن اور اپنے اخلاق فاضلہ کی حکیمانہ باتیں اس میں ہیں اور ان کے کرنے اور اپنانے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

عقائد: اس میں عقائد ہیں جن کا تعلق ایمان بالغیب، معجزات اور وحی خفی وغیرہ سے ہے۔ عقیدہ غیر متزلزل یقین کو کہتے ہیں۔ جسے پانے کا واحد ذریعہ وحی ہے۔ اسی وجہ سے عقائد کا واحد منبع قرآن پاک اور احادیث نبویہ ہیں۔ خواہ یہ احادیث متواتر ہوں یا اخبار آحاد۔ اور ان کے ماننے نہ ماننے پر کفر واسلام میں فرق کیا جاتا ہے۔

احکام: احادیث کا یہ حصہ فقہی اور اصولی ہے اور اسی حصے پر مسلمانوں کے تمام عملی کاروبار کا دار ومدار ہے۔ سنن کی عام کتب میں یہ سب مواد مل جاتا ہے اور صحاح تو امتیازی حیثیت رکھتی ہی ہیں۔ جو نا قابل تغیر ہیں اور کچھ قابل اجتہاد بھی۔

......بے شمار احادیث میں آپ ﷺ کی احادیث کو فقہ کہا گیا ہے۔ اور اس کے علماء ہی فقہاء گردانے گئے۔ مثلاً:

اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ۔ (متفق علیہ) لوگو! (میرے خطبہ کی احادیث کو) جو موجود ہے وہ غائب تک ضرور پہنچائے۔ اکثر فقہ کے حامل، سننے والے سے زیادہ، یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

......آپ ﷺ نے اپنی ہی حدیث کے فہم کو فقہ فرمایا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ۔ انصاری خواتین کتنے زبردست دینی ذوق رکھتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں دین کا فہم حاصل کرنے میں حیاان کے مانع نہیں ہوتا تھا۔

......سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا۔ تم لوگوں کو کانوں کی طرح پاؤ گے جاہلیت میں ان کا بہترین انسان اسلام میں بھی بہترین ہوگا بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ پالے۔ (متفق علیہ)

......وفد عبدالقیس کو بھی ایمان، روزہ، زکوٰۃ اور خمس وغیرہ کے احکام بتائے اور شراب کے برتنوں کے استعمال سے ممانعت فرمائی اور آخر میں فرمایا:

إِحْفَظُوْهُنَّ وَأَخْبِرُوْهُنَّ مَنْ وَرَائَكُمْ۔ انہیں یاد رکھو اور اپنی قوم کو بھی جا کر انہیں بتاؤ۔ (جملے کی ابتداء میں نص اور اسے سمجھنے پر آپ ﷺ نے زور دیا ہے یہی فقہ ہے)۔

......ضمام بن ثعلبہؓ جو قبیلہ بنو سعد کے تھے۔ کو بھی آپ ﷺ نے نماز، روزہ کے احکام بتائے جو اپنی قوم کی طرف سے قاصد بن کر چند سوالات لے آئے تھے۔ انہیں سمجھ کر واپس گئے۔

ملاحظہ......معاشرے کے مختلف الخیال طبقے حدیث کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کرتے اور اس سے نالاں ہیں۔ ان کے نزدیک اہم وہی ہے جو موجودہ لہر یا روشِ زمانہ ہے۔ نزاکت کی انتہاء یہ ہے کہ رسول محترم کے علاوہ جس نے جو کچھ کہا اسے بغیر تحقیق کئے طے شدہ معاملہ سمجھ کر لے لیتے ہیں اور اسے چھیڑنا فتنہ انگیزی کہتے ہیں۔ مگر رسول محترم ﷺ نے جو کچھ کہا اور وہ صحیح و ثابت بھی ہو اس سے طیش میں آجاتے ہیں۔ عجب ہے ہماری مسلمانی۔ جب کہ مسلم علماء کا اتفاق ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو شخصی رائے اور اقوال اکابر بھی ترک کر دئے جائیں۔

حدیث وسیرت میں فرق

محدثین اور ارباب رجال کی یہ قدیم اصطلاح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خاص غزوات کو وہ مغازی اور سیرت سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن اسحاق کی کتاب مغازی کو سیرت بھی کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کتاب المغازی میں یہ دونوں نام ایک ہی کتاب کے لئے استعمال کئے ہیں۔ فقہ کی بھی یہی اصطلاح ہے۔ فقہ میں باب کتاب الجہاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والسیر میں لفظ سیرت سے غزوات اور جہاد کے احکام مراد ہوتے ہیں۔

☆......محققین کہتے ہیں کہ صحیح حدیث، تمام ارباب سیر کی متفقہ بات کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے۔ دو واقعے بطور مثال کے یہ ہیں:

۱......غزوات میں ایک غزوۂ ذوقرد کے نام سے مشہور ہے۔ ارباب سیر متفق ہیں کہ صلح حدیبیہ سے قبل یہ واقع ہوا تھا لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن الاکوعؓ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے:

لَا يَخْتَلِفُ اَهْلُ السِّيَرِ اَنَّ غَزْوَةَ ذِىْ قَرَدٍ كَانَتْ قَبْلَ الْحُدَيْبِيَةِ فَيَكُوْنُ مَا وَقَعَ فِىْ حَدِيْثِ سَلَمَةَ مِنْ وَهْمِ بَعْضِ الرُّوَاةِ۔ اہل سیر میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ ذی قرد حدیبیہ سے پہلے واقع ہوا تھا تو سلمہ کی حدیث میں جو مذکور ہے۔ وہ کسی راوی کا وہم ہوگا۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (ذکر غزوۂ ذی قرد) میں قرطبیؒ کے اس قول پر بحث کر کے لکھتے ہیں:

فَعَلَى هٰذَا مَا فِى الصَّحِيْحِ مِنَ التَّارِيْخِ لِغَزْوَةِ ذِىْ قَرَدٍ اَصَحُّ مِمَّا ذَكَرَهُ اَهْلُ السِّيَرِ۔ تو اس بنا پر صحیح مسلم میں غزوۂ ذی قرد کی جو تاریخ مذکور ہے وہ مصنفین سیرت کی دی گئی تاریخ سے زیادہ صحیح ہے۔

مشہور محدث دمیاطیؒ نے سیرت پر ایک کتاب لکھی ہے جو مطبوع ہے۔ اس میں انہوں نے اکثر موقعوں پر ارباب سیر کی روایت کو ترجیح دی تھی لیکن جب زیادہ کھود کرید کی تو انہیں معلوم ہوا کہ احادیث صحیحہ کو سیرت کی روایتوں پر ترجیح حاصل ہے چنانچہ اپنی کتاب میں ترمیم کرنا چاہی لیکن اس کے نسخے کثرت سے شائع ہو گئے تھے اس لئے نہ کر سکے۔ حافظ ابن حجرؒ خود دمیاطی کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں:

وَدَلَّ هٰذَا عَلَى اَنَّهُ كَانَ يَعْتَقِدُ الرُّجُوْعَ عَنْ كَثِيْرٍ مِّمَّا وَافَقَ فِيْهِ اَهْلُ السِّيَرِ وَخَالَفَ الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ وَاَنَّ ذٰلِكَ كَانَ بِهٖ قَبْلَ تَضَلُّعِهٖ مِنْهَا وَلِخُرُوْجِ نُسَخِ كِتَابِهٖ وَانْتِشَارِهٖ لَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ تَغْيِيْرِهٖ۔ زرقانی بر مواہب جلد سوم۔ اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ (دمیاطی) قصد کر چکے تھے کہ جن موقعوں پر انہوں نے ارباب سیر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق کر کے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے ان سے رجوع کریں گے اور یہ کہ یہ امر ان سے مہارت فن سے قبل صادر ہوا۔ لیکن چونکہ کتاب کے نسخے شائع ہو چکے تھے۔اس لئے وہ اپنی کتاب کی اصلاح نہ کر سکے۔

۲......ایک غزوہ،غزوۂ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے اس کی نسبت اکثر ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ خیبر سے قبل واقع ہوا تھا لیکن امام بخاریؒ نے تصریح کی ہے کہ خیبر کے بعد واقع ہوا۔اس پر علامہ دمیاطیؒ نے بخاریؒ کی روایت سے اختلاف کیا۔حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا شَیْخُہُ الدُّمْیَاطِیُّ فَادَّعٰی غَلَطَ الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ وَاَنَّ جَمِیْعَ اَھْلِ السِّیَرِ عَلٰی خِلَافِہٖ(فتح الباری جزء سابع)باقی ان کے شیخ دمیاطی نے صحیح بخاری کی حدیث صحیح کو غلط کہا ہے اور تمام اہل سیر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بالاتفاق اس حدیث کے خلاف ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس قول کو نقل کر کے اس کا رد بھی کیا ہے۔اس تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ:

ا......سیرت ایک جداگانہ فن ہے اور بعینہ فن حدیث نہیں ہے اور اس بنا پر اس کی روایتوں میں اس درجہ کی شدت احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جاتی جو فن صحاح ستہ کے ساتھ مخصوص ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ فقہ کا فن قرآن اور حدیث ہی سے ماخوذ ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہی بعینہ قرآن یا حدیث ہے یا ان دونوں کے ہم پلہ ہے۔

ب......مغازی اور سیرت میں جس قسم کی جزئی تفصیلیں مقصود ہوتی ہیں وہ فن حدیث کے اعلیٰ بلند معیار کے موافق نہیں مل سکتیں اس لئے ارباب سیر کو تنقید اور تحقیق کا معیار کم کرنا پڑتا ہے اس بنا پر سیرت و مغازی کا رتبہ فن حدیث سے کم رہا۔

ج......جس طرح امام بخاری و مسلم نے یہ لازم قرار دیا کہ کوئی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب میں درج نہ کریں گے اس طرح سیرت کی تصنیفات میں کسی نے یہ التزام نہیں کیا۔آج بیسیوں کتابیں قدماء سے لے کر متاخرین تک کی موجود ہیں۔مثلاً سیرت ابن اسحاق،سیرت ابن ہشام،سیرت ابن سید الناس،سیرت دمیاطی،حلبی،مواہب لدنیہ کسی میں یہ ضروری قرار نہیں دیا گیا۔

یہ ملحوظ رہے کہ کتب حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے حالات اور اخلاق و عادات سے متعلق بکثرت واقعات مذکور ہیں جو سیرت کہلائے جا سکتے ہیں۔تاہم تنہا ان سے ایک تاریخی تصنیف تیار نہیں ہو سکتی۔اس کے علاوہ ان میں تاریخی ترتیب نہیں ہے یہاں ہم نے جن کتب کا ذکر کیا ہے کتب حدیث ان کے علاوہ ہیں۔(سیرۃ النبی ﷺ:ج۱،ص۸،حاشیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: رائے سے مراد فہم وعقل نہیں کیونکہ ہر صاحب علم اس سے مالا مال ہوتا ہے اور نہ ہی رائے سے مراد ایسا قیاس ہے جس کا اعتماد سنت پر نہ ہو کیونکہ اسے بھی کوئی مسلمان اختیار نہیں کر سکتا۔ نیز رائے سے مراد قیاس واستنباط کی قدرت بھی نہیں کیونکہ امام احمدؒ بن حنبل، امام اسحٰقؒ اور امام شافعیؒ بالاتفاق اہل الرائے سے خارج ہیں حالانکہ وہ قیاس واستنباط پر اچھی طرح قادر تھے بلکہ اہل الرائے سے مراد وہ گروہ ہے جو متفق علیہ مسائل کے بعد کسی متقدم کے اصل کو لے کر تخریج مسائل کی طرف مائل ہو جن کا کام صرف نظیر کو نظیر کی طرف یا اصول میں سے کسی اصل کی طرف لوٹانا ہوتا ہے عموماً احادیث وآثار کا تتبع یہ لوگ نہیں کیا کرتے۔

☆☆☆☆☆

حفاظت حدیث کا ذمہ بھی اللہ تعالی نے لیا ہے۔

عموماً کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے لیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ بے شک ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

مگر حدیث کی حفاظت انسانوں نے کی ہے جس میں غلطی اور خطا کا امکان ہے۔ اس لئے یہ قابل اعتماد چیز نہیں۔ جواب یہ ہے کہ کس نے قرآن کریم کو جمع کیا اور کس نے لکھا اور کس نے اسے یاد کیا وغیرہ؟ اگر اس کے جامع وکاتب صحابہ کرام تھے اور ان سے سیکھنے اور آگے منتقل کرنے والے تابعین وتبع تابعین تھے۔ جمع قرآن کے اس سارے عمل کو اگر بلا تردد قبول کیا جا سکتا ہے تو پھر حدیث کی روایت اس کی کتابت وغیرہ میں شک کیوں؟ اسی قرآن کریم میں ہی اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ بیشک ہم پر ہی اس کے جمع کرنے اور پڑھوانے کی ذمہ داری ہے اور پھر ہم پر ہی اس کے بیان کی ذمہ داری ہے۔

یہ بیان کیا ہے جس کی ذمہ داری اللہ تعالی لے رہے ہیں اور یہ کس طرح ادا ہوگی؟ ظاہر ہے یہ قرآن کی طرح وحی جلی نہیں بلکہ وحی خفی ہوگی جو قرآن کی وضاحت ہوگی۔ یہی وضاحت کرنا بھی آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ..﴾(النحل:۴۴) ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن کو اس لئے اتارا تا کہ آپ لوگوں کو بیان کر دیں۔

اس بیان سے۔۔ جو آپ ﷺ کا قول وعمل ہے۔۔قرآن کریم کی حفاظت ہوئی ہے جس کے بغیر قرآنی تفسیر ومفہوم میں زلیغ آجاتا ہے۔آپ ﷺ سے بہتر آخر کون ہے جو قرآن کریم کو سمجھا سکے؟ آپ ﷺ نے اسے اپنے شاگردوں کو سکھایا، ان سے لکھوایا اور انہیں سکھانے پر مامور کیا۔یاد رکھئے! قرآن کریم میں صرف عبادات یا سائنسی ترقی اور ملکی وبین الاقوامی سیاست کے اسباق نہیں بلکہ اس میں کفار ومنافقین، ان کی اہل اسلام کے خلاف آئے دن کی خفیہ چالوں اور سازشوں کا بھی ذکر ہے۔اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور اہل ایمان ان کفار سے قتال وجہاد کریں۔ان کا کلچر وتہذیب جاہلیت ہے اسے مسلمان مت اپنائیں بلکہ انہیں دین قبول کرنے کی دعوت دیں۔آپ ﷺ اور اہل اسلام نے اس پر عمل کیا۔ان کے کلچر وتہذیب کو بدلا اور اپنی ثقافت وتہذیب کو انسانی ہمدردی اور شرافت سے جوڑا۔

آپ ﷺ کی آمد سے قبل روایت حدیث، جمع حدیث اور پھر نقد حدیث جیسے علوم یہود ونصاری کے ہاں انجانے تھے۔اگر انہیں اس کی کچھ شد ھ بدھ ہوتی تو سیدنا موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات ضرور محفوظ رکھتے اور تحریف وتبدیلی کا شکار نہ ہوتے۔یہی تو وعدہ ہے جس سے آپ ﷺ کے ارشادات کو اصل صورت میں محفوظ کر دیا۔

یہ سوال کہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے لیا ہے حدیث کا نہیں؟ بنیادی طور پر ہی غلط ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی طرح اس کے بیان ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ﴾ یعنی آپ کی احادیث کو بھی محفوظ کرنے کی ذمہ داری خود لی اور اس کا بندوبست فرمایا۔صحابہ وتابعین وتبع تابعین کرام نے اس ذمہ داری کو انتہائی دیانت داری سے نبھایا۔کیا ان پر معترض حضرات صرف اپنی دیانتداری کے ثبوت اپنوں سے دلوا سکتے ہیں؟ اب یہ کون سی علمی بات ہے کہ قرآن کریم میں کسی مسئلے کے مفہوم کے لئے صرف ایک آیت کا چناؤ کر کے اپنی غرض پوری کر لی جائے اور باقی آیات سے صرف نظر؟ کیونکہ ایسا رسول نہ اب آنا تھا اور نہ ہی کوئی نبی۔اس لئے بیان قرآن کے لئے کوئی منصب رسالت پر براجمان ہونے کی کوشش نہ کی جائے۔

تعلیمات حدیث: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے صرف بشیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔

رسالت کا یہ اعزاز ایسا ہے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی رسول کو عطا نہیں ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام صرف بنو اسرائیل کے رسول بنے۔ اور ان کا دعوتی کام بھی بنو اسرائیل تک محدود رہا۔

عیسیٰ علیہ السلام بھی بنو اسرائیل کی (انہی کی قدیم تعبیر کے مطابق) گم شدہ بھیڑوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ایسی کوشش نہیں کی کہ فلسطین سے باہر رہنے والے انسانوں کو دعوت دی جائے۔ مگر آپ ﷺ سے کہا گیا:

﴿قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ کہیے! لوگو میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

آپ ﷺ کو خاتم النبیین اور خاتم الرسل بنانے میں یہی حکمت تھی کہ کسی بھی نبی کی آمد کا امکان نہ رہے۔ قرآن کریم کے مزاج میں آپ ﷺ ایسے رچ بس گئے تھے کہ آپ کی ذات ہی دین کی تعبیر بن گئی۔ آپ ﷺ سے پہلے مکارم اخلاق مکمل نہیں ہوئے تھے۔ قرآن کریم نے ان کی تکمیل آپ ﷺ سے کرائی۔ اسلوب بدل گئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔ آپ کے اخلاق قرآن کریم کی سچی تصویر تھے۔ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم جہاں کم سے کم حد تک اخلاق کریمانہ کا تعین کرتا ہے وہاں وہ مکارم اخلاق کی انتہا بھی بتاتا ہے۔ کیا اپنے اس بیان میں سیدہ محترمہ، آپ ﷺ کے ادنیٰ درجے کے اخلاق کریمانہ مراد لے رہی ہیں یا اوسط و اعلیٰ درجے کے؟ ظاہر ہے قرآن کریم ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ اور یقیناً آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ جس اعلیٰ درجے کا اخلاق بتا رہا ہے ان کی مراد وہی ہے۔ آپ ﷺ خود بھی فرماتے ہیں: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ میں اخلاق کے اعلیٰ درجات کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ یہی اسلام ہے اور اس کے علاوہ ہر مذہب، ازم، سوچ اور فکر انسانی سوچ ہے اور نا قابل قبول۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور شے کو دین بنائے گا وہ اس سے بالکل قبول نہیں کیا جائے گا۔

یہی ہے دین اور یہی ہے اخلاق۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ سے یہ کہلوایا گیا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کہیے! میری عبادات، میری قربانیاں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا جینا اور میرا مرنا سبھی اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام میں رسول اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ ہر اعتبار سے اعلیٰ و افضل رکھا۔ کیونکہ آپ ﷺ قرآن کریم کی حقیقی عملی تعبیر پیش کر رہے تھے۔ جسے یوں بیان کیا گیا:

﴿وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. صِرَاطِ اللّٰهِ..﴾ آپ یقیناً صراط مستقیم کی راہنمائی کر رہے ہیں وہ صراط جو اللہ کا ہے۔

اس لئے اسی صراط کو ہم آپ ﷺ کی زندگی میں ہی پاتے ہیں جس میں آپ صحیح عبد بن کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے ایک ایک عمل اور قول کو رب کریم قبولیت ہی نہیں بلکہ ایک قدوہ (Role Model) بنا کر پیش کر رہے ہیں اور اہل دنیا سے فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا ....﴾ یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا...﴾ اور جو رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے باز رہو۔

آیئے! دیکھتے ہیں کہ احادیث نبویہ میں آخر کیا ہے جس سے کچھ لوگ کتراتے یا چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ کیا نبوی باتوں میں کسی شے کی کمی یا پسماندگی ہے جو اپنی مقدس حیثیت تسلیم نہیں کرا سکتی؟ یا انسان ترقی کرنے سے محروم ہو جاتا ہے؟

☆......جو عقیدہ قرآن دیتا ہے وہی حدیثِ رسول بھی دیتی ہے۔

مثلاً: استویٰ علی العرش، علو رب، نزول رب، اسماء و صفات باری تعالیٰ، رویت باری تعالیٰ کے عقائد اور خالق و مخلوق میں فرق اور دونوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونے کا عقیدہ۔ رفع عیسیٰ علیہ السلام یا قرب قیامت میں ان کے نزول کا عقیدہ۔ آخر قرآن کریم کا کون سا ایسا معنی و مفہوم ہے جو لوگ پا لیتے ہیں اور سمجھاتے بجھاتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کو نہ وہ مفہوم ملا اور نہ ہی آپ ﷺ نے اسے سمجھایا پھر بھی لوگ اسی معنی و مفہوم کو رسول اللہ ﷺ کے معنی و مفہوم پر ترجیح دیتے ہیں؟ کیا قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسنت کو ایک دوسرے سے جدا کرنے سے اور آبائی مفہوم بیان کرنے سے باطنی شرارتوں کے دروازے نہیں کھلتے؟

☆......**حدیث تو الہام والقاء ہے۔** آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ۔ مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی کا سبب ہے اور رضائے رب کے حصول کا ذریعہ بھی

جدید علم طب نے بتایا کہ مسواک نہ صرف منہ کو صاف رکھتی ہے بلکہ مسوڑھوں (Gums) اور دانتوں کے درمیان موجود زہریلے مواد کو وہی باہر نکالتی ہے مزید یہ کہ مسواک دانتوں کو مضبوط اور صاف ستھرا رکھنے کے علاوہ منہ، گلا، معدہ اور پیٹ کی کئی بیماریوں پر قابو پاتی ہے۔ السر (Ulcer) اور ایسیڈیٹی (Acidity) کا زیادہ تر سبب یہی زہریلا مواد ہوتا ہے۔

ایسے ایمان کا کیا فائدہ جو غیر مسلم سائنس دانوں نے ارشادات نبوی پر تحقیق کرکے ہم سے منوایا مگر رسول اکرم ﷺ کی الہامی باتیں ہمارے اندر ایمان بالغیب کو زندہ نہ کرسکیں۔

☆......**حدیث میں علم الغیب کی باتیں ہیں**

جس طرح قرآن کریم نے علم غیب سے متعلق خبر دی ہے رسول محترم ﷺ نے بھی غیب سے متعلق اخبار ہمیں دی ہیں جو ظاہر ہے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو بتائی گئیں۔ مثلاً:

يَنْزِلُ رَبُّنَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَيَقُوْلُ: هَلْ مِنْ دَاعٍ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ، هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ، هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَأَتُوْبَ عَلَيْهِ۔ (صحیح بخاری: ۱۱۴۵) جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو ہمارے رب کریم آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں: کیا کوئی دعا کرنے والا ہے جس کی میں دعا سن کر قبول کروں؟ کیا کوئی معافی مانگنے والا ہے جسے میں معاف کردوں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی توبہ میں قبول کرلوں؟

اللہ تعالیٰ کا یہ نزول اسی شان وانداز کا ہے جو اس کی ذات کو زیبا ہے۔

☆......**اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر کے مطابق سب کچھ ہو رہا ہے**

يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ (صحیح بخاری: ۴۸۲۶) ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے وہ زمانے کو گالی دیتا ہے جبکہ زمانہ میں ہوں میرے ہاتھ میں امر ہے میں ہی شب و روز کو الٹتا پلٹتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......ساحر، کاہن اور سنیاسی سے علاج معالجہ کرانا حرام ہے

لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَ لَہُ، اَوْ تَکَھَّنَ اَوْ تُکُھِّنَ لَہُ، اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَہُ، وَمَنْ اَتٰی کَاھِنًا فَصَدَّقَہُ بِمَا یَقُوْلُ، فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ۔ (مسند البزار: ۳۰۴۴، مجمع الزوائد: ۴۸۰) وہ آدمی ہم میں سے نہیں جس نے فال لی یا فال کروائی، یا کہانت اختیار کی یا اس کے لئے کہانت کی گئی، یا اس نے جادو کیا یا اس کے لئے جادو کیا گیا۔ جو آدمی کاہن کے پاس آئے اور جو کچھ وہ کہے اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر اتارا گیا۔

☆......تعویذ، گنڈے، دھاگے، پتھر کی انگوٹھی کا پہننا حرام ہے:

مَنْ تَعَلَّقَ تَمِیْمَۃً فَلَا اَتَمَّ اللّٰہُ لَہُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَۃً فَلَا وَدَعَ اللّٰہُ لَہُ۔ (مسند احمد: ۱۵۴/۴) جو شخص تعویذ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کی خواہش پوری نہ کرے اور جو سیپی وغیرہ لٹکائے اللہ تعالیٰ اسے آرام نہ دے۔

اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ۔ دم، تعویذ اور جادو یہ سب شرک ہیں۔ (سنن أبي داود: ۳۸۸۳)

☆......شرعی دم اور مباح دوائیں:

مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہُ شِفَاءً، عَلِمَہُ مَنْ عَلِمَہُ وَجَھِلَہُ مَنْ جَھِلَہُ۔ (صحیح بخاری: ۵۶۷۸) اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی نازل کی ہے اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے جس نے اسے جان لیا اس نے اسے جان لیا اور جو اس سے ناواقف رہا وہ اس سے ناواقف ہی رہا۔

☆......گھروں میں تمثال لٹکانا یا بت رکھنا حرام ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَلَا صُوْرَۃٌ تَمَاثِیْلَ۔ (صحیح بخاری: ۳۲۲۵) فرشتے اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو یا بت کی صورت ہو۔

آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

لَا تَدَعْ صُوْرَۃً اِلَّا طَمَسْتَھَا وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہُ۔ (صحیح مسلم: ۹۶۹) جو تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے برابر کردو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......نیک بزرگوں کی قبروں کو مسجد بنانا حرام ہے

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا كَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِیْلًا، اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ وَصَالِحِیْهِمْ مَسَاجِدَ، اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔ (صحیح مسلم:۵۳۲) اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیمؑ کو خلیل بنایا اور اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو ہی بناتا۔ سنو تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد یعنی سجدہ گاہ بنالیا کرتے۔ خبردار رہو! ان قبروں کو مسجد مت بنانا میں تمہیں اس سے روک رہا ہوں۔

☆......نبی کریم ﷺ کی یا اولاد کی قسم کھانا منع ہے

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِیَصْمُتْ۔ (صحیح بخاری:۲۶۷۹) جو شخص قسم کھانا چاہے تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

☆......حدیث یہ بھی کہتی ہے کہ یاد اللہ سے رویا جائے

مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ فِی السَّبْعَةِ الَّذِیْنَ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ۔ (صحیح البخاری:۶۴۷۹) جس نے خلوت میں (اپنے گناہوں کو یاد کیا) اور (دوسری طرف) اللہ تعالیٰ (کی اپنے اوپر مہربانیوں کو) کو یاد کیا پھر (اللہ سے ڈرتے ہوئے) اس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں تو یہ ان سات قسم کے لوگوں میں شمار ہوگا جنہیں اللہ تعالیٰ ایسے روز اپنے سائے میں جگہ عطا کرے گا جب سوائے اس کے سایہ کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔

☆......یہ بھی حدیث ہے کہ آپ ﷺ کا نام گرامی سنتے ہی آپ ﷺ پر درود پڑھنا چاہئے

لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قُبُوْرًا، وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا، وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ۔ (سنن ابی داؤد:۲۰۴۲) اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ اور میری قبر کو مقام عید بھی نہ بنانا، مجھ پر درود پڑھا کرو جہاں بھی تم ہوگے تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

☆......نزول وحی، معراج، ہجرت اور غزوۂ بدر کی راتیں، شب میلاد سے افضل ہیں

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (صحیح بخاری:۲۶۹۷) جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات متعارف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرائی جو میرے دیے ہوئے دین میں نہیں تو وہ مردود ہے۔

☆......حدیث میں بھی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے نہ سولی پہ چڑھے

از روئے قرآن عیسیٰ علیہ السلام نہ سولی پہ چڑھائے گئے، نہ قتل ہوئے اور نہ ہی فوت ہوئے کیونکہ قتل یا صلب اصلاً بدن کے لئے ہوتا ہے اور اگر صرف روح کو اٹھایا گیا ہوتا تو یہود وعیسائی حضرات کے دعوائے قتل یا صلب کی تائید ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ کے مکمل اختیار وقوت اور حکمت یا نصرت وتائید کی نفی بھی۔ اس لئے:

﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء:١٥٨) اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو (روح وجسم سمیت) اپنی طرف اوپر اٹھالیا۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

☆......از روئے حدیث وہ آخری زمانہ میں نزول فرمائیں گے

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلُهٗ اَحَدٌ۔ (صحیح بخاری:٣٤٤٨) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم حاکم وعادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے کوئی بھی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ، قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ: لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءِ۔ تَکْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ۔ (صحیح مسلم:١٥٦) میری امت کا ایک گروہ حق پر لڑتا، قیامت کے دن تک غالب رہے گا آپ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا: آیئے نماز پڑھایئے تو وہ فرمائیں گے: نہیں تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں۔ یہ عزت وتکریم ہوگی جو اللہ تعالیٰ اس امت کو عطا کرے گا۔

☆......حدیث میں مجتہد اور مفتی کو تنبیہ

اَجْرَؤُکُمْ عَلَی الْفُتْیَا اَجْرَؤُکُمْ عَلَی النَّارِ (سنن دارمی:١٥٧) تم میں فتوی دینے میں زیادہ جری دراصل جہنم کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگ کے حصول میں زیادہ جری ہے۔

☆......از روئے حدیث سفید بال رنگ کر کالے نہ کر دیئے جائیں

جِیئَ بِأَبِی قُحَافَةَ یَوْمَ الْفَتْحِ إِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَکَانَ رَأْسُهُ ثَغَامَةً، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِذْهَبُوْا بِهِ إِلَی بَعْضِ نِسَائِهِ فَتُغَیِّرْ بِشَیْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ (صحیح مسلم:۲۱۰۲) فتح مکہ کے روز ابو قحافہ کو رسول اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا تو ان کا سر ثغامہ پھول کی طرح انتہائی سفید تھا آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں ان کے گھرانے کی کسی خاتون کے پاس لے جاؤ جو ان کے بالوں کو کسی رنگ میں تبدیل کر دے بس کالے رنگ سے وہ بچیں۔

☆......حدیث بتاتی ہے کہ باغ فدک کس کی وراثت ہے؟

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ۔ ہم جماعت انبیاء، وارث نہیں بنائے جاتے۔ (یعنی ہمارا مال وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا) بلکہ ہمارا ترکہ تو صدقہ ہوتا ہے۔

وراثت یا علم کی ہوتی ہے یا ملک کی یا مال کی۔ سیدنا سلیمان سیدنا داؤد کے وارث بنے مگر کس میں؟ جواب یہ ہے: صرف علم نبوت اور ملوکیت میں۔ ورنہ سیدنا داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔ یہی وراثت علم ونبوت سیدنا یحیٰی علیہ السلام کو اپنے والد محترم سیدنا زکریا علیہ السلام سے ملی۔ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہی فرمایا۔ سنن ابوداؤد میں ہے:

إِنَّ الْأَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔ تحقیق انبیاء وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑا کرتے وہ صرف علم بطور وراثت چھوڑتے ہیں جس نے بھی اس علم کو لے لیا اس نے بڑا نصیب پالیا۔

اسی لئے سیدنا ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہؓ کو کوئی حصہ مال نہیں دیا اور نہ ہی سیدنا علیؓ نے اپنے دور خلافت میں اس فیصلے کو غلط سمجھ کر اس کی اصلاح کی۔ بلکہ سیدہ فاطمہؓ نے بھی حدیثِ رسول کو تسلیم کیا۔

☆......ضعیف حدیث سے استنباط مسائل نہ کیے جائیں۔ جیسے سیدنا ابن عمرؓ کی یہ حدیث:

لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَیْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ۔ (سنن ترمذی:۱۳۱) حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کے راوی اسماعیل بن عیاش حجازیوں سے روایت کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ورنہ حیض ونفاس والی عورت قرآن کریم کو ہاتھ لگائے بغیر پڑھ سکتی ہے۔ جیسے:

اَنَّهُ كَانَ لَا يَحْجِزُهُ عَنِ الْقُرآنِ شَيْءٌ اِلَّا الْجَنَابَةُ۔ (مسند احمد: ۱/۱۲۵) آپ ﷺ کو سوائے جنابت کے کوئی شے قرآن پڑھنے سے نہیں روکتی تھی۔

☆......خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد

اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا۔ (صحیح بخاری: ۱۱۶۶) جب تم میں کوئی روز جمعہ اس وقت مسجد میں آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے اور انہیں مختصر پڑھے۔

☆......متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز

اَنَّ مُعَاذَبْنَ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ۔ (صحیح بخاری: ۷۰۰) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے نماز عشاء پڑھتے پھر اپنی قوم میں آ کر انہیں نماز عشاء کی امامت کراتے۔

☆......ادائیگی زکوۃ میں کوتاہی اور سزا

مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا مِنْ فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا، اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِيْنُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهُ، فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ۔ سونے وچاندی کا مالک اگر ان کی زکوۃ ادا نہیں کرتا تو ان سے آگ کے چوڑے تختے بنائے جائیں گے جنہیں جہنم کی آگ میں مزید گرما کر ان کے ساتھ اس کی پیشانی، پہلو اور پشت کو داغا جائے گا۔ جب بھی یہ ٹھنڈے ہوں گے تو انہیں دوبارہ گرم کرلیا جائے اور یہ سلسلہ سارا دن جاری رہے گا جس کی مدت پچاس ہزار سال ہوگی حتی کہ سبھی بندوں کا حساب کتاب چکا دیا جائے گا جس کے بعد وہ اپنی راہ یا تو جنت کی طرف دیکھ پائیں گے یا جہنم کی طرف۔

☆......**زیور پر زکوۃ:** سونا خواہ زیور کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو از روئے حدیث اس کی زکوۃ ادا کرنا فرض ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے ایک خاتون کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے تو فرمایا:

اَتُعْطِيْنَ زَكٰوةَ هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا۔ قَالَ: اَيَسُرُّكِ اَنْ يُسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟ قَالَ: فَخَلَعَتْهُمَا فَاَلْقَتْهُمَا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: هُمَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ (سنن أبي داود: ۱۵۶۳) کیا تم اس کی زکوۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم خوش ہوگی اگر روز قیامت اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنا دے؟ راوی کہتے ہیں: اس خاتون نے دونوں کنگن اتارے اور نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔

☆......**نصاب کے برابر سامان تجارت پر زکوۃ:** ورنہ حدیث میں اسے بھی کنز کہا گیا ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِىْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ۔ (سنن أبي داود: ۱۵۲۲) رسول اکرم ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے کہ ہم سامان تجارت کی بھی زکوۃ دیا کریں۔

☆......**سود کی زیادہ تر صورتیں:** ادھار کی ہی ہیں۔ بینکرز ادھار اور سود کو یکجا کر کے گناہ در گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بینکوں کے معاملات ان سودی معاملات سے مختلف نہیں جن کی حرمت نصوص سے ثابت ہے۔ حیلوں سے حرام کو حلال نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث میں ہے:

اِنَّمَا الرِّبَا فِى النَّسِيْئَةِ۔ (صحیح مسلم: ۱۵۹) سود، ادھار میں ہوا کرتا ہے۔

نیز آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا۔ (إرواء الغليل: ۲۳۵/۵) جو قرض بھی نفع کو کھینچے وہ سود ہے۔

لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ۔ (صحیح البخاری: ۲۱۷۷) سونے کو سونے کا ساتھ مت بیچو الا یہ کہ وہ برابر ہو اور کچھ کو کچھ سے کم یا زیادہ نہ کرو۔ اور نہ ہی غائب کو حاضر کے ساتھ بیچو۔

☆......**جنس کی جنس سے بیع:** نقدی ہو یا ادھار کی ہو۔ از روئے حدیث حرام ہے۔ حکمت یہ ہے کہ مسلمان اپنے باہمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملات ہمدردی، خیر خواہی اور امانت وسچائی سے نمٹائیں اور دھوکہ، خیانت وملاوٹ سے بچیں۔ نیز قرض در قرض سے محفوظ بھی رہیں اور سود کے لالچ میں آ کر اپنے نفع بخش منصوبوں اور مفید صنعتوں سے معطل بھی نہ ہوں۔

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، يَدًا بِيَدٍ، مَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى، اَلْآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيهِ سَوَاءٌ۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸۴) سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، نمک نمک کے بدلے برابر برابر ہوں اور دست بدست بیچو۔ جو زیادہ دے یا زیادہ طلب کرے تو اس نے سودی معاملہ کیا اور اس میں دونوں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔

نوٹ: بیع سلم اس لئے جائز ہے کہ اس میں جہالت اور دھوکہ نہیں اور بائع قیمت کے ساتھ اپنی فوری ضرورت پوری کرتا ہے اور مشتری کم قیمت پر شے خرید لیتا ہے۔ اس میں بائع ومشتری دونوں کو فائدہ ہوتا ہے جب کہ سودی معاملات میں معین اضافہ ہوتا ہے جو حرام ہے۔

☆......**سودی بینک یا کمپنی سے شیئرز خریدنا:** جو بینک یا کمپنیاں سودی کاروبار کرتی ہوں از روئے حدیث ان کے شیئر خریدنا یا ان کی ملازمت کرنا جائز نہیں۔ صحیح مسلم: ۱۵۹۸ میں ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ۔ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، اس کے کاتب اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

☆......**سرکاری ملازم کو تحفہ دینا:** اپنے حق میں فیصلہ کروانے یا کسی عہدہ کو خود حاصل کرنے کے لئے کسی کی خدمت میں مال یا کوئی اور فائدہ والی چیز پیش کرنا رشوت ہے جو از روئے حدیث حرام ہے۔

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّائِشَ۔ (مسند احمد: ۲۷۹/۵) رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے، دینے والے اور دونوں کے درمیان واسطہ بننے والے پر لعنت کی ہے۔

☆......**سود ورشوت خوری کی سزائیں:** از روئے حدیث سود قحط سالی اور رشوت دشمن کے غلبے کا سبب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيهِمُ الرِّبَا إِلَّا أُخِذُوا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيهِمُ الرِّشَا إِلَّا أُخِذُوا بِالرُّعْبِ۔

(مسند احمد:۴/۲۰۵) جس قوم میں سود عام ہو جائے تو وہ قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جس قوم میں رشوت عام ہو جائے اس پر دشمن کا رعب طاری ہو جاتا ہے۔

☆ ......**خوراک ناپاک ہو اور رزق حرام ہو تو دعا مردود**

يَا سَعْدُ:اَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ،وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْذِفُ اللُّقْمَةَ فِي جَوْفِهِ مَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ عَمَلاً أَرْبَعِينَ يَوْمًا،وَأَيُّمَا عَبْدٍ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهِ۔

(الترغیب والترہیب:۲/۵۴۷) اے سعد: اپنا کھانا پاک کرلو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ بندہ جب ایک حرام لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس آدمی کا گوشت حرام مال سے پلا بڑھا ہو جہنم کی آگ ہی اس کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

☆ ......**امتحانات و دیگر معاملات میں احتیاط**

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ (صحیح مسلم:۱۰۱) جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔

☆ ......**اصل اہمیت دین اور اخلاق کی ہے: خاندان یا مالداری کی شرط درست نہیں۔**

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَانْكِحُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ۔ (سنن ترمذی:۱۰۸۴) جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ لینے آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اسے نکاح کر کے دے دو۔ ورنہ زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

☆ ......**جہیز کا مطالبہ غیر شرعی ہے۔** شادی میں سادگی و آسانی کو ملحوظ رکھا جائے۔ شادی اور ولیمہ میں تکلف سے پرہیز کرنا چاہئے۔

خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ۔ بہترین مہر وہ ہے جس میں نرمی و آسانی ہو۔ (سنن ابوداؤد:۲۱۱۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ۔ (صحیح بخاری:۵۱۲۱) حق مہر کے لئے کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔

☆......**ایک ہی مجلس کی تین طلاقیں:** حدیث کی رو سے ایک ہی کلمہ کے ساتھ یا ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔

كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِیْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ۔ (صحیح مسلم:۲:۱۴۷۲) رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں اور سیدنا ابوبکر کے عہد میں اور ابتدائی دو سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے اس مسئلہ میں جلد بازی سے کام لینا شروع کر دیا ہے جس میں ان کے لئے چھوٹ تھی تو کیوں نہ ہم اسے نافذ کر دیں؟ چنانچہ انہوں نے اسے نافذ کر دیا۔

☆......**طلاق شوہر کا حق ہے:** اس حق کے استعمال کے لئے اگر وہ اپنی بیوی یا کسی اور کو وکیل بنالے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح خاوند وکیل کو طلاق ثلاثہ کے واقع ہونے کا پروانہ بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنا خود اس کے لئے بھی جائز نہیں۔ جب ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ؟ (سنن نسائی: ۳۴۳۰) کیا وہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلتا ہے جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟

طلاق کے بارے میں سائل کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَكَ وَعَصَيْتَ اللّٰهَ فِيْمَا اَمَرَكَ مِنْ طَلَاقِ امْرَاَتِكَ (صحیح بخاری:۵۲۶۴) اگر تم نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو وہ تم پر حرام ہے حتی کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی کر لے اور تم نے اللہ کے اس حکم کی نافرمانی کی ہے جو اس نے عورت کو طلاق دینے کے بارے میں دیا ہے۔

☆......**قضائے عمری کا کہنا یا اس پر فدیہ مقرر کرنا کبیرہ گناہ ہے۔** قضائے عمری نماز کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی فدیہ ہے۔ یہ محض شریعت سازی ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ سچی توبہ سے بے نمازی کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ کافر اگر مسلمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے تو تائب مسلمان کے گناہ معاف کیوں نہیں کرے گا۔

اَلْإِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَالتَّوْبَةُ تَهْدِمُ مَا كَانَتْ قَبْلَهَا۔ (صحیح مسلم:۱۲۱) اسلام قبول کرنے سے تمام سابقہ گناہ مٹ جاتے ہیں اور توبہ سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

☆......**غلط قیاس اور تاویلات کی دین میں کوئی گنجائش نہیں:** مثلاً صحیح مسلم (۱۵۶۰) کی حدیث ہے:

مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا۔ جو نماز پڑھنا بھول گیا یا اس وقت سو گیا تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ وہ اسے جب یاد آئے پڑھ لے۔

اس حدیث سے قضاء نمازوں کا لوٹانا اس کے لئے تو ثابت ہے جو بھول گیا ہو یا اتفاق سے سو گیا ہو یا جنگ میں الجھا دیا گیا ہو۔ مگر جس نے عمداً نمازیں ترک کی ہوں اسے قضاء عمری کا فتویٰ دینا درست قیاس نہیں بلکہ اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا چاہئے۔

☆......**عورت کا اظہار حسن و جمال۔ گناہ کی دعوت ہے۔** اسی طرح بے پردگی، باریک، تنگ اور چھوٹے کپڑے پہننا، عفت سے اعراض، اور لوگوں کو غلط کاری کی طرف مائل کرنا از روئے حدیث شدید ترین گناہ ہے۔

صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، مُمِيلَاتٌ، مَائِلَاتٌ، رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۲۸) جہنمیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا۔ ایک وہ گروہ جن کے پاس گائے کی دموں جیسے کوڑے ہوں گے وہ لوگوں کو ان سے ماریں گے۔ دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو بالباس ہیں مگر عریاں ہیں۔ غیروں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں ہیں۔ اور خود بھی مائل ہونے والیاں ہیں۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں جیسے ہیں ایسی عورتیں جنت میں داخل ہو سکیں گی نہ ہی اس کی خوشبو پا سکیں گی۔

☆......**بڑا فتنہ۔ مخلوط تعلیم:** مخلوط تعلیم از روئے حدیث بہت بڑا فتنہ ہے۔

إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ۔ (صحیح مسلم: ۲۷۴۲) بلاشبہ دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تمہیں یکے بعد دیگرے بھیجنے والا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ دنیا سے بچو اور عورتوں سے بھی۔ کیونکہ بنو اسرائیل کا اولین فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔

☆......**اجنبی عورتوں سے مصافحہ ناجائز ہے۔** آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنِّیۡ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ۔ (سنن نسائی:۴۱۸۶) میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

مَا مَسَّتۡ یَدُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ یَدَ امۡرَاَةٍ قَطُّ، غَیۡرَ اَنَّهٗ بَایَعَهُنَّ بِالۡکَلَامِ۔ (صحیح بخاری: ۵۲۸۸) ام المؤمنین فرماتی ہیں رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ کبھی کسی اجنبی عورت کو نہیں چھوا ہاں آپ عورتوں سے بیعت زبانی لے لیا کرتے۔

☆......**قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت:** یا حفظ کرانے پر اجرت لینے میں از روئے حدیث کوئی حرج نہیں۔

ایک معلوم اجرت کی شرط پر ایک صحابی نے اس آدمی کے لئے قرآن کریم پڑھا تھا جسے بچھو نے ڈس لیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ واقعہ سننے کے بعد فرمایا:

اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذۡتُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا کِتَابَ اللّٰهِ۔ (صحیح بخاری: ۵۷۳۷) یقیناً کتاب اللہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ اس پر تم اجرت لو۔

☆......**ڈاڑھی یا حجاب سے ناراضگی:** باپردہ ہونے یا ڈاڑھی رکھنے سے کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہو۔ حدیث میں ہے۔

لَا طَاعَةَ لِمَخۡلُوۡقٍ فِیۡ مَعۡصِیَةِ الۡخَالِقِ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۷۰۶) خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو پھر مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الۡمَعۡرُوۡفِ (صحیح بخاری: ۷۱۴۵) اطاعت صرف نیکی کے کام میں ہے۔

☆......**تکبر کیا ہے؟** حدیث میں اس کی ادنیٰ سی مثال اور سخت وعید۔

مَنۡ جَرَّ ثَوۡبَهٗ خُیَلَاءَ لَمۡ یَنۡظُرِ اللّٰهُ اِلَیۡهِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ۔ جو بھی تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکائے روز محشر اللہ تعالیٰ اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِيَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ۔ (سنن ابوداؤد:۴۰۸۴) اپنے کپڑے کو نیچے لٹکانے سے بچے رہو کیونکہ یہ تکبر ہے۔

☆......**گانا اور موسیقی کے تمام آلات لہو الحدیث اور معازف ہیں:**

لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ۔ (صحیح بخاری:۵۵۹۰) میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانا و آلات لہو ولعب کے استعمال کو حلال قرار دیں گے۔

سیدنا ابن مسعودؓ نے لہو الحدیث کی تفسیر کرتے ہوئے قسمیہ فرمایا کہ اس سے مراد گانا ہے۔ پھر فرمایا:

اِنَّ الْغِنَاءَ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔ (السنن الکبری از بیہقی:۲۲۳/۱۰) گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے کھیتی پروان چڑھتی ہے۔

اس لئے کہ جو گانا سن کر جھوم رہا ہے یا جھوم رہی ہے وہ کیا اپنے شوہر یا بیوی کے لئے جھومنا ہے یا کسی اور محبوب کے لئے؟

☆......**اچھی یا بری شے پر سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہنا:** کوئی ایسی شے دیکھنا یا بات سننا جو اچھی یا بری لگے تو از روئے حدیث سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے۔ تالی بجانا خواتین کے لئے مخصوص ہے جب امام نماز میں بھول جائے۔ اور مرد سبحان اللہ کہیں۔ مرد اگر تالی بجائیں تو اس میں کفار کی مشابہت اور عورتوں سے مشابہت ہے جن سے از روئے حدیث منع کیا گیا ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ پھر انہی میں سے ہے۔

☆......**شرمگاہ کی حفاظت:** اس کی حفاظت یہی ہے کہ ہاتھ سے یا غیر منکوحہ سے اس کا استعمال نہ کرے۔ اور نہ فرج کے علاوہ اسے کہیں اور داخل کرے۔

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَاِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔ (صحیح البخاری:۵۰۶۶) جوانو! تم میں جو نکاح کرنے کی ہمت وطاقت رکھتا ہو تو وہ شادی کرلے کیونکہ شادی اس کی نگاہ کو انتہائی جھکا دینے والی اور اس کی شرم گاہ کی محافظ ہے۔ اور جو شادی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کی جنسی شہوت کے لئے ایک ڈھال کا کام دے گا۔

☆......**وفات پر دعوت کرنا یا میت کے گھر جمع ہونا نوحہ ہے:** اور کسی کی وفات پر دعوتیں کرنا از روئے حدیث نوحہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُنَّا نَرَى الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ۔ (مسند احمد:۲/۲۰۴) ہم کفن ودفن کے بعد میت کے گھر جمع ہونے اور کھانا پکانے کو نوحہ شمار کرتے۔

☆......**سیدنا علیؓ اور سیدنا ابوبکرؓ میں کوئی جھگڑا نہ تھا:** سیدنا علیؓ کے لئے خلافت کی وصیت نہ رسول اللہ ﷺ نے کی اور نہ ہی انہوں نے اس کا کبھی دعوی کیا۔ بلکہ وہ فرمایا کرتے۔

خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ۔ (صحیح بخاری:۳۶۷۱) رسول اکرم ﷺ کے بعد امت کے سب سے بہترین شخص ابوبکر صدیق اور پھر ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

☆......**مسجد نبوی اور قبر شریف دونوں کی زیارت کی نیت درست ہے صرف قبر نبوی کی زیارت کی نیت درست نہیں۔**

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى۔ (صحیح بخاری:۱۱۹۷) تین مسجدوں کے سوا اور کسی طرف شدرحال (سفر) کر کے نہ جایا جائے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

☆......**زیارت قبور کا مقصد کیا ہو؟**

زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ۔ (صحیح مسلم:۹۷۶) قبروں کی زیارت کیا کرو یہ تمہیں آخرت یاد دلائیں گی۔

☆......**قبر پر لوح لگانا ناجائز ہے**

نَهٰى اَنْ تُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ۔ (صحیح مسلم:۹۷۰) آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے، اس پر بیٹھا جائے اور اس پر کوئی عمارت بنائی جائے۔ ایک اور روایت میں ہے: اس پر کچھ لکھا جائے۔

☆......**شکم مادر میں ہی اس کی شقاوت وسعادت لکھ لی جاتی ہے:** جو اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل لکھ لی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى حِيْنَ خَلَقَ الْقَلَمَ قَالَ لَهُ: اُكْتُبْ۔قَالَ:رَبِّ مَاذَا اَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبْ مَا هُوَ كَائِنٌ، فَجَرٰى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔(سنن ابی داؤد: ۴۷۰۰) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب قلم تخلیق کیا تو اسے فرمایا: لکھو۔اس نے عرض کی: میرے رب میں کیا لکھوں؟ فرمایا: جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ دو۔ پھر اسی لمحے قلم چل پڑا اور روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اسے لکھ ڈالا۔

☆......پھر کیا اس تحریر پر توکل کر کے عمل چھوڑ دیں؟

اِعْمَلُوْا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ۔ (صحیح بخاری: ۴۹۴۹) عمل کرتے جاؤ ہر ایک کے لئے وہ آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

☆......یہود ونصاریٰ کے تہواروں کی تعظیم جائز نہیں:

بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ حَتّٰى يُعْبَدَ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔(مسند احمد: ۲/۵۰) مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے تاکہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جانے لگے۔اور میرا رزق میرے نیزے کی انی کے نیچے رکھا گیا ہے اور ذلت ورسوائی اس کا مقدر ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہے۔

☆......یہ ہے حدیث کی تعلیم جس سے کچھ لوگ صرف اس وجہ سے نالاں ہیں کہ انہیں اس جدید دور میں سنت رسول کا پابند ہونا گوارا نہیں۔ظاہر ہے جو لوگ قرآن کریم کے معنی ومفہوم کو بدلنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں انہیں کہاں یہ اچھا لگے گا کہ حدیث کو پسند کر کے اپنے سارے منصوبوں کو خاک میں ملائیں۔وہ قرآن کو اور دین کو بدلنا چاہتے ہیں مگر خود کو نہیں۔خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کا تعارف

سنت لغت میں

سنت کا لفظ سَنَّ یَسِنُّ سَنًّ سے بطور اسم ماخوذ ہے۔ سَن کا معنی ہے: کسی شے کا آسانی سے چلنا۔ پے در پے ایک دوسرے کے پیچھے ہونا۔ (لسان العرب ومقاییس اللغۃ: مادہ: س ن ن)۔ لفظ سنت عربوں کے اس قول سے لیا گیا ہے: سَنَنْتُ الْمَاءَ عَلٰی وَجْهِهٖ اَسُنُّهٗ سَنًّا: میں نے پانی کو ایک راستہ دے کر چلایا۔ یعنی جب اسے چھوڑ دیا۔ اسی سے مشتق لفظ سنت ہے جو اس طریقہ، عادت یا چال چلن کو (خواہ وہ اچھا ہو یا برا) کہتے ہیں جس پر انسان بڑے محتاط طریقے سے چلے اور عمل کرے۔ اس کی جمع سُنَن یا سَنَن آتی ہے۔ یہ لفظ اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے مگر برے مفہوم کے لئے مقید ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

> مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ،وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً فِی الْاِسْلَامِ سَیِّئَةً فَعَلَیْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (صحیح مسلم) جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کا بھی اجر ملے گا جو قیامت تک اس پر عمل کرے گا اور جس نے اسلام میں برا طریقہ جاری کیا اس پر اس برائی کا گناہ بھی ہوگا اور اس کا گناہ بھی جو قیامت تک اس پر عمل کرے گا۔

سنت، یہ لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

پسندیدہ و مختار راستہ و عادت

﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا..﴾ (الاسراء: ۷۷) یہی وہ راستہ ہے جس پر ہم نے آپ سے قبل اپنے رسولوں کو بھیجا۔

قانون اور دین

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا: کِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِیْ۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۔ نکاح کرنا میری سنت ہے جو بھی اس سے منہ موڑے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

صحیح بخاری کی ان احادیث کو دیکھئے:

آپ ﷺ نے عیدالاضحیٰ کے دن ترتیب میں نماز کو پہلے اور قربانی کو بعد میں رکھا ہے اور فرمایا: جس نے ہماری ترتیب پر عمل کیا فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا۔ اس نے یقیناً ہماری سنت پر عمل کیا۔ (حدیث نمبر:۸۹۸)

حج کے موقع پر حجاج کو سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا: اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ السُّنَّةَ.... اگر سنت پر عمل کا ارادہ ہے تو خطبہ مختصر کر دو اور وقوف میں جلدی کرو۔ (حدیث نمبر:۱۵۵۰)

سیدنا عثمانؓ نے حج تمتع سے منع فرمایا تو سیدنا علیؓ نے حج تمتع کا احرام باندھا اور فرمایا: میں کسی کے قول پر سنت رسول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (حدیث نمبر:۱۴۶۱)

سیدنا حذیفہؓ نے جلد باز نمازی کو دیکھ کر فرمایا: تو ایسی نماز پڑھتے پڑھتے مر گیا تو تیری موت سنت رسول پر نہیں ہوگی۔ (حدیث نمبر:۳۷۶)

ابن عمرؓ نے ایک شخص کو جو اونٹ ذبح کر رہا تھا فرمایا: اسے کھڑا کر کے اس کا گھٹنا باندھو اور سنت کے مطابق اسے نحر کرو۔ (حدیث نمبر:۱۵۹۸)

آپ ﷺ نے اپنا مشروب دائیں طرف سے شروع کیا جبکہ بائیں طرف ابوبکر تشریف فرما تھے۔ انسؓ یہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہی سنت ہے۔ یہی سنت ہے۔ یہی سنت ہے۔ (حدیث نمبر:۲۳۸۳)

مجموعی طور پر سنت کا اطلاق ۔۔ دین میں ۔۔ ہر اس قول وعمل اور تقریر رسول پر ہوا جو کفار کے مذہبی شعائر، عادات، کلچر، تہذیب یا جاہلی رسوم وعادات کے خلاف تھا۔ یہ شخصی مزاج نہیں اور نہ ہی قومی طرز معاشرت ہے کہ جس کا تعلق ایک خاص عہد کے تمدن سے ہو۔ بلکہ یہ انسانی اور آفاقی معاملہ ہے اور ہر زمانہ ومقام کے لئے ہے۔

سنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

فَاِنَّهُ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافاً کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(رواہ السنن واحمد) جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا تم میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو تھامے رکھنا۔

ملا علی القاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: خلفائے راشدین نے اصل میں آپ ﷺ ہی کی سنت پر عمل کیا اور ان کی طرف سنت کی نسبت یا تو اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اس پر عمل کیا یا اس لئے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی سنت سے استنباط کر کے اس کو اختیار کیا۔ (مرقاۃ: ج ۱، ص: ۳۰)

سنت، کتاب اللہ بھی ہے

مثلاً ایک شادی شدہ عورت اور کنوارے نوجوان مزدور کا مقدمہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِکْرُهٗ۔ واللہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

فیصلہ رجم کی سزا کا تھا جو مقدمہ کے فریقین نے قبول کیا باوجودیکہ یہ فیصلہ قرآن کریم میں نہیں تھا۔ بلکہ احادیث میں ہے۔ آپ ﷺ نے جو سزا دی اس پر منفی تبصرہ ﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ..﴾ کے زمرہ میں آتا ہے۔ دوسری طرف صرف حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰهِ سے قرآن کریم ہی مراد لینا گویا ذخیرۂ حدیث کا انکار کرنا ہے اور خود کو قرآنی معانی پر مسیطر بنانا ہے۔ صحابہ رسول نے اس سے مراد شریعت کے تمام عقائد و احکام لئے۔ دیگر فقہاء کرام بھی کتاب اللہ سے مراد سارا دین اور بالخصوص رسول اکرم ﷺ کا فرمایا ہوا حکم و فیصلہ بھی مراد لیتے ہیں۔ (فتنہ پرویزیت: ۱۴۱)

مَضَتِ السُّنَّةُ کا کیا مطلب ہے؟

صحابہ کرام کا متفقہ اجتہادی عمل بھی سنت کہلاتا ہے۔ یہی مَضَتِ السُّنَّةُ ہے۔ مراد یہ ہے کہ زمانۂ صحابہ میں یہ طریقہ متفقہ رہا ہے۔ مثلاً: انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شرابی کو کھجور کی چھالوں اور جوتیوں سے کوڑے مارے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے مارے پھر سیدنا عمرؓ کے دور میں دیہاتوں اور بستیوں سے لوگ اور قریب آ گئے۔ سیدنا عمرؓ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا تَرَوْنَ فِيْ جِلْدِ الْخَمرِ؟ شرابی کے کوڑوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا كَاَخَفِّ الْحُدُوْدِ قَالَ: فَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِيْنَ۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کی کم تر حد مقرر کیجئے۔ انسؓ کہتے ہیں پھر انہوں نے اسی کوڑے شرابی کو لگائے۔ (صحیح بخاری: ۶۷۷۹، ۶۳۹۷)

نوٹ: کسی صحابی کے انفرادی عمل کو سنت نہیں کہا گیا۔ کسی فقیہ و مجتہد کا قول و عمل یا اس کا استنباط، کسی عالم کا قول یا فتوی یا کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف یا تعامل امت وغیرہ کو بھی اس دلیل سے سنت نہیں کہہ سکتے: لاتَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ۔ میری امت کبھی ضلالت پر اکٹھی نہ ہوگی۔ بلکہ صحیح حدیث سے ہی یہ سنت ثابت ہوگی۔ اور جس کی تائید قرآن پاک بھی کرتا ہے۔

سنت، مختلف مدارسِ فکر کے ہاں

سیدنا عمرؓ نے علم وفضل میں بزرگ صحابہ کرام کو مدینہ سے باہر آباد ہونے کی اجازت نہ دی۔ جس کی متعدد وجوہات تھیں:

......خلافتی امور چلانے میں وقت ضرورت ان سے مشورہ کرتے۔

......یہ معزز کہیں مستقل رہائش اختیار کر لیتے تو کئی آزمائشیں شروع ہوسکتی تھیں۔

......لوگوں کی نفسیات سے واقف تھے فرمایا کرتے: مجھے سب سے زیادہ ڈر یہ ہے کہ تم لوگ مختلف شہروں میں پھیل نہ جاؤ۔

......ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اس بارے معمولی سستی ہوئی تو ممکن ہے مفتوحہ علاقوں میں کوئی فتنہ سر اٹھائے کیونکہ ایسے مقدس منظورِ نظر لوگوں کے گرد عقیدت مند جمع ہو کر کئی شبہات پھیلا دیں گے اس طرح بہت سی قیادتیں اور جھنڈے معرض وجود میں آجائیں گے جو بالآخر انتشار اور شوروغوغا کا سبب بن جائیں گے۔

...... چنانچہ سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد یہی فتنے اٹھے اور شخصی خیالات کی بناء پر مختلف مکتبہ ہائے فکر وجود میں آئے۔ کچھ نے مرتکب کبیرہ کو کافر کہا اور بعض نے صحابہ کرام کو اسلام سے نکال دیا۔ اور کچھ آیات قرآنیہ کا انکار کر بیٹھے تو کسی نے شیطان اور مسلمان کے ایمان کو برابر قرار دیا اور کوئی الفاظ قرآن کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہوگیا۔ سبھی نے نام تو سنت کا لیا مگر اس کا استعمال حسب منشأ غلط مقاصد کے لئے کیا۔ ان حالات میں جو لوگ سنت رسول کے ساتھ جڑے رہے وہ اہل السنۃ کہلائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہی کے ماہرین نے سنت کی صحیح تعریف کی تاکہ انحراف کی کوئی صورت اس میں نہ آنے پائے۔

علمائے عقیدہ کے نزدیک: امام ابنؒ ابی عاصم نے اپنی کتاب السُّنّۃ میں سنت کی تعریف یہ کی:

اَلسُّنَّۃُ اسْمٌ جَامِعٌ لِمَعَانٍ کَثِیْرَۃٍ فِی الْاَحْکَامِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ،وَمِمَّا اتَّفَقَ اَھْلُ الْعِلْمِ عَلٰی اَنْ نَسَبُوْہُ اِلَی السُّنَّۃِ:اَلْقَوْلُ بِاِثْبَاتِ الْقَدْرِ،وَاَنَّ الْاِسْتِطَاعَۃَ مَعَ الْفِعْلِ لِلْفِعْلِ،وَالْاِیْمَانُ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ،حُلْوِہٖ وَمُرِّہٖ،وَکُلُّ طَاعَۃٍ مِنْ مُطِیْعٍ فَبِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ لَہٗ،وَکُلُّ عَاصِیَۃٍ مِنْ عَاصٍ فَبِخُذْلَانِ اللّٰہِ السَّابِقِ مِنْہُ وَلَہٗ،۔۔۔۔۔

لفظ سنت ایک جامع اسم ہے جو احکام شریعت وغیرہ میں بے شمار معانی رکھتا ہے۔اہل علم جن معانی پر متفق ہوئے اور انہیں سنت کی طرف منسوب کیا ان میں سے: قضاء وقدر کے ثابت ہونے کا قول،اور یہ بھی کہ کسی فعل کے لئے ہمت واستطاعت فعل کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔تقدیر کے شر اور خیر اور اس کے میٹھے اور کڑوے ہونے پر ایمان، مطیع کی ہر اطاعت اسے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہوتی ہے اور نافرمان کی ہر معصیت اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طے شدہ رسوائی وذلت کے سبب ہوتی ہے۔سعید وہی ہے جس کے لئے سعادت سبقت لے گئی اور شقی وہ ہے جس کے لئے شقاوت سبقت لے گئی۔اشیاء بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادے سے خارج نہیں ہیں۔بندوں کے خیر وشر والے افعال انہی کے افعال ہیں اور ان کے خالق کی تخلیق ہیں۔قرآن ۔۔۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے،اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے،یہ مخلوق نہیں ہے۔جو کہتا ہے:"قرآن ایسا کلام ہے جو مخلوق ہے"۔ایسا شخص ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے خلاف حجت قائم ہو چکی۔ایسا شخص اللہ عظیم وبرتر کا کافر ہے۔ایمان قول وعمل کو کہتے ہیں جو گھٹتا بڑھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونا ثابت ہے۔۔جیسا کہ احادیث میں ہے۔۔اس کے ولی،آخرت میں اپنی آنکھوں سے اسے دیکھیں گے۔ابوبکر صدیق آپ ﷺ کے بعد اصحاب رسول میں افضل ترین ہیں اور وہی خلیفۂ رسول ہیں ان کی خلافت،نبوت کی طرز پر ہے۔جس دن ان کی بیعت ہوئی اس روز بھی وہ صحابۂ رسول میں افضل تھے اور وہی سب سے زیادہ حق دار تھے۔پھر ان کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ان سب پر اپنی رحمت ہو۔

میرے نزدیک سنت کی طرف مزید جو کچھ منسوب کیا جاسکتا ہے اس میں ایمانیات بھی ہیں۔جیسے: عذاب قبر، منکر نکیر، شفاعت،حوض اور میزان پر ایمان،اصحاب رسول ﷺ کی محبت،اور ان کے فضائل پر ایمان،ان پر سب وشتم یا طعن وتشنیع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ترک کرنا اوران سے اپنے تعلقات رکھنا بھی ایمان میں سے ہے۔اہل توحید میں جوفوت ہوااس پرنماز پڑھنااور دعائے مغفرت کرنا، گناہ گاروں کے لئے بخشش کی امید رکھنا، وعید کو چھوڑنے پر ایمان، اور بندگان خدا کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف لوٹانا، ان کا نارجہنم سے نکلنا، جنہیں اللہ اپنی رحمت سے نکالے گا، ہر ظالم امیر کے پیچھے نماز پڑھنا، اور نماز باجماعت پڑھنا، ہر حاکم کے ہمراہ جنگ لڑنا، امر بالمعروف کرنا اور نہی عن المنکر بھی۔اور ایک دوسرے کی مدد کرنا وغیرہ۔۔۔

☆......اس لئے علماء عقیدہ آپ ﷺ کے قول وعمل اور تقریر کو ھدٰی کا نام بھی دیتے ہیں۔جس کا مقابل بدعت اور محدثات ہیں۔جیسے کسی کا اعتقاد وعمل مخالف سنت ہو تو کہتے ہیں: فُلَانٌ عَلٰی بِدْعَةٍ۔ فلاں بدعتی ہے۔یہی معنی حدیث میں ہے:

اِنَّ خَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ۔ یا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ بے شک بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور ہر نئی عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں جائے گی یا جو بھی ہمارے اس دین میں کوئی نئی عبادت گھڑتا ہے تو وہ مردود ہے۔

علمائے حدیث کے نزدیک سنت:

محدثین کرام کی اصطلاح میں سنت وہ ہے جو رسول اکرم ﷺ سے قول، فعل، تقریر، صفت خلقی، صفت خُلقی اور سیرت سے ماثور ہو۔جس میں عقائد، احکام کے علاوہ اخلاق بھی شامل ہیں۔کتب صحاح اور سنن میں ایمانیات واحکام کے ساتھ اخلاق پر مشتمل احادیث اسی مفہوم کو ادا کرتی ہیں۔اس طرح حدیث وسنت کے لغوی اور اصطلاحی معانی میں واضح یکسانیت کی وجہ سے محدثین سنت کو حدیث کا مترادف سمجھتے ہیں۔

علمائے اصول کے نزدیک:

جب لفظ سنت، قرآن کریم کے ہمراہ استعمال ہو اس سے مراد ساری شریعت ہے جو ایمانیات، عقائد واحکام اور اخلاق سبھی کو شامل ہے۔جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

تَرَكْتُ فِیْكُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَ مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں انہیں تھامنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری سنت۔

یہی وہ سنت وشریعت ہے جس کا مفہوم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ لیا تھا: اَلسُّنَّۃُ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ۔ سنت یعنی شریعت ہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ مراد جو آپ ﷺ نے کہا، کیا اور برقرار رکھا۔ اسے تھامنا ہے۔ سنت کے حسن وقبح کے لئے عقل کو قاضی وفیصل بنانا غلط اصول ہے۔ امام شاطبی رحمہ اللہ کی تعریف سنت دیکھئے:

یُطْلَقُ لَفْظُ السُّنَّۃِ عَلٰی مَا جَاءَ مَنْقُوْلًا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ عَلَی الْخُصُوْصِ مِمَّا لَمْ یُنَصَّ عَلَیْہِ فِی الْکِتَابِ الْعَزِیْزِ۔ لفظ سنت کا اطلاق اس شریعت پر ہے جو بالخصوص آپ ﷺ سے منقول ہو اور جس کی نص کتاب عزیز میں نہ ہو۔ (الموافقات: ۴/۳)

رسول اکرم ﷺ کو شارع کے مقام پر فائز سمجھ کر انہوں نے پھر سنت کی تعریف یہ کی:

کُلُّ مَا صَدَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ تَقْرِیْرٍ مِمَّا یَصِحُّ اَنْ یَکُوْنَ دَلِیْلًا لِحُکْمٍ مِنْ اَحْکَامِ الشَّرْعِ۔ آپ ﷺ سے صادر ہونے والی کوئی صحیح چیز خواہ وہ قولی ہو یا فعلی وتقریری، سنت کہلاتی ہے تاکہ وہ کسی بھی حکم شرعی کی دلیل بن سکے۔

اس اعتبار سے شریعت میں سنت رسول کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ جسے انہوں نے درج ذیل تقسیم دی ہے:

۱۔ **سنت قولی:** اس میں دو قسم کی احادیث شامل ہیں۔

ا۔ قول صریح: اس میں آپ ﷺ کا کوئی بھی صریح ارشاد ہو۔ جیسے: مَنْ تَعَمَّدَ عَلَیَّ کَذِبًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہُ مِنَ النَّارِ۔ جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

ب۔ غیر صریح: مَا کَانَ لَہُ حُکْمُ الْمُضَافِ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ۔ آپ ﷺ کی طرف منسوب کوئی حکم ہو یہ مرفوع حکمی ہے۔

۲۔ **سنت فعلی:** اس حدیث میں صرف آپ ﷺ کے اعمال کا ذکر ہوتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج کے افعال ومناسک وغیرہ آپ ﷺ نے یہی چاہا کہ یہ افعال امت کے لئے شریعت بن جائیں۔ حدیث فعلی کی خوبی یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو متحرک اور متصرف باور کراتی ہے۔ بالخصوص وہ حرکت جس سے کسی کی راہنمائی واصلاح مطلوب ہو یا تعلیم دینا ہو۔ اس کی راہنما ومعلم وحی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تمام حرکات بھی اسی لئے ہیں تاکہ دوسرا جان لے کہ شریعت ہم سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی کچھ چاہتی ہے۔اسے جاننے کے بعد ہمارے سامنے ذات رسول ﷺ کے متنوع افعال آتے ہیں۔

۳۔**سنت تقریری:** اس سے مراد: کسی بات یا فعل پر نبی کریم ﷺ کا سکوت ہو یا آپ ﷺ تک ایسی بات پہنچی ہو یا آپ ﷺ نے خوشی محسوس کی یا اسے مستحسن سمجھا ہو۔ ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے:

اَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَتَوا عَلٰی حَيٍّ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوْهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ لُدِغَ سَيِّدُ اُولٰئِكَ،فَقَالُوْا:هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ اَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا:اِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُوْنَا،وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا،فَجَعَلُوْا لَهُمْ قَطِيْعًا مِنَ الشَّاءِ،فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ،فَبَرَأَ،فَاَتَوْا بِالشَّاءِ،فَقَالُوْا:لَا نَاْخُذُهُ حَتّٰى نَسْاَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَسَاَلُوْهُ، فَضَحِكَ، وَقَالَ:وَمَا اَدْرَاكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوْهَا وَاضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ۔ (متفق علیہ) چند صحابہ رسول کسی قبیلہ میں گئے جنہوں نے ان کی میزبانی تک نہ کی۔اس دوران قبیلے کے سربراہ کو سانپ نے ڈسا۔وہ آئے اور ان سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم ہے۔صحابہ نے جواباً کہا: تم نے ہماری عزت افزائی نہیں کی تھی اب ہم یہ کام اس وقت کریں گے جب ہمارے لئے کوئی اجرت یا حصہ مقرر کردو گے۔انہوں نے بکریوں کا ایک چھوٹا ریوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ایک مسلمان نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ لعاب سمیت اس بیمار پر دم کیا، وہ ٹھیک ہوگیا۔بکریاں انہوں نے مسلمانوں کو دیں۔صحابہ میں کسی نے کہا: ہم یہ نہیں لیں گے جب تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لیں۔آپ ﷺ سے جب پوچھا گیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ ایک دم ہے۔ان بکریوں کو لو اور میرا حصّہ بھی اس میں رکھو۔

سنت تقریری کے تحت مزید درج ذیل بھی آتا ہے:

۱۔آپ ﷺ کے زمانہ میں ہی یہ فعل ہوا ہو اور مشہور ہو۔اس جیسے فعل کا مخفی رہنا عادتاً محال ہو۔جیسے: سیدنا معاذؓ کا آپ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھنا اور پھر بعد میں اپنے قبیلہ میں جاکر لوگوں کو وہی نماز پڑھانا۔جن میں وہ متنفل ہوتے اور نمازی مفترض۔ان کا یہ عمل رسول اللہ کے علم میں تھا اور آپ ﷺ نے ہی متنفل امام کے پیچھے مفترض نمازیوں کی نماز کو جائز قرار دیا تھا۔خواہ امام ومقتدی کی نیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔(متفق علیہ) یا بعد از جماعت فجر صحابی کی رہ گئی دو سنتوں کا آپ ﷺ کے سامنے ہی پڑھنا اور اس کی وضاحت کے بعد آپ ﷺ کا خاموش رہنا۔

۲۔آپ ﷺ کے زمانے میں ہی وہ فعل ہوا ہو مگر عادتاً وہ فعل شہرت اختیار نہ کرسکا ہو۔نیز یہ بھی معلوم نہ ہو کہ آیا آپ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بھی اس کا علم ہے یا نہیں؟ بعض علماء اس فعل کو حجت نہیں سمجھتے جب کہ دوسرے اسے حجت سمجھتے ہیں ہاں اگر کوئی اس کے خلاف دلیل مل جائے تو اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو مطلع کرنے والا ہے اور جبریل امین آپ ﷺ پر شریعت ہی لے کر نازل ہوتے تھے۔

ان دونوں اقوال میں یہ قول زیادہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فعل حجت ہے۔ صحابہ کرام کے حالات کا ادراک آپ ﷺ کو ہوتا تھا۔ وہ خود بھی جانتے تھے کہ جب تک قرآن اتر رہا ہے کسی غلط بات پر اڑنا مناسب نہیں خواہ اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو نہ دیں۔ مثلاً: سیدنا ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَتَّقِي كَثِيرًا مِنَ الْكَلَامِ وَالْانْبِسَاطِ إِلَى نِسَائِنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَخَافَةَ أَنْ يَنْزِلَ فِينَا الْقُرْآنُ فَلَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَكَلَّمْنَا۔ (مسند احمد: ۲۱۳/۹، صحیح بخاری: ۴۸۹۱) ہم اپنی بیویوں سے زیادہ گفتگو اور ہنسی دل لگی کرنے سے باز رہتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہمارے بارے میں قرآن نہ اتر آئے۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی پھر ہم بولنے لگے۔

۳۔ زمانہ تشریع میں لوگوں کے ہاں کوئی عمل یا فعل عادتاً معروف ہو اور شریعت نے اس بارے میں کوئی امر و نہی نہ کیا ہو۔ تو ایسا فعل بھی آپ ﷺ کی طرف سے کوئی حکم نہ ہونے کے سبب تقریری ہوگا۔ جیسے: لوگ گھوڑے پالتے تھے مگر کیا وہ ان کی زکوۃ نکالتے تھے؟ کوئی ایسا مسئلہ سامنے نہیں آیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو یقیناً یہ عمل صحابہ سے مخفی نہ ہوتا۔ لہٰذا جب اس مسئلہ کا کوئی حکم ہی نہیں تو سنت یہی ہوئی کہ ان میں زکوۃ نہیں۔

★......ایک اصولی عالم اسی سنت سے ہی قاعدے اور اصول بناتا ہے تاکہ مجتہدین استدلال واستنباط کے وقت ان سے کام لیں۔ مثلاً: اصولی کا یہ کلیہ۔ اَلْأَمْرُ يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوْبِ۔ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے یا اَلنَّهْيُ يَقْتَضِي الْفَسَادَ أَوِ التَّحْرِيْمَ۔ کہ نہی فاسد ہونے یا حرام ہو جانے کا تقاضا کرتا ہے۔

★......علماء اصول کے نزدیک شریعت کے متفق علیہ ادلہ جن سے فقہی احکام مستنبط ہوتے ہیں چار ہیں: الکتاب، والسنۃ، الإجماع اور القیاس۔ اس لئے اصولی علماء دو قسم کے ہیں علماء اصول فقہ اور علماء عقیدہ۔

★......فقہ واصول فقہ میں یہ بات بھی موضوع بحث ہے کہ قرآن کریم تو سنت کو منسوخ کرتا ہے مگر کیا سنت، قرآن کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منسوخ کر سکتی ہے؟ بعض لوگ اسے سخت خیالی سمجھتے ہیں مگر یہ بحث نئی نہیں بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ سے قبل کی ہے۔ دلائل یہی بتاتے ہیں کہ سنت ثابتہ قرآن کے احکام کو منسوخ کر سکتی ہے۔

امام شافعیؒ سمیت بہت سے ائمہ فقہاء کا کہنا ہے: حکمت، قرآن کریم کا وہ فہم ہے جو رسول اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی حاصل ہوا جس کا تعلق آپ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر سے ہے۔ جو سنت رسول ﷺ ہے۔ جیسے لقمان علیہ السلام کو حکمت عطا ہوئی جسے کتاب مقدس پڑھنے کے بعد اللہ نے انہیں نصیب فرمائی۔ انہوں نے اس کی نصیحت اپنے بیٹے کو بھی فرما دی۔ یہی ان کی سنت تھی۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑے منفرد انداز میں کیا ہے۔ اس حکمت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی آ گاہی پر یقین، شرک سے نفرت، تکبر وغرور سے دوری، ذاتی اصلاح اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین ہی تھی۔

علمائے فقہ کے نزدیک: سنت کا عام معنی ان کے ہاں یہ ہے:

مَا يُثَابُ فَاعِلُهُ وَلَا يُعَاقَبُ تَارِكُهُ يامَا دَلَّ عَلَيْهِ الشَّرْعُ مِنْ غَيْرِ افْتِرَاضٍ وَلَا وُجُوبٍ۔ جس کا کرنے والا ثواب دیا جائے گا اور ترک کرنے والا کوئی سزا نہ پائے گا یا ایسی چیز جس کے بارے میں شریعت نے فرض یا واجب ہونے کی کوئی دلیل نہ دی ہو۔ یا

مَا ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْحُكْمِ، وَلَمْ يَكُنْ فَرْضًا أَوْ وَاجِبًا۔ ایسا حکم جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو مگر وہ فرض یا واجب نہ ہو۔

☆......اسے فقہی سنت بھی کہا جاتا ہے۔ فقیہ دو معاملات میں اس سنت سے سروکار رکھتا ہے۔

ا۔ **شرعی حیثیت بیان کرنا:** اللہ تعالیٰ نے مکلف کو جو حکم دیا ہے فقیہ اس سنت کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت بیان کرتا ہے۔ اس طرح فقیہ، رسول اکرم ﷺ کی شخصیت میں ان چیزوں کو تلاش کرتا ہے جو آپ ﷺ نے بطور تبلیغ کیں اور ان کی وضاحت یوں کرتا ہے کہ آیا شریعت میں وہ واجب ہیں، مندوب ہیں یا مباح، یا مکروہ وحرام۔ اس لئے کتب فقہ میں یوں لکھا ہوتا ہے: هٰذِهِ مَسْأَلَةٌ وَاجِبَةٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ یہ ایسا مسئلہ ہے جسے کتاب وسنت نے واجب کہا ہے۔ یا دَلَّتِ السُّنَّةُ عَلٰى اِبَاحَةِ هٰذَا الْأَمْرِ۔ اس کے مباح ہونے کی دلیل، سنت ہے۔ وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔شرعی حکم تلاش کرنا: دوسرا یہ ہے کہ فقیہ، انسانوں کے افعال کے بارے میں سنت سے شرعی حکم تلاش کرتا ہے۔ بطور خاص جن میں مطالبہ ہو جسے وہ واجب ومندوب بھی کہتے ہیں تا کہ ان کے مابین وقت ضرورت تمیز ہو سکے۔ اس صورت میں سنت سے مراد پانچ احکام تکلیفی میں سے کوئی ایک ہے نہ کہ ان احکام کا مصدر۔ جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صِيَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ۔ اللہ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام مسنون قرار دیا۔ (مسند احمد: ۱/ ۱۹۱)

☆ ...... اسی طرح فقہی سنت کے دو مفہوم اور بھی ہیں:

ا۔ سنت وہ ہے جو رسول اکرم ﷺ سے ثابت تو ہو مگر وہ فرض وواجب نہ ہو اور آپ ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی ہو۔ مثلاً: بعد از نماز مغرب دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔ جو اس پر عمل کرے وہ ثواب پائے اور جو اسے ترک کر دے وہ سزا کا مستحق نہیں۔ اس لئے فقہاء کرام سنت کی دو اقسام بتاتے ہیں: سنت مؤکدہ وسنت غیر مؤکدہ۔

۲۔ اسی طرح مسلم فقہاء مطلوب عمل یا Recommended Act کو بھی سنت کہتے ہیں اس کا تعلق مالی ، بدنی، اور قولی عبادات سے ہے۔ یہ عبادات طریقہ وہیئت سمیت صرف رسول اللہ ﷺ کی متعین کردہ ہوں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ﴾ تم اس طرح اسے یاد کرو جیسے اس نے تمہاری رہنمائی کی ہے۔ یہ ذکر کیا ہے؟ کیسے اور کب کرنا ہے؟ اس کی رہنمائی ہمیں صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی سے ملتی ہے۔ اس لئے کہ ذکر یا عبادات کا تعین کرنا صرف رسول ﷺ کا کام ہے کسی اور کا نہیں۔ نیز ذکر بھی صرف وہ کرنا ہے اور اس طریقے سے کرنا ہے جیسا اور جس طرح آپ ﷺ نے کیا۔ اس لئے امام سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے: سنت دو ہوا کرتی ہیں۔

ا۔ وہ سنت جسے چھوڑنا حرام نہ ہوگا۔ یہ فرض وواجب کی طرح ایک عمل ہے۔

ب۔ اس کا چھوڑنا کفر ہوگا۔ یہ اسلامی عقیدہ ہے جس کی وضاحت گذر چکی ہے۔

...... شرعی اعمال کے مراتب اور درجات کو فقہی اصطلاح میں احکام خمسہ کہتے ہیں۔ جو فرض، سنت، حرام، مکروہ اور مباح ہیں۔ فقہی اعتبار سے سنت کا مقام فرض کے بعد ہے یعنی وہ شرعی اعمال جو غیر فرض ہیں علم فقہ میں سنت کہلاتے ہیں۔ یہ یاد رکھئے محدثین کرام، فرض ومسنون، حرام، مکروہ اور مباح سب کے لئے سنت کی اصطلاح ہی استعمال کرتے ہیں۔ موضوعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے محدثین نے کتب سنن میں احادیث روایت کیں۔ ورنہ محدثین کے نزدیک یہ پانچوں نام سنت ہی کہلاتے ہیں۔احکام خمسہ کی تفصیل وتعریف درج ذیل ہے۔

احکام خمسہ: فقہاء کرام نے شریعت کے دوماٰ خذ قرآن وسنت سے احکام خمسہ کا استنباط کیا۔ان سب احکام کو بجالانے کے لئے اہم بات تزکیہ نفس کی بھی ہے۔یعنی محض فرض ادا کر دینے سے وہ ادانہیں ہوجاتا جب تک دل میں اس فرض کی اہمیت نہ ہو ورنہ وہ ایک مشق ہوگی جو شاید لوگوں کے سامنے تو ادا ہوجائے مگر اللہ کے سامنے نہیں۔یہی حال دوسرے احکام کا ہے۔

۱......**فرض:** اس فعل کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔یعنی شارع (قرآن وحدیث) نے جس کے بجالانے کا حکم لازمی اور حتمی طور پر دیا ہو۔اس کا تارک سخت گناہ گار اور منکر کافر ہوجاتا ہے۔فقہاء اسے واجب بھی کہہ دیتے ہیں۔مگر بعض فرض اور واجب کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔

۲......**سنت:** اس فعل کو کہتے ہیں جو رسول اکرم ﷺ نے کیا ہو۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

سنت مؤکدہ: ہر وہ عمل جو آپ ﷺ نے بکثرت اور مسلسل کیا اور شاذ ونادر ہی اسے ترک کیا جس کے بجالانے پر آپ ﷺ نے ثواب بتایا اور بکثرت ترک کرنے پر سخت ملامت کی ہو۔اس عمل کا صحیح دلیل سے ثابت ہونا بہت ضروری ہے۔فقہی اصطلاح میں اسے سنت راتبہ بھی کہتے ہیں۔

سنت غیر مؤکدہ: ہر وہ عمل جو آپ ﷺ نے بغیر پابندی کے کبھی کبھار کیا ہو اور بکثرت اسے چھوڑا ہو۔اسے بجالانے پر آپ ﷺ نے ثواب بتایا ہو اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہ فرمایا ہو۔اس سنت کو بلا عذر بھی ترک کیا جاسکتا ہے۔اس عمل کا بھی صحیح دلیل سے ثابت ہونا ضروری ہے فقہی اصطلاح میں اس سنت کا دوسرا نام سنت غیر راتبہ ہے۔

نوٹ: ہماری اکثریت سنت کے معاملے میں افراط وتفریط کا شکار ہے۔غیر مؤکدہ کو سنت مؤکدہ کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور سنت مؤکدہ کو غیر سنت مؤکدہ کا۔مثلاً: ننگے سر نماز پڑھنا یا سنت مؤکدہ کا نماز میں ترک کر دینا یا عشاء کی نماز میں چار فرضوں کے ساتھ تیرہ رکعات ضرور پڑھنا۔اسی طرح سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ کو فرض کا اور فرض کو مؤکدہ وغیر مؤکدہ کا درجہ دے دینا۔جیسے فرض نماز باجماعت کے ہوتے ہوئے سنت کو پڑھنا یا مختلف اوقات کے نوافل کی ادائیگی فرض سے بھی زیادہ اہم سمجھنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳......مباح: ہر وہ عمل جس کے کرنے پر نہ کوئی ثواب بتایا گیا ہو اور نہ ہی کوئی سزا۔ جیسے: سیب کھانا۔

۴......مکروہ: وہ عمل جس کے کرنے کو شرعاً ناپسند کیا گیا ہو۔ جیسے آپ ﷺ کا ارشاد:

إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيْلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں: سنا ہے اور اس نے کہا، مال کا ضائع کرنا اور ایک ہی مسئلے کے بارے میں بکثرت سوال کرنا۔

۵......حرام: ہر وہ عمل جسے شریعت نے کرنے سے سختی سے روکا ہو اور اس کا ارتکاب کرنے پر سزا بتائی ہو۔ جیسے شرک کرنا، آپ ﷺ کی اتباع نہ کرنا، سود لینا دینا، رشوت لینا، شراب پینا یا بدکاری کرنا وغیرہ۔

حدیث وسنت میں فرق اور باہمی تعلق:

......عقیدہ کے اعتبار سے قرآن کریم بھی سنت میں شامل ہے جو حدیث ہی کے ذریعے ہمیں ملا۔ اس لئے عموماً محدثین حدیث وسنت کو مترادف سمجھتے ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ ان میں عموم وخصوص کا فرق ہے۔ یعنی حدیث عام ہے اور سنت خاص۔ وہ اس طرح:

حدیث سند ومتن کے مجموعے کا نام ہے اور اس متن کے ثبوت کے بعد جو مسئلہ (خواہ وہ فرض ہو یا مسنون، عقیدہ ہو حرام ہو یا حلال، قول ہو یا عمل) معلوم ہوا سے سنت کہتے ہیں۔

......چونکہ علوم نبوت کے لئے حدیث وسنت کا استعمال عام ہے۔ اس لئے محدثین ومتکلمین کے ہاں جب بھی حدیث یا سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد نبی ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات ہی ہوتے ہیں۔ اس مفہوم کے علاوہ کسی اور طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔

......سنت کا تعلق آپ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے ہوتا ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی عادات بھی شامل ہیں۔ مگر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اقوال وافعال گو کتب حدیث میں موجود ہیں انہیں سنت نہیں بلکہ اثر، موقوف، مقطوع یا خبر کہا جاتا ہے۔

......صرف صحیح یا حسن حدیث سے سنت ثابت ہوگی اس لئے کہ صحیح حدیث کے علاوہ دیگر اقسام حدیث جیسے ضعیف، موضوع، متروک، مرسل یا اجتہاد وفتوی وغیرہ سے سنت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی اسے سنت نام دیا جاسکتا ہے۔ نیز حدیث کو تو ضعیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وموضوع کہا جاتا ہے مگر سنت کو نہیں۔

......سنت وحدیث میں تعداد کے لحاظ سے بھی فرق ہے مثلاً آپ ﷺ کی یہ قولی سنت ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔۔۔ یہ سنت تقریباً (۷۰۰) سات سو طریقوں سے بیان ہوئی ہیں۔ یوں یہ سنت ایک ہے مگر اس کی احادیث (۷۰۰) سات سو ہیں۔ اسی طرح ایک ہی حدیث میں بے شمار سنتوں کا استنباط فقیہ کا کام ہے۔

......فقہی اعتبار سے سنت اسے کہیں گے جو فرض کے بعد کا درجہ رکھتی ہے۔ جس میں سنت مؤکدہ یا راتبہ اور سنت غیر مؤکدہ یا غیر راتبہ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

......بعض لوگ سنت وحدیث کے درمیان یوں فرق کرتے ہیں کہ حدیث وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وصفات کی صورت میں منقول ہو۔ اور سنت وہ ہے جو شرعی اعتبار سے آپ ﷺ کے عہد سے عصر صحابہ کے آخر تک عملاً واقع ہوئی ہو۔ مثلاً وہ کہتے ہیں: حدیث میں یہ منقول ہے مگر سنت اس کے خلاف ہے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ عمل جو زمانہ رسول سے لے کر عہد صحابہ کے اخیر تک جاری وساری رہا یہ حدیث اس کے برعکس ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ سنت یہ تھی اور حدیث اس کے خلاف نکل آئی؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ عہد صحابہ میں ہی ایک عمل بصرہ یا کوفہ میں تھا اور حدیث اس کے خلاف تھی؟ یا مدینہ میں تھا اور کوفہ وبصرہ کا عمل اس کے خلاف تھا؟ غور کیا جائے تو یہ سوال حدیث کی ہمہ گیریت کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اور علاقائی رواج یا حدیث سے لاعلمی کو سنت کہا جا رہا ہے جو اصولاً غلط ہے۔ وفات نبوی کے بعد بہت سے صحابہ کرام ان علاقوں میں جا آباد ہوئے۔ علم وعمل کو انہوں نے اپنے شاگردوں کو دیا، کیا وہ رسول کی تعلیمات اور حدیث رسول کے بغیر تھا؟ کیا مدینہ کی سنت کوفیوں نے تسلیم کی؟ یا کوفیوں کی سنت، مدنی لوگوں نے مانی؟ علاقائی یا انفرادی طریقے سنت سے موسوم کر کے کہیں انکار حدیث تو نہیں کیا جا رہا؟ سبھی مکلّف ہیں حدیث رسول کی اتباع کرنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنے ارشادات میں یہ بات فرمائی: صحیح حدیث آجائے تو میرا قول وعمل دیوار پر دے مارو۔ اس لئے حدیث ہی آفاقی شے ہے۔ یہ جہاں بھی ملے گی اسے اپنانا ہی سنت ہوگا۔ مقامی عرف اور عادات کو اسی کے مطابق ہی ڈھالنا ہوگا۔

......حدیث وسنت کے ماہرین کا تجزیہ بعض علماء نے یوں پیش کیا ہے کہ امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدی سے پوچھا گیا کہ امام مالک، اوزاعی اور سفیان بن عیینہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا: اوزاعی امام سنت ہیں امام حدیث نہیں۔ سفیان امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث ہیں امام سنت نہیں اور مالک دونوں میں امام ہیں۔ (ترتیب المدارک از قاضی عیاض: ۱۳۲۱) ابن ابی حاتم، عبدالرحمن بن مہدی کا یہ قول بھی لکھتے ہیں: علماء کی مختلف اقسام ہیں۔ ان میں کوئی امام سنت وحدیث ہے۔ کوئی صرف امام سنت ہے حدیث نہیں۔ اور کوئی اس کے برعکس۔ رہا وہ جو دونوں میں امام ہو وہ صرف ابوسعید سفیان ثوری ہیں۔ یہ فرق اس لئے کہ حدیث کی سند اور متن کا عالم امام حدیث کہلایا اور جو حدیث کے ان دونوں حصوں میں صحیح متن سے بھرپور واقفیت کے بعد اس سے استنباط مسائل کرتا وہ امام سنت کہلایا۔ یہ سبھی اطباء تھے صیدلی نہیں تھے۔ کیونکہ کوئی عالم، فقیہ یا مجتہد کہلانے کا مجاز ہی اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے پاس سند ومتن کا صحیح علم ہو اور استنباط کا ملکہ بھی اسے حاصل ہو۔ ورنہ وہ فقیہ ہے نہ مجتہد۔

چند قاعدے:

★......سنت صرف آپ ﷺ کے راستے پر چلنے کا نام ہے۔ مقامی یا علاقائی رواج یا رائج استنباط کو سنت نہیں کہا جاسکتا الا یہ کہ وہ اتباع رسول ﷺ کے زمرہ میں آئے۔ اتباع سنت سے شیطانی غلو میں آکر نہ آپ ﷺ کے مرتبے کو بڑھانا مقصود ہے اور نہ ہی کسی اور کو یہ مرتبہ دے کر آپ ﷺ کو مرتبے سے گرانا ہے۔

★......سنت خلفاء راشدین بھی اتباع سنت ہی کا نام ہے۔ اسی طرح جب رسول اکرم ﷺ سے کوئی سنت واضح طور پر ثابت ہو تو صحابہ کرام کے اختلاف سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

★......سنت ثابتہ کے مقابل میں صحابی کا انفرادی عمل دلیل نہیں۔ صحابہ بلاشبہ سنت رسول ﷺ کے محب تھے۔ مگر ان کا عمل اس وقت دلیل ہوسکتا ہے جب رسول اکرم ﷺ سے صراحتاً اس باب میں کچھ ثابت نہ ہو۔ آپ ﷺ سے جب وضاحت آجائے تو وہی سنت ہوگی۔ مثلاً بعض صحابہ بیس تراویح پڑھتے تھے مگر رسول اکرم ﷺ سے یہ تعداد ثابت نہیں۔ رسول اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کی تین طلاقوں کو ایک سمجھا سیدنا عمرؓ نے انہیں تین ہی نافذ کردیا۔ اسی طرح سیدنا عمرؓ حج تمتع کو ناپسند کرتے تھے۔ (صحیح مسلم) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ رکوع میں تشبیک کے قائل تھے حالانکہ سنت صحیحہ اس کے خلاف ہے۔ (ترمذی) ایسے مسائل میں صحابہ کرام کے عمل سے سنت ثابت نہیں ہوگی اور نہ ہی صحابہ پر طعن کیا جائے گا۔

دور کی کوڑی: سنت سے کدر کھنے والے ایک اور دور کی کوڑی لائے کہ لفظ سنت، عبرانی لفظ مسناۃ سے ماخوذ ہے۔ جو زبانی روایات کے معنی میں ہے۔ عربی نہیں۔ یہ بات حسداً کی گئی ہے کہ بہترین اصطلاحات مسلمانوں کے پاس کیوں ہوں؟ ورنہ لفظ سنت ایک خالص عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی راستہ یا طریقے کے ہیں اور اصطلاحاً وہ راستہ جس پر جناب رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ تمام عمر قائم رہے۔اس کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں زبانی روایت کے معنی ہرگز نہیں ملتے (کتاب الاسلام عقیدۃ وشریعۃ از شیخ محمود شلتوت :ص:۵۱۳) اور مقالات سلیمان ج ص ۱۶۶)۔ہاں مسناۃ کے لفظ پر ہمیں کوئی شکایت نہیں اس لئے کہ یہود نے اپنی مذہبی کتب کی روایت زبانی کی ہے۔جن میں ان کے اکابرین کے اقوال منقطع اور بلاسند ہیں۔وہ سند بیان کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔اس لئے یہ نام ان کی کتب پر صحیح چسپاں ہوتا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ:

دوسری صدی ہجری کے آخر میں یہ اصطلاح ان لوگوں کے لئے مستعمل ہوئی جو منہج صحابہ وتابعین پر قائم رہے اور صرف حدیث وآثار کے تابع رہے۔سب سے پہلے امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے اہل السنۃ کے ساتھ الجماعۃ کے لفظ کا اضافہ کیا۔کیوں کہ کچھ لوگ اس زمانہ میں ایسے بھی تھے جو اہل السنۃ ہونے کا دعوی کرتے مگر وہ عقائد وخیالات میں ٹیڑھے ہوگئے تھے۔جیسے خلق قرآن کا مسئلہ۔نیز اپنے اپنے امام کی تقلید سے چمٹ کر جماعت کے مفہوم کو انہوں نے بگاڑ دیا اور اہل السنۃ سے ہٹ گئے۔حدیث وآثار کی روشنی میں سلف صالحین کا طریقہ اتباع ایسے حالات میں پھر یہی بنا کہ ہم سنت کی اتباع کر کے جماعت کے ساتھ رہیں گے۔عقائد واعمال میں ہم ان سے الگ نہیں ہوں گے۔اس لئے یہ دونوں لازم وملزوم ہوگئے۔جس کی وجہ یہ حدیث تھی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

سَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ۔

(سنن ترمذی:۲۶۴۰، سنن ابوداود:۴۵۹۶ صحیح العلامۃ الألبانی) میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے سبھی دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔اور وہ جماعت ہوگی۔

جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو متبع سنت رسول ہیں اور جن کا کوئی خاص نام نہیں اور نہ ہی کسی امام کی تقلید اس میں شامل ہے۔یہ حضرات رسول اکرم ﷺ کے اس قول مبارک کو اپنی دلیل بناتے ہیں:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ، تَمَسَّكُوْا بِهَا، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(ابوداؤد:۴۶۰۷، مسند احمد:۱۲۶/۴ صحیح العلامۃ الألبانی) میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو میرے بعد اختیار کرلو اور اسے تھامے رہو اور ڈاڑھوں سے بھی مضبوطی سے پکڑلو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جماعت کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وہ حدیث کے سماع، کتابت یا اس کی روایت پر اکتفاء نہیں کرتی بلکہ اس سے مراد وہ جماعت ہے جو حدیث کی صحیح معرفت حاصل کر کے اس کی بھرپور حفاظت کرے، اس کے ظاہری و باطنی فہم کو حاصل کرے اور اس کی ظاہری و باطنی اتباع بھی کرے۔ یا ان کی یہ اچھی خصلت ضرور ہو کہ ان کے دلوں میں قرآن و حدیث کی محبت گڑی وجمی ہو۔ انہی دونوں میں ہی وہ اپنے شرعی مسائل کو تلاش کریں اور انہی کے معانی و مفاہیم کو وہ سیکھیں اور جو قرآن و حدیث کے مطابق ہو اس کے مطابق عمل کریں۔ فقہاء حدیث، غیر محدث فقیہ کی بہ نسبت رسول اکرم ﷺ کے بارے میں زیادہ علم رکھتے تھے۔ یہی وہ جماعت تھی جن کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ جس طریقے پر میں ہوں یا میرے صحابہ۔ یا ایک روایت میں: ھِیَ الْجَمَاعَۃُ،یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ۔ یہی جماعت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہی ہوتا ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی: ۳/۳۴۵، ۳۴۷)

☆......اس صحیح حدیث میں یہ ایک وعید ہے جو دین کے نام پر جماعتوں، فرقوں اور مختلف گروہوں اور مسلکوں میں بٹ جائیں اور اسی خدمت اسلام سمجھیں۔ اور ناجیہ فرقہ آپ ﷺ نے صرف وہ بتایا ہے جس کا نام تو نہیں مگر کام اور نظریہ ہے۔ جو: مَا اَنَا عَلَیْہِ الْیَومَ وَاَصْحَابِیْ والا ہے یعنی جس پر میں اور میرے صحابہ آج قائم ہیں۔ جس گروہ میں یہ خوبی ہے وہی اَلْجَمَاعَۃُ ہے۔ اسی مسلک کے افراد ہی الجماعۃ ہیں۔ اس لئے روز قیامت دعوی نہیں بلکہ عمل اور عقیدہ پرکھا جائے گا۔

☆......اہل السنۃ کا لفظ اہل علم، شیعہ وروافض کے فرضی عقیدہ امامت کے مقابل استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح حدیث و آثار صحابہ و تابعین کے متبعین کے لئے بھی یہی اصطلاح متداول ہے۔ اس میں الجماعۃ لفظ کے اضافے کا مقصد یہ تھا کہ وہ صحابہ و تابعین کے منہج والی ہو جس میں بدعقیدگی اور نہ ہی مقامی رسم ورواج۔ آج ہر کوئی اہل السنۃ کی اصطلاح استعمال کرتا ہے تاکہ اپنے خیالات ونظریات کا ابلاغ ودفاع کر سکے۔ ہر دور میں War of Terminology رہی ہے اس لئے ان اصطلاحات کے بارے میں محتاط رہنا ہوگا۔

☆......خرابی عقیدہ کے اعتبار سے محدثین نے ہر مدعی سنت کو اہل السنۃ میں شامل نہیں کیا بلکہ یہ شرط لگادی کہ جو کچھ وہ کہتا یا کرتا ہے کیا وہ اسلاف سے صحیح مروی بھی ہے؟ ورنہ وہ مُحْدِث (Inventor) اور زائغ (Deviant) ہے جس کی بات قبول کرنا تو کجا اس کی طرف کان دھرنا بھی غلط ہے۔ اہل السنۃ میں وہ بھی شامل ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو آسمانوں سے بھی عالی وبلند سمجھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اوراس کے عرش پر مستوی ہونے کو بھی۔ سنی تسلیم کرتا ہے کہ حروف قرآن مخلوق نہیں اور اللہ تعالیٰ حرف وصوت میں بات کرتا ہے۔ وہ یہ بھی مانتا ہے کہ اہل ایمان اپنی آنکھوں سے رب جمیل کو جنت میں دیکھیں گے۔ وہ ایمان کو صرف تصدیق قلب نہیں بلکہ اقرار اور عمل کو بھی ایمان کا لازمی جزو سمجھتا ہے۔ خیر القرون میں سنت کی یہی تعبیر تھی مگر بعد میں اس کی غلط تعبیر کی وجہ سے بہت فرقے بنے اور اہل بدعت کہلائے۔ کچھ تو ماضی کا قصہ بن گئے اور کچھ کی باقیات ہیں۔ انہی فرقوں نے دین کے ہر اہم عقیدہ وعمل میں انحرافی خیالات کی ایسی جگہ بنائی کہ قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کی اصل تعلیمات زیرو ہوگئیں۔ بلکہ افکار واشارات ترجیح پاگئے اور سبھی گروہ اس آیت ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ کا مصداق بن گئے۔

☆......مختلف مذاہب وفرقوں پر لکھی تصنیفات میں علماء، سنی بمقابل شیعی کا لفظ استعمال کرتے ہیں کیونکہ شیعہ مدعی تھے کہ ہم اہل بیت کی اتباع کرتے ہیں اور یہ علم ہم نے انہی سے لیا ہے جب کہ اہل السنہ، اہل بیت کے سربراہ کی اتباع کرتے اور انہی سے علم لیتے ہیں۔ اہل سنت کے عقائد وہ نہیں جو اہل تشیع کے ہیں بلکہ ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اہل سنت چند صحابہ کو چھوڑ کر نعوذ باللہ باقی کو کفار نہیں بلکہ سبھی کو مومن سمجھتے ہیں اور ان پر تبرا کرنا اور انہیں گالیاں دینا حرام اور خلاف اسلام سمجھتے ہیں۔ ایمان باللہ والرسول کے بعد ولایت یعنی سپورٹ اور محبت بھی صرف انہی کے لئے جائز سمجھتے ہیں اور کسی تیسرے سے براءت کا اعلان۔ اس لئے کہ اِبْنُ اللّٰهِ، یا نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ جیسے الفاظ کہنا یا انہیں ماننا وہ شرک وکفر سمجھتے ہیں۔ دلیل کے طور پر یہ آیت ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆

کیا کانا دجال ایک افسانہ ہے؟

تمیم الداری کی صحیح حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے جس معین شخص کو دجال قرار دیا تھا وہ ایک جزیرہ میں مقید تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول محترم ﷺ کے زمانے میں پیدا ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے دجال کے نکلنے کی جہت بھی متعین کردی اور فرمایا وہ مشرق کی جانب سے نکلے گا مگر علاقے کا نام مبہم کردیا۔

اب یہ کہنا: کہ تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کردیا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ اندیشہ صحیح تھا۔

کہاں درست ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدعت کا مفہوم

لغت میں بدعت نئی ایجاد کو کہتے ہیں جیسے: ﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ آسمانوں اور زمین کا نیا موجد ہے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس کی دلیل ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات گھڑی جس کا تعلق اس دین سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

چونکہ اس کا تعین غیر نبی نے کیا ہوتا ہے اور کارِ ثواب سمجھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس لئے شرعی اصطلاح میں یہ بدعت کہلاتی ہے۔ سیئہ اور حسنہ کے نام سے بدعت کی جو تقسیم ہے وہ لغوی ہے جس کا عبادت یا کارِ ثواب سے کوئی تعلق نہیں۔

زہد، وعبادت اور عمل کے جو طریقے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سمجھائے انہیں ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا ہی صحیح دینی روش ہے۔ انہیں چھوڑ کر ثواب و اعمال کے ایسے طریقے ایجاد کرنا جو آپ ﷺ نے کیے اور نہ ہی کرنے کا کچھ کہا، وہ بدعت ہے کیونکہ ہر نیکی کی تکمیل آپ ﷺ سے ہو چکی۔ اگر وہ نیکی ہوتی تو آپ ﷺ ضرور کرتے اور آگاہ بھی فرماتے۔ ورنہ نعوذ باللہ آپ ﷺ پر الزام آجائے کہ یہ نیکی آپ ﷺ سے رہ گئی جو ہم بتا رہے ہیں۔ اس لئے جب آپ ﷺ نے وہ کام عبادت سمجھ کر کیا ہی نہیں تو ہمیں قطعاً اجازت نہیں کہ ہم نیکی یا ثواب کے کام خود گھڑیں اور لوگوں کو ان پر لگا دیں۔ یہ گنجائش اگر کھول دی جائے تو معلوم نہیں کتنی خرافات رائج ہو جائیں جو دین کا چہرہ مسخ کر دیں۔

میانہ روی کا درس: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول (سنن دارمی: ۱/۷۲) میں بھی ہے:

اَلْقَصْدُ فِی السُّنَّةِ خَیْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِی الْبِدْعَةِ۔ سنت نبوی میں میانہ روی اس کوشش سے بہتر ہے جو بدعت کے لئے صرف کی گئی ہو۔

امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں:

کَانَ مَنْ مَضٰی مِنْ عُلَمَائِنَا یَقُوْلُ: اَلْاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ۔ سنت کو تھامنے میں ہی نجات ہے۔ ہمارے اسلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی کہا کرتے تھے۔(الزہد از ابن مبارک:۱/۲۸۱)

اسی معنی میں علماء نے کہا: طَلَاقُ السُّنَّةِ كَذَا وَ طَلَاقُ الْبِدْعَةِ كَذَا، طلاق سنت یہ ہے اور طلاق بدعت یہ۔ یا فُلَانٌ عَلَى سُنَّةٍ یعنی قرآن کریم اور حدیث کے موافق اس کا عمل وقول اور عقیدہ ہے۔ اور اگر عمل ان کے خلاف ہو تو پھر کہتے ہیں: فُلَانٌ عَلَى بِدْعَةٍ۔ فلاں بدعتی ہے۔ سنت کے پابند صحابہ کرام رہے اور بدعت منحرف لوگوں کی غذا بنی رہی۔ مثلاً:

☆...... جب صحابہ رسول ﷺ نے اپنی آوازیں ذکر الٰہی کرتے وقت بلند کیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ! اَرْبَعُوا عَلَى اَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّمَا تَدْعُونَ سَمِيْعًا، إِنَّ الَّذِي تَدْعُوْنَهُ اَقْرَبُ إِلَى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهِ۔ (متفق علیہ) لوگو! اپنے اوپر مہربانی کرو (چلانے سے کیا فائدہ؟) تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے تم سننے والے کو پکارتے ہو۔ بلاشبہ تم جسے پکارتے ہو وہ تم سے تمہاری اپنی سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔

☆......ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب عرض کی گئی کہ ایک صاحب جب قرآن پڑھتے ہیں تو Faint یعنی ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں؟ کیا کیا جائے؟ فرمانے لگیں: صحابۂ رسول تو ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔ دورِ صحابہ میں فرد واحد میں بھی یہ حرکات و بدعت نظر آتی تھیں۔ مثلاً ایک صاحب نے دیہات میں گھر بنایا اور چاہا کہ میں وہاں Monk (پیر) بن کر بیٹھ جاؤں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھر کو تڑوا دیا اور اسے وہاں رہنے سے منع کر دیا۔

☆......کوفہ کی جامع مسجد میں حلقۂ ذکر کرنے والوں کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ وہ بولے: ابو عبدالرحمٰن! ہم صرف گٹھلیوں پر تکبیر وتہلیل اور تسبیح گن رہے ہیں۔ فرمایا: بہتر یہ ہے کہ تم اپنی برائیاں گنو۔ میں تمہارا ضامن بنتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں جائے گی۔ امت محمد ﷺ! بہت افسوس ہے تم کتنی جلدی راہ ہدایت سے بھٹک گئے ہو ابھی تو بکثرت صحابۂ رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ ابھی تو آپ ﷺ کے کپڑے بھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ ﷺ کے برتن ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم یا تو ایسی ملت پر ہو جو رسول اکرم ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا پھر تم ضلالت وگمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو۔ وہ کہنے لگے: ابو عبدالرحمٰن! ہم تو صرف خیر ہی چاہتے ہیں۔ فرمانے لگے: خیر کو کتنے چاہنے والے ہیں مگر وہ اسے نصیب نہیں ہوتی۔ یقیناً رسول اکرم ﷺ نے ہمیں یہ حدیث ارشاد فرمائی: کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جا سکے گا۔ بخدا مجھے نہیں علم، شاید ان کی اکثریت تمہی میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتی ہے۔ یہ کہہ کر سیدنا ابن مسعود وہاں سے چلے گئے۔ عمرو بن سلمۃ کہتے ہیں: ہم نے ان حلقات کے اکثر لوگوں کو نہروان کی جنگ میں دیکھا وہ ہم پر خوارج کے ساتھ تیر برسا رہے تھے۔ (سنن الدارمی: باب کراھیۃ أخذ الرأی)

بدعت کی سنگینی:

بزرگوں کے ذاتی اعمال وخیالات کو خوبصورت سمجھنا اور پھر ان کے فضائل ومحاسن کی تہہ چڑھا کر عمل کی چھچھوندری چھوڑنا یہ اہل بدعت کا خاصہ ہے۔ دلائل توڑ مروڑ کر پیش کرنے میں بھی وہ طاق ہوتے ہیں۔ زہد وعبادت، اس کے مختلف روپ، اور پھر مناصب وسلاسل کی ایک طویل فہرست، نیز عقل وخرد کو حسن وقبح کے اختیار کا معیار بنانا یہ سب ایسی سعی لا حاصل ہیں کہ جن سے سوائے دین دوری کے کچھ نہیں ملا۔ اس لئے سنت کے بیشتر مباحث میں عقیدہ توحید اور اصول دین بنیادی حیثیت رکھتے ہیں تاکہ مختلف فرقوں کے اقوال میں صحیح وغلط کی تمیز کی جاسکے۔ اگرچہ یہ ایمانیات صحابۂ رسول کے ہاں معروف تھے مگر مشہور نہیں تھے۔ مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول: مَنْ تَرَكَ السُّنَّةَ كَفَرَ۔ جس نے سنت چھوڑی اس نے کفر کیا۔ ان کی مراد اصول دین ہے کیونکہ یہ بات انہوں نے مسائل عقیدہ میں گفتگو کے دوران فرمائی تھی۔ ورنہ صحابہ کرام کسی کو معمولی باتوں پر نہیں بلکہ بڑے اہم عقائد کو چھوڑنے اور نہ ماننے پر کافر قرار دیتے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

اَلْهَوٰی عِنْدَ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ حَقٌّ، وَإِنْ ضُرِبَتْ فِيهِ عُنُقُهُ۔ جو مخالف سنت ہے اس پر خواہش نفس کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اسے ہی وہ حق سمجھتا ہے خواہ اس کی گردن بھی اس وجہ سے اڑا دی جائے۔

☆...... بدعت، معصیت سے بدتر گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعت شیطان کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ ایک گناہ گار جانتا ہے کہ وہ گناہگار ہے اور معصیت کا ارتکاب کر رہا ہے جبکہ بدعتی یہ سمجھتا ہے کہ وہ مطیع وفرمانبردار ہے اور اطاعت کر رہا ہے۔ اس لئے بدعت معصیت سے بری شے ہے۔ گناہ گار تو توبہ بھی کر لیتا ہے لیکن بدعتی بہت کم ہی توبہ کر پاتا ہے کیونکہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے برخلاف ایک گناہ گار کے۔ امام سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے:

اَلْبِدْعَةُ أَحَبُّ إِلَى إِبْلِيسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ فَإِنَّ الْمَعْصِيَةَ يُتَابُ مِنْهَا وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا (مسند ابن الجعد: ۱۸۸۵، فتاوی شیخ الاسلام: ۱۱/۴۷۲) بدعت شیطان ابلیس کو معصیت سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ گناہ سے توبہ ہوسکتی ہے مگر بدعت سے نہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد بھی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِحْتَجَزَ التَّوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ۔ (الصحیحۃ: ۱۶۲۰) بے شک اللہ تعالیٰ نے توبہ کو ہر بدعتی سے چھپا رکھا ہے۔

☆......امام حسن بصری فرمایا کرتے:

لَا تُجَالِسْ صَاحِبَ بِدْعَةٍ،فَإِنَّهُ يُمَرِّضُ قَلْبَكَ۔ (الاعتصام: ۱/۱۷۲) بدعتیوں کے ساتھ مت بیٹھو کیونکہ یہ تمہارے دل کو مریض کر دیں گے۔

فضیلؒ بن عیاض کہتے ہیں:

اَدْرَكْتُ خِيَارَ النَّاسِ كُلُّهُمْ اَصْحَابُ سُنَّةٍ:يَنْهَوْنَ عَنْ اَصْحَابِ الْبِدَعِ۔ (الشرح والابانہ از ابن بطہ: ۱۳۵) میں نے تمام لوگوں میں بہتر لوگ سنت والوں کو پایا جو بدعتیوں سے روکا کرتے تھے۔

اَلْمَلَائِكَةُ حُرَّاسُ السَّمَاءِ وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ حُرَّاسُ الْاَرْضِ۔ آسمان کے نگران فرشتے ہیں اور زمین کے نگران اہل حدیث۔

امام ابوحاتم الرازی فرمایا کرتے: عَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدَعِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ۔ (السنۃ از لالکائی: ۱/۱۷۹) اہل بدعت کی علامت یہی ہے کہ وہ اہل حدیث کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

امام ابوعثمان الصابونی لکھتے ہیں: وَعَلَامَاتُ الْبِدَعِ عَلَى اَهْلِهَا بَادِيَةٌ ظَاهِرَةٌ، وَاَظْهَرُ آيَاتِهِمْ وَعَلَامَاتِهِمْ: شِدَّةُ مُعَادَاتِهِمْ لِحَمَلَةِ اَخْبَارِ النَّبِيِّ ﷺ وَاحْتِقَارِ هِمْ وَاسْتِخْفَافِهِمْ۔ (عقیدۃ السلف از صابونی: ۱۰۱) بدعت کی علامات اہل بدعت پر تو ظاہر و باہر ہوا کرتی ہیں اور ان کی زیادہ ظاہر علامت یہی ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے احادیث کے حاملین سے شدید ترین دشمنی رکھتے، ان سے نفرت کرتے اور ان کی توہین کرتے ہیں۔

بہتر بدعتی فرقے: آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً،وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً،قَالَ:وَمَنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟قَالَ:مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِيْ یقیناً بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ یہ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ صحابیٔ رسول نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ بچنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس مسلک پر میں آج ہوں اور میرے صحابہ۔

اس صحیح حدیث کی تفصیل بتاتے ہوئے علماء یہ لکھتے ہیں۔

أُصُوْلُ الْبِدْعَةِ أَرْبَعَةٌ۔ وَسَائِرُ اثْنَتَيْنِ وَالسَّبْعِيْنَ فِرْقَةً عَنْ هٰؤُلَاءِ تَفَرَّقُوْا، وَهُمْ: الْخَوَارِجُ، وَالرَّوَافِضُ، وَالْقَدَرِيَّةُ وَالْمُرْجِئَةُ۔ بدعت کے موسس یہ چار فرقے ہیں اور باقی بہتر انہی سے پھوٹے ہیں۔ یہ: خارجی، رافضی، قدری اور مرجئہ ہیں۔

خوارج نے مسلمانوں کے فکری اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی ابتداء کی اور مرتکب کبیرہ کو انہوں نے کافر قرار دیا۔ **رفض** نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر باقی صحابہ کرام پر سب و شتم سے اپنا آغاز کیا۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ کا درجہ دے کر بعد میں توحید اور اسلام پر طعن کا دروازہ کھول دیا۔ **قدریہ** نے اپنی شناخت نصوص دین میں سے کسی بھی نص کے صاف انکار سے کرائی۔ یعنی ایمان بالقدر اور اس کے خیر و شر پر اعتراضات کی تہہ چڑھائی اور پرے ہوگئے۔ **مرجئہ** نے جو باب کھولا اس میں عمل صالح کی توہین اور تعلیمات اسلامیہ کی تحقیر ہوئی اور شیطان و مسلمان کے ایمان کو برابر کر دیا۔

اگر اللہ تعالیٰ اہل سنت کو ان بدعتیوں کی ضرر رسانی دور کرنے کے لئے کھڑا نہ کرے تو دین میں فساد برپا ہو جائے جو اہل حرب دشمنوں کے مسلمان ملک پر قابض ہونے سے بھی بڑا ہے۔ کیونکہ موحد لوگ اگر باہوش و متحرک ہوں تو اہل ایمان کے دلوں میں دین کی جو سچائی ہے بدعتی اسے فاسد نہیں کر سکتے۔ جبکہ اہل بدعت تو دلوں کو ابتداء ہی سے فاسد کر دیتے ہیں۔

نوٹ: علمائے سلف نے **السُّنَّة** کے نام سے کتب لکھیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء و صفات سے متعلق احادیث جمع کیں جو اسے بااختیار بتاتی، ایمان بالغیب اور قضاء و قدر میں ایمان کو پختہ کرتی ہیں۔ صحابہ رسول کو وہ مقام دیتی ہیں جو اللہ و رسول نے انہیں دیا ہے۔ ابوبکر الأثرم، عبداللہ بن احمد، ابوبکر الخلال، ابوالقاسم طبرانی، ابوالشیخ اصفہانی اور ابوعبداللہ بن ابی زمنین نے کتاب السنہ کے نام سے کتب لکھیں اور عقیدہ کے مسائل بیان کئے۔ شرح السنۃ امام بربہاری کی ہے جس میں عقیدہ کی شرح کی ہے۔ عقیدہ طحاویۃ اور عقیدہ واسطیہ جیسی کتب بھی عقائد کو واضح کرتی ہیں کہ اہل السنۃ کون ہیں؟ کون سا فرقہ ناجیۃ ہے جسے اہل السنۃ والجماعۃ کہا گیا ہے اور کون سا ضالہ۔ کتب حدیث میں بھی کتاب الایمان، کتاب التوحید اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب السنۃ کے نام سے باب بندی کی ہے۔

أهل الاهواء: یہ دو قسم کے گروہ ہیں جو کسی قانون کے پابند نہیں بلکہ ان کی خواہش نفس ہی ان کا قانون ہے۔

۱۔ یہ وہ من موجی لوگ ہیں جو بظاہر عقل اور Logic کے قائل ہیں۔ اللہ ورسول کے ارشادات پر ایمان سے زیادہ ان کا اپنی عقل پر زیادہ ایمان ہوتا ہے۔ ان میں بیشتر دین اور دینی حکمتوں سے لاعلمی کی وجہ سے ایسے بنے ہوئے ہیں۔ کچھ ان میں Rationalists کہلاتے ہیں اور ماڈرن ازم کے داعی ہیں۔ سنت کو اولڈ اسلام سمجھتے ہیں۔ علماء و باعمل حضرات ان کی نظر میں قدامت پرست ہیں اور انہیں نئے نام دینے میں ماہر۔ دین کو طریقہ زندگی نہیں سمجھتے۔ گو ان کی اکثریت ریٹائرمنٹ کے بعد بڑھاپے میں قدامت پرستی ہی کی طرف رجوع کر لیتی ہے مگر کچھ بد قسمت اپنی آخرت کو اس عمر میں بھی یاد کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اسلام دشمن بھی اپنا بہتر کارندہ انہیں ہی سمجھتے ہیں۔

انسانی حقوق، حقوق نسواں، جمہوریت، NGO's، میڈیا، تعلیم اور نصاب تعلیم وغیرہ میں ان کی سرگرمیاں ہیں۔ ان میں گو بہت سے مسلمان ہیں مگر ان تمام سرگرمیوں کے چھپے ایجنڈے سے وہ نابلد ہیں۔ دین، قرآن، رسول محترم، وحی، ایمانیات جیسی بنیادی تعلیمات سے بتدریج انہیں دور اور متنفر کرنا ان کا MOTO ہے اور غیر شرعی سرگرمیوں کی چکا چوند سے متوالوں کا دل لبھانا ان کا پروگرام ہوتا ہے۔

۲۔ کچھ لوگ یہ بھی خواہش رکھتے ہیں کہ شیخ ہماری خواہش کے مطابق فتوی دیں۔ ایسے لوگ بکثرت فتوی شاپنگ کرتے ہیں اور ہمہ وقت بے یقینی کا شکار رہتے ہیں۔ ان کی نظر ہر وقت اختلافی ایشوز و مسائل پر رہتی ہے۔ یہی ان کا مبلغ علم ہے۔ صحیح مسئلہ معلوم ہو جانے پر۔۔ مانوں کہ نہ مانوں۔۔ کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر کرتے وہی ہے جو سروں یا بیویوں کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر اپنی جماعت کی تاریخ اور کارنامے ازبر رکھتے ہیں مگر شاذ و نادر ہی سیرت رسول ﷺ سے واقف ہوتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں انہیں اپنے اکابرین کی حیات کا ہر پہلو اور ہر لمحہ ازبر ہوگا۔ چند مخصوص امتیازی مسائل پر تو انہیں عبور حاصل ہو گا مگر صحیح جماعت کے مفہوم سے وہ نا آشنا ہوں گے۔ مسجد میں نماز کے معمولی فروعی مسائل پر سخت اختلاف کو دینی غیرت سمجھتے ہیں مگر مسجد سے باہر باہمی کاروبار اور رشتہ ناطہ سب جائز گردانتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا سنت تواتر عملی کا نام ہے؟

کچھ ادیب حضرات سنت کی نئی تعریف کرتے ہیں کہ وہ عمل جو تسلسل وتواتر سے مسلمانوں میں زیر عمل رہا ہو وہی سنت متواترہ اور قابل عمل شے ہے ورنہ نہیں۔ اپنی اس منفرد تعریف سے انہوں نے صحیح ومتفق علیہ احادیث کو زیر کرنے کی قابل نفریں کوشش کی ہے۔ وہ اسی حدیث کو قابل عمل گردانتے ہیں جس کے ہمراہ سنت متواترہ یعنی تسلسل سے اس پر عمل ہوتا آیا ہو خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ مفہوم کس محدث کبیر نے یا فقیہ وقت نے لیا ہے؟ تاریخ کا وہ کون سا جھروکہ ہے جہاں علمی وعملی زوال ایسا آیا کہ عمل باقی رہا اور سنت یا حدیث مفقود ہوگئی۔ یا وقتی تعامل کو اہل علم حضرات نے نظریہ ضرورت کے تحت سنت متواترہ کا نام دیا؟ کیا سنت متواترہ، حدیث کے بغیر اپنا وجود ثابت کرسکتی ہے؟ آخر وہ کون سی سنت متواترہ ہے جو سنت تو کہلائی مگر حدیث کے وجود کے بغیر؟ کیا مسلمانوں کی موجودہ عملی صورت حال صدق وکذب کا احتمال رکھتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا اسے بھی سنت متواترہ کہا جائے؟

......ہمارے مجتہدین کرام نے بیشتر استنباطات خبر واحد سے کیے۔ جن میں فرض مستحب اور حرام ومکروہ اور مباح کے مسائل بھی ہیں۔ کتب فقہ ان سے بھری پڑی ہیں مگر تواتر عملی کے مفہوم کی گولی عجیب سی ہے جو سابقہ مجتہدین کو مات دے کر ان کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے دی جارہی ہے۔

......تواتر عملی مذاہب اربعہ میں بھی نہیں؟ ائمہ فقہاء کرام کا اپنا اجتہاد واستنباط اور دو دو اقوال اور پھر ان کے شاگردوں کے اپنے اقوال وتخریج مسائل سے پتہ چلتا ہے کہ تواتر عملی کو وہ جانتے ہی نہ تھے۔ بلوائے عامہ کو بھی اکثر نے مشروط قبول کیا۔ صوفیاء بھی تواتر عملی کو تسلیم کرتے تو ان کے ہاں مختلف سلاسل قائم نہ ہوتے۔ اور ان کا ہر ذکر وفکر یا اشارہ بھی سنت نام نہ پاتا۔

......کیا یہ بھی تواتر عملی کی دین ہے کہ حرم کعبہ میں چار مصلے بنے؟ جو امت میں افتراق وانتشار کا سبب تھے۔ یا یہ مصلے ختم کرکے ایک ہی مصلے پر مسلمانوں کو جمع کرکے صحیح تواتر عملی کا سبق دیا، یا مزاروں اور قبوں کا رواج بھی تواتر عملی ہے اور مسلمان جو رخ اختیار کررہے ہیں کیا وہی دین ہے؟ مگر ان کے انہدام کا کام سیدنا علیؓ نے بہ حکم نبوی ﷺ سرانجام دیا اور بعد میں خود بطور خلیفہ یہ کام انہوں نے دوسروں سے بھی لیا۔ یہ سب اس لئے نظر انداز کردیے جائیں کہ تواتر عملی نہیں؟ خاندانی، قبائلی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی اور لسانی تعصّبات جو صدیوں سے جاہلیت کی عکاسی پیش کر رہی ہیں ان کا روح رواں بھی عملی تواتر ہے۔ اور مسلمان بھی اس کے ہمسفر ہیں۔ کیا انہیں بھی عملی یقینی تواتر کا درجہ دے دیا جائے؟

...... یہ سب نتائج، خبر واحد کے غلط مفہوم کو اجاگر کرنے کے ہیں جن میں عقلی تک بندی کا سیاہ پہلو بھی نمایاں ہے۔ وہی علم بہتر ہے جو روایت و درایت کی معتدل شرائط کی نمائندگی کرتا ہو جسے مان کر ظن و تاویل یا دانشوری کے جھٹکوں سے محفوظ ہوا جا سکتا ہے۔ انسان لفاظی کے زور سے وقتی طور پر اپنا حلقہ اثر تو بنا لیتا ہے مگر یہ حلقہ اثر بے قابو ہو کر ایک اور عاقل کو کھڑا کر دیتا ہے اور یوں نئے زاویے بنتے چلے جاتے ہیں۔ واصل بن عطاء کی عقل بھی اجتماعیت سے اٹھ کر زاویہ نشین ہو گئی تھی۔ اور پھر کیا ہر دور میں اس مزاج کے لوگ اسے نہیں ملے؟ بلکہ: ﴿وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ﴾ کے حامل یہی ناخلف اپنے آثار آخر چھوڑ ہی گئے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہمیں یاد رکھنا چاہئے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُ۔ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے سواسے محبوب نہ ہو جاؤں۔

...... دور صحابہ کرام میں مسلمان خرافات اور بدعات کا شکار نہیں ہوئے۔ خوارج کا خروج اور ان کے بعد معتزلہ کے اقتدار کا ڈنکا جس نے قرآن وسنت کا نام بڑی عقیدت سے لیا مگر ان کے تیر وتفنگ اہل سنت ہی سہتے رہے۔ کیا انہوں نے سنت کا مفہوم غلط نہ لیا۔ اسے فلسفیانہ رنگ دیا۔ اور ظلم کی سیاہ تاریخ رقم کی۔ جدید دور میں تواتر عملی کا مفہوم اسی فکر کی صدائے بازگشت ہے جس سے بہت سی صحیح احادیث اور ثابت شدہ سنتوں پر شب خون مارا جا سکتا ہے۔ دکان پر موجود چند اصلی اور کھری اشیاء کے باوجود ہر سیانا گاہک اس میں پڑی تھرڈ کلاس کی سستی اشیاء سے ضرور اجتناب کرے گا۔

...... اس لئے حالات کچھ بھی ہوں سنت رسول کا مفہوم وہی ہونا چاہئے جو آپ ﷺ نے متعین فرمایا۔ وہ سنت جو آپ ﷺ کے ارد گرد رہی اور گردش کرتی رہی جس نے سوچ، عمل اور عقیدہ کو وحدت دی۔ اس پر کسی کی انفرادی، خیالی، باطنی، اشاری یا مذہبی چھاپ نہیں لگانی چاہئے تاکہ دین کسی کے آثار کے ساتھ گڈمڈ نہ ہو جائے۔

...... اہم بات یہ بھی ہے کہ کوئی اجماع، قیاس یا قول، سنت کا مدمقابل ہو ہی نہیں سکتا۔ سنت فقہی ہو یا قانونی و آئینی۔۔ دونوں کے مفہوم کو ملتبس نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی قانونی ہو تو اس کے لئے تواتر عملی، عمل اہل مدینہ، اقوال ائمہ وغیرہ مصادر بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں اور صحیح مشہور حدیث نظر انداز ہو جائے۔ اور فقہی ہو تو وہاں خبر واحد بھی مصدر بن جائے۔ خلفاء اربعہ اہم مسائل میں خبر واحد کو بھی قانونی مصدر بناتے۔ تواتر عملی کچھ بھی ہوتا مگر بیشتر قانونی مسائل کا شرعی حل وہ خبر واحد میں ہی تلاش کرتے۔ محدثین وائمہ مجتہدین کے نزدیک خبر واحد۔ انفرادی واجتماعی سنتیں، فرض یا حرام حتی کہ ایمان وکفر تک ثابت کرتی ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ کا یہ قول بڑا وزنی ہے:

السُّنَّةُ هِيَ الْمِعْيَارُ عَلَى الْعَمَلِ وَلَيْسَ الْعَمَلُ مِعْيَارًا عَلَى السُّنَّةِ۔ (اعلام الموقعین: ۲/۲۹۵) سنت ہی کسی بھی عمل کے لئے معیار ہے نہ کہ عمل، سنت کے لئے۔

۱۲۔ مشہور صحابی سیدنا عمران بن حصینؓ ایک دفعہ درس حدیث دے رہے تھے کسی نے کہا: قرآن ہی وعظ ونصیحت کے لئے کافی ہے۔ آپؓ نے سخت غصہ میں فرمایا: تمہیں معلوم نہیں حدیث مبارکہ ہی تو قرآن کی تفسیر ہے۔ اگر حدیث مبارکہ کی اہمیت نہ ہوتی تو مجھے بتاؤ کہ ظہر وعصر کی چار، مغرب کی تین، عشاء کی چار اور فجر کی دو رکعات ہیں ان کی تفصیل تمہیں کہاں ملتی؟ اس لئے حدیث کو ماننا پابندی رسول ہے اور نہ ماننا اس سے فرار ہے۔

★★★★★

قال سبحانه وتعالى

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ..﴾ کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالی سے محبت کا دعوی کرتے تو میری اتباع کرو

امام حسنؒ بصری فرماتے ہیں:

اِدَّعٰى قَوْمٌ مَحَبَّةَ النَّبِيِّ ﷺ فَابْتَلَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٰذِهِ الْآيَةِ.

کچھ لوگوں نے حب نبی کا دعوی کیا تو اللہ تعالی نے انہیں اس آیت کے ذریعے آزمائش میں ڈال دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ سے کیا مراد ہے؟

☆......اُم المؤمنین نے سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کرنا چاہا۔ سیدہ بریرہؓ کے مالک نے حق تولیت اپنے پاس رکھنے کی شرط لگادی۔ آپ ﷺ کے علم میں جب یہ بات آئی تو خطبہ عام دیا اور فرمایا:

مَا بَالُ النَّاسِ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ۔ لوگ کیوں ایسی شروط رکھتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔

حق تولیت کی یہ شرط کیا قرآن کریم میں ہے؟ اگر نہیں تو آپ ﷺ نے کون سی آیت کا ذکر کیا جو اس حق تولیت کو رد کرتی اور جو آزاد کرے اس کا حق سمجھتی ہو؟

کتاب اللہ ساری پڑھ جایئے آپ ﷺ کو کہیں بھی ان دونوں باتوں کا ثبوت نہیں ملے گا۔ تو پھر کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟ جواب یہی ہے کہ آپ ﷺ کا کہا بھی کتاب اللہ کی مانند ہے جو عین شریعت ہے اور جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ صحابۂ رسول نے اسے یہی درجہ دیا۔ اور آپ ﷺ کے اس ارشاد کو کتاب اللہ ہی کا کہا مانا۔: اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ تولیت اسی کی ہوگی جو آزاد کرے گا۔ اس لئے کتاب اللہ ہی کے مطابق بریرہ رضی اللہ عنہا کا حق تولیت آپ ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا کیونکہ انہیں خرید کر آزاد کرنے والی ام المؤمنین ہی تھیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الشروط)

درجہ بالا جملہ: کتاب اللہ ہی ہمیں کافی ہے۔ اس سے مراد کیا یہی مجلد کتاب ہے یا مکمل شریعت ہے؟ آیا اس نرالے فہم کی کوئی تائید و دلیل ہے؟

☆......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صحابہ رسول اور نئی نسل کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: الرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ مَنْ زَنٰى إِذَا أُحْصِنَ۔ جب شادی شدہ زنا کرے تو اس کے لئے رجم کی سزا کتاب اللہ سے واقعتاً ثابت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المحاربین، باب رجم الحبلی)۔ مگر کیا رجم کا حکم کتاب اللہ میں ہے؟ اس لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ پر تبسم بکھیرنے کی ضرورت نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب باندھ کر یوں واضح کیا ہے۔ بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوطِ الَّتِي تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ۔ مکاتب اور ایسی شروط جو کتاب اللہ کی رو سے ناجائز ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی بیماری نے شدت اختیار کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِیْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ۔ میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ میں تمہیں کچھ تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوسکو۔

لوگ آپس میں بحث وتکرار کرنے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ یہ ہمارے لئے کافی ہے۔ سیدنا عمرؓ نے اس موقع پر صحابہ کرام سے یہ بھی کہا: اَھَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ؟ (صحیح مسلم) کیا نبی کریم ﷺ کوئی نامعقول بات کہہ سکتے ہیں؟ مراد یہ کہ ہرگز نہیں۔ اگر یہ بات غلط ہوتی تو آپ ﷺ سیدنا عمرؓ کی اصلاح فرما کے انہیں خاموش کرا دیتے۔ مگر آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا اور نہ حتمی ارادہ ہوتا تو آپ ضرور تحریر لکھوا دیتے۔

☆......یاد رکھئے رسول اکرم ﷺ صحیح ہوں یا حالت مرض میں۔ اس سے شریعت میں نہ کوئی نقص ہوسکتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے مرتبے میں کوئی فرق پڑ سکتا ہے۔ نہ شریعت کے احکام تبدیل ہوسکتے ہیں اور نہ ہی فرائض منصبی میں کوئی کوتاہی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کو یہ بحث ناگوار گذری۔ فرمایا: قُوْمُوْا عَنِّیْ لَا یَنْبَغِیْ عِنْدِی التَّنَازُعُ۔ یہاں سے اٹھ جاؤ میرے پاس ایسا نزاع مناسب نہیں۔ گویا کہ آپ ﷺ نے کچھ نہ لکھوانے کو ہی بہتر سمجھا۔ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

اِنَّ الرَّزِیْئَۃَ کُلَّ الرَّزِیْئَۃِ مَا حَالَ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَبَیْنَ کِتَابِہٖ۔ (صحیح بخاری: ۱۴۴) نبی کریم ﷺ اور ان کی طرف سے تحریر کے درمیان حائل ہونا انتہائی افسوسناک بات تھی۔

☆......آپ ﷺ کیا لکھوانا چاہتے تھے؟ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ یہ لکھوا دیتے کہ فلاں کو ہرگز خلیفہ نہ بنانا۔ مگر کیا آپ ﷺ کا لکھا ہوا کتاب اللہ نہ ہوتا؟ آپ ﷺ نے نہ لکھوایا تو یہ بھی وحی کے مطابق تھا جس سے پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ کیوں ارشاد فرمایا؟ کیا یہ ان کی فراست تھی کہ کچھ لکھوا لیا اور امت اس پر عمل نہ کر سکی تو وہ لائق سزا ہوگی یا آپ ﷺ کا لکھا ہوا نص ہو جائے گا جس میں اجتہاد کی گنجائش باقی نہیں رہے گی؟ دین کے بارے میں اگر ان کا یہ کامل یقین تھا کہ امت اب گمراہ نہیں ہوسکتی تو پھر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کا بوجھ گھٹانے کی کوشش کی۔ اس لئے اس واقعے پر کوئی بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر خفا ہوا اور نہ ہی کسی نے خوشی کا اظہار کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆...... جو کام اللہ ورسول کے تھے صحابہ کرام نے انہیں کبھی اپنے ہاتھ نہیں لیا بلکہ اپنی حدود میں رہے۔ اپنی رائے دینے میں وہ بہت محتاط تھے۔ چہ جائیکہ وہ قرآن کریم سے سارے مطالب لے کر اس کی اصطلاحات تک بدل دیں۔ اس سوچ نے غالباً انہیں یہ جرأت بھی دی کہ نص کے خلاف کسی کا کوئی فیصلہ یا حکم سنا تو برملا اس کی اصلاح چاہی یا کر دی۔ خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دئے ہوئے آرڈیننس کو ان کے بیٹے عبد اللہ بن عمر نے یہ کہہ کر رد کر دیا تھا: مَنْ اَبِی ؟ آپ ﷺ کی اجازت اگر حج تمتع کے بارے میں ہے تو میرا باپ کون ہوتا ہے؟ جو اسے منع کرے۔ (مسند احمد)

☆...... منبر پر جب مجمع عام میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حق مہر زیادہ دینے پر منع فرمایا تو خواتین کی مجلس میں بیٹھی ایک خاتون نے برملا کہا: عمر! اگر اللہ اس کی اجازت دیتا ہے تو آپ کون ہیں اسے روکنے والے؟ سنتے ہی فرمایا: اَصَابَتِ امْرَأَۃٌ وَاَخْطَأَ عُمَرُ۔ عورت نے درست بات کہی اور عمر سے غلطی ہوگئی۔ رضی اللہ عنہ۔

☆...... اسی بنا پر جمہور فقہاء اس رائے، قیاس یا اجماع کو تسلیم ہی نہیں کرتے جو سنت کے مخالف ہو۔ اس لئے صحیح حدیث، عمل اہل مدینہ پر ترجیح پائے گی۔ گو علماء موالک نے اس کی بہت سی تعبیرات پیش کی ہیں مگر پھر بھی صحیح حدیث کے خلاف یہ اصول ہے۔ یہی حال اس مبینہ اجماع کا ہے جو فقہاء اربعہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سب مفاہیم اصولاً نادرست ہیں چہ جائے کہ انہیں شریعت کہا جائے۔

☆☆☆☆☆

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وتَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْحِلْمَ، وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ،

وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ، وَلَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ، فَلَا يَقُوْمُ عِلْمُكُمْ بِجَهْلِكُمْ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم کو سیکھو اور علم کے لئے سکینت اور حوصلہ کو بھی سیکھو جنہیں تم سکھاتے ہو

ان سے تواضع بھی سیکھو اور جن سے تم سیکھتے ہو ان کے لئے بھی تواضع کرو۔ علماء جبارمت بنو تمہارا علم

تمہاری جہالت کے مقابلے میں انگیخت نہ ہو۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۴۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ اور مناصب

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ اور اخلاق سامیہ کو حدیث کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ سن ۵۷۱ عیسوی کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ چالیس سال کی عمر میں تاج نبوت سے سرفراز ہوئے اور خاتم بنے۔ جبریل امین نے بغیر کسی غلطی کے آپ ﷺ کے قلب اطہر پر قرآن مجید کو اتارا جس کی وضاحت اور بیان کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا۔ آغاز وحی سے ہی آپ ﷺ کو یہ باور کرا دیا گیا کہ اب آپ ﷺ کا ہر کام اللہ کے حکم وراہنمائی سے ہوگا۔

☆......وحی کا آغاز ہوتے ہی آپ ﷺ براہ راست اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں آگئے تا کہ شیطان اور اس کے وسوسوں سے آپ ﷺ کو بچایا جاسکے۔ یہ حفاظت الٰہی تھی جو آپ ﷺ کی ہر سوچ وحرکت اور قول کی نگران بن گئی اور آخر دم تک آپ ﷺ کو حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کے الزامات واستہزاء کا جواب جہاں آپ ﷺ کی زندگی میں ہی دیا وہاں اس اعزاز سے بھی آپ ﷺ کو نوازا کہ ﴿وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ﴾ اس آیت میں کیا آپ ﷺ کی سیرت وسنت کو تا ابد باقی رکھنے کی ضمانت نہیں؟ آپ ﷺ کی زندگی کی یہ وہ استثنائی کامیابی ہے جو آپ کو براہ راست اللہ کی مدد سے حاصل ہوئی۔ چونکہ آپ ﷺ نے اپنے مشن کو عین منشا الٰہی کے مطابق پیش کرنا تھا اس لئے آپ ﷺ کبھی بہکے نہ ہمت ہاری۔ عصمت اور قربت کا یہ منفرد مقام آپ ﷺ کے عظیم انسان ہونے کا نہیں بلکہ پیغمبر خدا ہونے کا ثبوت ہے۔

☆......اولوالعزم پیغمبروں میں سب سے بڑے اور سبھی انبیاء ورسل کے خاتم، رسول اکرم ﷺ ہیں۔ جن کی رسالت ونبوت اس لئے ابدی اور دائمی ہے کہ آپ ﷺ انسان کامل تھے۔ آپ ﷺ کو بحیثیت رسول قبول کرنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ان جملہ صفات کو بھی مانا جائے جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ اور سبھی میں آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ یعنی آپ ہی رول ماڈل ہیں۔ اس مقام ومنصب کو مانے بغیر کوئی مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ ہی کہلا سکتا ہے۔

☆......رسالت کے جلو میں یہ ذیلی مناصب آپ ﷺ کو بتدریج اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض ہوئے۔ بشری خصوصیات کے باوجود یہ مناصب بہت بڑا اعزاز ہیں۔ ان کی تصدیق عین ایمان ہے اور تکذیب عین کفر۔ انہیں جانے بغیر ہم حدیث کی اہمیت کا بالکل ادراک نہیں کرسکتے۔ اور نہ ہی اس منصب کے دشمنوں کی رسول دشمنی اور دین دشمنی کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

★......قرآن مجید میں معلم کتاب کی مختلف حیثیات کا علم ہوتا ہے مگر بعض چشم کوروں کو یہ اجالے دھندلے نظر آتے ہیں۔ اور قرآن کھولتے ہی ﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ﴾ کی بدنصیبی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

☆......غیر قرآنی اور دجلی اصطلاحات سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے جو مسلم معاشرے پر مسلط کی جا رہی ہیں جن کا مقصد خود کو نہیں بلکہ قرآن اور سارے دین کو بدلنا ہے۔ مثلاً مرکز ملت کی اصطلاح رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں گھڑی گئی تا کہ حدیث کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ سے بھی چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

۱۔ آپ ﷺ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔

۱......وحی الٰہی نے آپ ﷺ کے سر پر نبوت و رسالت کا آخری تاج رکھا۔ جس کے لئے نہ آپ ﷺ نے کوئی ریاضت کی اور نہ خواہش۔ بس یہ رب کریم کا انتخاب تھا۔ ورنہ اپنے رب کے متلاشیوں نے بغیر وحی کے کس طرح غاروں، کنوؤں، تالابوں اور صحراؤں میں ٹھوکریں کھائیں اور اپنے خدا کو نہ پا سکے۔ جنہیں آج بڑے بڑے خطابات حاصل ہیں۔

۲......اس منصب رسالت کے ملتے ہی آپ ﷺ جن وانس دونوں کیلئے تا ابد ہادی و راہنما بنا دیئے گئے۔ یوں آپ ﷺ صرف اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان کرانے اور رب کا پیغام بندوں کے ہاں متعارف کرانے میں، اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ بن گئے۔ اس منصب نے کسی اور نبی کی آمد کا امکان مسترد کر دیا اور دین کی اطاعت میں کسی اور کی شراکت مسترد کر دی:۔

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الأعراف:۱۵۸) کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ وہ اللہ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے۔ جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پھر ایمان لاؤ اللہ اور اس کے اس رسول پر جو نبی اُمّی ہے جو خود اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اسی کی پیروی کرو امید ہے تم ہدایت پا جاؤ گے۔

۳......اس منصب کا مطلب امامت و قیادت اور سیادت کا سہرا تا قیام قیامت آپ ﷺ ہی کے سر پر رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ کو رسول ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ دینی اور عقائدی معاملات میں کوئی اور مرشد نہیں بلکہ صرف آپ ہی ہادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وراہنما ہیں۔آپ ﷺ ہی کی تعلیمات حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں کسی اور کی نہیں۔آپ ﷺ کے ارشادات زمان ومکان کی قید سے بالا ہیں۔ورنہ یا تو آپ ﷺ کو نعوذ باللہ مسترد کرنا ہے یا پھر جھوٹی نبوت کا دروازہ کھولنا ہے۔حکام وامراء اور علماء وفقراء حتی کہ سیدنا عیسی علیہ السلام اپنی آمد کے بعد بھی آپ ﷺ کے حکم وعمل کے آگے سرنگوں ہیں۔اس رسالت پر ایمان لانے کی دعوت، قرآن کریم میں اہل کتاب، منافقین، جنات اور عام انسانوں کو سات بار دی گئی ہے۔آپ ﷺ نے بھی صراحت سے فرمادیا:

أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،وَيُؤْمِنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهِ۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں حتی کہ وہ شہادت دے دیں کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ تعالی کے اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر بھی وہ ایمان لے آئیں۔(صحیح مسلم:۱/۲۱۰،عن ابی ہریرۃ)

ایمان کی تفسیر آپ ﷺ نے حدیث جبریل میں یہ فرمائی:

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔۔۔ کہ تم ایمان لاؤ اللہ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت پر۔

یہ ایمان نام ہے اس بات کی تصدیق کا جو آپ ﷺ نے فرمائی یا اس عمل کی سچائی کا جو آپ ﷺ نے کیا۔یعنی یقین قلب سے آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جائے۔دل اور زبان کے متفق ہونے سے ہی ایمان مکمل ومعتبر ہوتا ہے ورنہ نہیں۔بلکہ دلی تصدیق نہ ہو تو شہادت واظہار ایمان بھی کسی کام کے نہیں۔اسی لئے اللہ تعالی نے منافقین کو جھوٹا قرار دیا جب انہوں نے آپ ﷺ سے یہ کہا:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں:ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالی کو علم ہے کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔

۴۔رسالت کو تسلیم کرنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ میں جو صفات تھیں اور جو نہیں تھیں انہیں تسلیم کرنا ہے ورنہ کسی ایک کا انکار یا اضافہ بھی کا انکار واضافہ ہوگا۔یہی مطلب ہے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ تم میں کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش جو میں لایا ہوں اس کے تابع نہ ہو۔

۵......اہل لغت میں ازہری، جوہری، ابن سیدہ، جمال الدین بن مکرم، راغب اصفہانی، فیروز آبادی، مرتضی زبیدی اور ابو البقاء نے خاتَم اور خاتِم کے معنی مہر (seal) اور آخری قوم (last nation) کے لئے ہیں۔اس لئے جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت میں واحد ولاشریک ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی اپنی اطاعت واتباع میں بغیر کسی کی شراکت کے یکتا ہیں۔ آپ ﷺ پر ایمان لانے کا پہلا تقاضا اسی بات کا کھلم کھلا اعلان ہے۔سیدنا ثوبانؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

میرے بعد تیس دجال وکذاب مدعی نبوت ہوں گے۔میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

وضاحت: ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی، رسول نہیں ہوتا۔حدیث: میرے بعد کوئی نبی نہیں کا مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد رسول تو کیا، کسی قسم کا کوئی نبی بھی نہیں آسکتا۔

دونوں صفات خاتم النبیین میں جمع کردی گئی ہیں۔عارف باللہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نبوت ایک ایسا عظیم الشان منصب ہے جس سے انسانوں کے دو انتہائی طبقے کھل کر سامنے آتے ہیں۔سچا نبی اپنے زمانے کے تمام انسانوں سے، ناقابل تصور حد تک عالی مرتبت اور مستحق اکرام ہوتا ہے اور جھوٹا نبی اسی نسبت سے پست، ذلیل اور مستحق نفرت۔

۲۔صرف آپ ﷺ کی اطاعت

ایمان بالرسالت کے بعد دوسرا اہم ایمان آپ ﷺ کی اطاعت ہے۔کیونکہ اس سے ایمان کے اثرات معلوم ہوتے ہیں۔وہ اس طرح کہ جب آپ ﷺ کی نبوت کی یقینی تصدیق کردی تو آپ ﷺ کی اطاعت بھی ہر ایک سے بڑھ گئی۔ان چیزوں میں لازمی ہوگئی جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کو پہنچائیں اور جو بھی ان کی مخالفت، بغض وعناد کی وجہ سے کرتا ہے وہ آپ ﷺ پر ایمان لایا ہی نہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے چالیس سے زائد مقامات پر آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے۔ان الفاظ کا معنی ومفہوم ذرا دیکھئے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطاعت واتباع کا معنی:

اطاعت: اس سے مراد آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق اور آپ ﷺ کے کہے اور کیے کے مطابق عمل کرنا مراد ہے۔
اطاعت عقائد واحکام کی پیروی کا نام ہے اور اتباع اخلاق وکردار اور تہذیب وشائستگی کی فرمانبرداری کا نام ہے۔

وَمَنْ اَتٰی بِمِثْلِ فِعْلِ الْخَیْرِ عَلٰی قَصْدِ اِعْظَامِهِ فَهُوَ مُطِیْعٌ لَهُ۔ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی تعظیم کی وجہ سے اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو کہتے ہیں یہ شخص فلاں کا مطیع ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام:۱۹)

بقول امام عطاء بن ابی رباحؒ اطاعت رسول کا مفہوم ہے: هُوَ اِتِّبَاعُ کِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ۔ اتباع رسول دراصل کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کو کہتے ہیں۔

اتباع: متابعت کبھی کسی کے قول کی ہوتی ہے اور کبھی کسی کے فعل یا ترکِ فعل کی۔ کسی کے قول کی اتباع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے متبوع کی اس طرح فرماں برداری کی جائے جس طرح اس کے قول کا تقاضا ہے اور کسی کے فعل کی اتباع کرنے سے بھی مراد یہ ہے کہ اس کے فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کیوں کہ وہ اسے کرتا ہے۔ [الاحکام ۹۸]۔ اس لئے قرآن کریم میں لفظ اطاعت واتباع جب اکٹھے استعمال ہوں جیسے: ﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْا اَمْرِیْ﴾ (طٰہٰ:۹۰) تو **اطاعت**: (احکام وعقائد) میں اور **اتباع** (تہذیب وثقافت) میں ہوگی۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے صرف اطاعت کا لفظ اور رسول محترم کے لئے اطاعت اور اتباع دونوں منتخب کیے۔ کسی اور کے لئے ان الفاظ کا استعمال نہیں کیا۔ اس لئے ایک مسلمان کو ان دو الفاظ کے بعد کسی تیسرے لفظ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی یاد رکھئے: رسول کی تقلید نہیں بلکہ اتباع واطاعت ہوا کرتی ہے اور غیر نبی کے لئے یہ دونوں لفظ استعمال نہیں ہوتے۔ اس لئے نئی اصطلاحات سے بچنا چاہئے۔

اطاعت وقتی یا دائمی: کیا صرف آپ ﷺ کی حیات تک ہی یہ اتباع محدود تھی یا بعد والے بھی اس کے پابند ہیں؟

دلیل:۱...... ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اس آیت میں لفظ اطاعت، اللہ اور رسول کے لئے مشترک ہے۔ اس لئے جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوگی وہاں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہمراہ ہوگی۔ اس لئے یہ اطاعت مستقل اور دائمی چیز اور حکم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل:۲...... اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت اور أولی الامر (حکام وعلماء) کی اطاعت کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ لیکن أولی الامر (حکام وعلماء) کی اطاعت کے لئے الگ أطیعوا کے الفاظ نہیں لائے گئے ۔البتہ أطیعوا اللّٰہ کے ساتھ أطیعوا الرسول ضرور کہا گیا۔جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت مستقل ودائمی طور پر فرض ہے بالکل اسی طرح اطاعت رسول بھی مستقل اور دائمی فرض ہے۔بقول آپ ﷺ کے آج اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی آ جائیں تو ان کی نجات کا دارومدار بھی میری اطاعت واتباع پر ہی ہوگا۔

دلیل:۳......اطاعت واتباع کا یہ مطالبہ صرف آپ ﷺ کی حیات طیبہ تک محدود نہیں بلکہ جب تک قرآن ہے اس وقت تک کے لئے فرض ہے۔کیونکہ أطیعوا اور اتبعوا میں دوام واستمرار کا مفہوم ہے مگر منکم میں نہیں۔کیونکہ یہ علماء حکام آتے جاتے رہیں گے۔اس لئے أولی الامر کے ساتھ لفظ أطیعوا استعمال نہیں ہوا۔کیونکہ وہ مطاع نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی اطاعت، مستقل اور دائمی ہے بلکہ ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔اگر اولوالامر (حکام ومجتہدین) کا کوئی حکم یا ارشاد اطاعت رسول یا اطاعت الٰہی سے ہٹ کر ہو تو اس ارشاد: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ کے تحت ان کی اطاعت واجب نہیں ہوگی بلکہ مخالفت ضروری ہوگی۔آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے: اگر عیسیٰ علیہ السلام آج آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع وپیروی کرنے لگو تو تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔

دلیل:۴......اسی آیت کے دوسرے حصے ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾ سے مزید یہ غذا ملتی ہے کہ کسی بھی تنازعہ کی صورت میں صرف کتاب الٰہی کی طرف لوٹنا کافی نہیں بلکہ کتاب الٰہی کے ساتھ الرسول یعنی حدیث کی طرف لوٹنا بھی ضروری ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مستقل اطاعت کو فرض ثابت کر رہا ہے۔

دلیل:۵......اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں محدود کر دیا اور یہ فرمایا: ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔يُطِعِ فعل مضارع ہے اور مَن شرطیہ کے بعد آیا ہے جو استمرار کے ساتھ مستقبل کا معنی بھی دے رہا ہے۔

دلیل:۶...... وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی سنت کی حیثیت مرکز ملت کی ہے۔ورنہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد رسالت کا معاملہ ختم سمجھ کر جناب سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر یا سیدنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہم بھی از خود مرکز ملت بن بیٹھتے۔اور امور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت نمٹانے میں سنت رسول کے پابند نہ ہوتے کیونکہ حالات بدل چکے تھے۔مگران خلفاء کے ابتدائی قومی خطابات باور کراتے ہیں کہ وہ بھی خلافت اسلامیہ کا دارومدار اوراس کی بقاء، اطاعت رسول میں ہی سمجھتے تھے۔ یہ انحراف خیرالقرون میں نظرنہیں آتا کہ کسی کومرکز ملت کا مقام ومنصب دیا جائے یااس کی تقلید کی جائے۔ایسی صورت میں اسلام شاید آفاقی دین بھی نہ رہتا۔ نیز نبوت کے دروازے کھل جاتے اورکسی نبی کوجھوٹا کہنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

دلیل:۷......اطاعت واتباع میں دین کے اصل چشمۂ صافی سے سیراب ہونا ہے نہ کہ اس سے نکلنے والی نہروں اورنالیوں سے۔ کیونکہ ماضی میں مذہبی دروغ بافیاں اصل دین سے خروج کے سبب تھیں۔تقلیدی جمود یا عقلی تنگ بندیوں کے ترجمان مذاہب نے فرقہ پرستی کوانگیخت دی جس سے دین کے اصل حقائق درون پردہ چلے گئے۔ان سے پردہ ہٹانا گویا مرتد ہونا یا کم از کم کفروفسق سمجھا گیا۔دوسری طرف حریت فکر، دین اسلام کی دین ہے تاکہ لوگ دین کے مقابلہ میں آباءواجداد کی خودساختہ رسوم یا مذہبی عناصروا کابرین کی پرستش پرغورکریں اوران سے نجات حاصل کرکے رسول محترم کی اطاعت اختیار کریں اورنارمل زندگی گذاریں۔مگرافسوس یہ آزادی افرادامت کوراس نہ آسکی۔اسے ذہنی غلامی ہی اچھی لگی اورغلام سازی کا فن بھی۔

دلیل:۸......بعض متاخرفقہاء نے نیک نیتی سے کسی مخصوص امام وفقیہ کی پیروی کے لئے تقلید یا معصومیت کی اصطلاح روشناس کرائی تاکہ عام لوگ دین فہمی میں مشکل کا شکارنہ ہوں مگرنتائج نے یہ ثابت کردیا کہ یہ بھی غلطی تھی جس نے معاشرے کی فضاءکوزہرآلودکردیا۔

دلیل:۹......ایران کے زرتشتی مذہب سے مستعار لفظ عشق نے ذہنوں سے اتباع اور اطاعت کا مطلب ہی چھین لیا۔اس لفظ نے احترامِ رسول کی ہرقدرکھودی۔امام، ولی، قطب، ابدال، غوث وغیرہ کی اصطلاحات نے رسول کی ہرحیثیت کوماندکر دیا بلکہ بعض کے ہاں یہ اصطلاحات نبی یا رسول سے بھی زیادہ افضل قرار پائیں۔مزید ظلم یہ ڈھایا گیا کہ ان شخصیات کو خدائی کاموں میں شریک قراردے دیا گیا۔موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی الم ناک صورت حال کی ایک بڑی وجہ اطاعت واتباع کو چھوڑکرانہی اصطلاحات کا گرویدہ ہونا ہے۔ہمیں ذیل کے ارشاد رسول کی تصدیق کرتے ہوئے ہمیشہ یہ نصیحت یاد رکھنی چاہئے جوامت کے روشن مستقبل کے لئے ہے:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافاً كَثِيراً۔ تم میں سے جوزندہ رہا تو وہ ضرور بہت اختلاف دیکھے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِفْتَرَقَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی اِثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، وَسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، کُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً۔ یہودی اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور عیسائی بہتر میں۔ مگر یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ یہ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔

ان دونوں احادیث کے بعد کیا کوئی ایسی گنجائش نکلتی ہے جو ہمیں مجبور کرے کہ ہم اپنی اپنی شخصیات کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کریں کہ ان کا کہا اللہ و رسول کا کہا بن جائے۔ دعوت بھی اسی کے نام کی ہو اور اپنا انتساب بھی اسی کی طرف ہو؟

آیات و احادیث برائے اطاعت و اتباع رسول اللہ ﷺ:

ا۔ اختلاف و نزاع کو ختم کرنے کے لئے آپ ﷺ ہی کو جج و قاضی تسلیم کرنا ہوگا ورنہ اللہ تعالی نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ نہیں! تیرے رب کی قسم لوگ بالکل مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے درمیان کے جھگڑوں میں فیصل تسلیم نہ کرلیں۔ پھر جو آپ فیصلہ کریں اس کے بارے اپنے دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور اسے دل و جان سے تسلیم کرلیں۔

۲۔ آپ ﷺ رسول اللہ ہیں کسی اور کو شریعت دینے یا سمجھانے کا مقام مت دیجئے۔

﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ اور جو آپ ﷺ دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

۳۔ ثواب اسی عمل پر ملے گا جو آپ ﷺ کی اطاعت کے عین مطابق ہو۔

﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور نماز قائم کرو زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (النور:۵۶)

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ یقیناً بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ (الاحزاب:۷۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ جس عمل میں آپ ﷺ کی نافرمانی ہے وہ گناہ ہے نیکی نہیں۔

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اسے اللہ آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے اہانت آمیز عذاب ہوگا۔(النساء:۱۴)

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ جس روز اوندھے منہ آگ میں پھینکے جائیں گے کہیں گے: کاش ہم اللہ اور رسول کی اطاعت ہی کرتے۔(الاحزاب:٦٦)

۵۔ آپ ﷺ کی مخالفت سے ڈرا جائے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ پس ضرور ڈریں وہ لوگ جو رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑے یا انہیں کسی دردناک سزا سے دوچار ہونا پڑے۔(النور:٦٣)

مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ. جس نے میری پیروی کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی پیروی کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔(متفق علیہ)

مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔ جس نے میری پیروی کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں داخلہ سے انکار کردیا۔(صحیح بخاری:۷۲۸۰)

٦۔ اطاعت کا مطلب آپ ﷺ کے حکم کی پیروی اور اسے ہی قابل ثواب سمجھنا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

کہو! اللہ اور رسول ہی کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ بھی کافروں کو پسند نہیں کرتا۔(آل عمران:۳۱-۳۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ یہ فرض ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے مگر یہ محبت، رسول اللہ ﷺ والی ہو نہ کہ اپنی بنائی ہوئی۔ جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی بندے کو حاصل ہو جائے گی اور اس کی مغفرت بھی۔ اتباع رسول میں ہی حب الٰہی پوشیدہ ہے اور تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ورنہ دینی کام میں آپ ﷺ کی مخالفت سے ڈرا جائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (صحیح بخاری: ۵۰۶۳)

محبت رسول بھی ایمان کا حصہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ...... اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ کہہ دیجئے! اگر تمہیں تمہارے آباؤ اجداد والدین یا تمہارے بیٹے ۔۔۔ اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (التوبہ: ۲۴)

یہ وہ چیزیں ہیں جن کے طرف ہر انسان کا دل مائل ہوتا اور ان سے محبت کرتا ہے مگر یہاں توبیخ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ان کے مقابلے میں مؤخر نہ کر دی جائے۔ ورنہ تربصوا۔ انتظار کرو۔ کی دھمکی ہے۔

یہ ہر شے سے عزیز تر ہونی چاہئے: آپ ﷺ نے خود اس کی تاکید فرمائی:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ تم میں کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح بخاری: ۱۴)

مراد یہ کہ مقام رسول کو جان کر اس کی قدر کی جائے۔ جسے روز محشر اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا کہنے کا اور اِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَ کا مقام عالی نصیب ہوگا اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ حب نبی کا یہی شرف ہی کافی ہے۔ آپ ﷺ کی سادہ و سچی تعلیم کو اپنانا، اس کے آداب سے مزین ہونا اور سنت رسول کو ہر ایک کی رضا پر مقدم رکھنا، اور دوستی ونفرت میں محبت رسول کو فوقیت دینا ہی کامل و سچی محبت ہے ورنہ ناقص محبت ایمان کامل کی نشانی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کا احترام اور توقیر بھی ایمان کا حصہ ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت کرو۔ اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کیا کرو اور نہ ہی تم اسے اس آواز سے پکارا کرو جیسے کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں ان کا شعور ہی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ اپنی آواز کو رسول اللہ کے پاس پست رکھتے ہیں ان لوگوں کے دلوں کا امتحان اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے لیا ہے ان کے لئے بخشش ہے اور عظیم اجر بھی۔ (الحجرات: ۱-۳)

سورہ النور: (۶۳) میں فرمایا:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا﴾ رسول کو تم اس طرح آواز مت دو جس طرح تم ایک دوسرے کو (نام لے کر) آواز دیا کرتے ہو۔

اس لئے رسول کی توقیر یہی ہے کہ جو آپ ﷺ کا مقام ہے اس میں غلو اختیار نہ کیا جائے یہ مقام رسالت کی توہین ہے۔ سنت کی تعظیم یہی ہے کہ اس کی قدر مسلم کے دل میں ایسی گاڑ دی جائے کہ ہر اچھے کام میں وہ آپ ﷺ کی اقتداء کرنا لازم سمجھے اور جس سے آپ ﷺ نے روکا ہے اس سے باز رہنا بھی فرض جانے۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنا یا اس کا بدل پیش کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کو سمجھایا ہے کہ وہ فتنوں کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ شرک کا فتنہ بھی ہو سکتا ہے یا پھر دل ٹیڑھا ہونے کا۔ المناک عذاب وسزا الگ ہے۔ ایسے لوگ کیا مومن ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرما دیا کہ ہرگز نہیں۔ اتنی سخت وعید اور دھمکی۔ سوچیں وہ لوگ جو آپ ﷺ کا حکم معلوم ہو جانے کے بعد آپ کی سنت کی تحقیر کرتے اور اسے بے قیمت سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں اور اپنی عادات و رسم و رواج کے عادی رہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......آپ ﷺ ایک کامل واکمل انسان تھے۔اس لئے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کو ہی مثالی زندگی کا نام دیا گیا ہے۔کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر ایک کامل واکمل رسول تھے اور کیا ان کا اسوۂ حسنہ قابل اتباع ہے؟ ظاہر ہے بالکل نہیں۔کیونکہ ان کی زندگی میں ایک فطری خلاء۔۔تجرد کی زندگی۔۔رہ گیا ہے۔جو ماننے والے کے لئے قبول کرنا ممکن ہی نہیں۔ایک کامل واکمل انسان جس کی اطاعت کی جاسکتی ہے وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔

☆......اسی طرح کسی عالم یا فقیہ ومحدث کی اتباع اس لئے نہیں ہوسکتی کہ اس کی خانگی زندگی کے بیشتر پہلوؤں پر دبیز تہہ چڑھی ہوئی ہے جس کے علم سے امت کی خواتین محروم ہوتی ہیں۔کسان،مزارع اور زمیندار کے مسائل ضروری نہیں کہ ہر مجتہد نے بتائے ہوں۔یہی حال ان مشائخ کا ہے جن کا منبع علم،قرآن وسنت تو ہے مگر وہ کامل نہیں۔صرف اس کی اطاعت ہوسکتی ہے جو خود کامل واکمل انسان ہو جس کی خانگی اور عوامی زندگی ظاہر وباہر ہو اور وہ صرف آپ ﷺ ہیں۔

☆......والدین یا شوہر کی اطاعت،تبھی مناسب ہوگی جب ان کا ارشاد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تحت ہو۔ورنہ از روئے حدیث لاَ طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔رب کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔

۳۔آپ ﷺ ہی معصوم ہیں۔

معصومیت کا یہ مقام آپ ﷺ کو اس لئے ملا تا کہ آپ کا ہر عمل اور ہر قول اللہ کی راہنمائی سے ادا ہو۔ارشاد ہوا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO﴾ (النجم:۳،۴) اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو کی جاتی ہے۔

قرآن وحدیث ہی آپ ﷺ کا نطق تھا۔جس رسول کا قول وعمل وحی کے عین مطابق ہو اس سے غلطی کا امکان کہاں؟ وحی اور اس کے بیان کی نگرانی، غلطیوں سے مبرا ہونے کی ضمانت ہے۔کوئی نبی وحی الٰہی کے بغیر لب کشائی نہیں کرتا۔حتی کہ مزاح اور خوش طبعی،غضب ومرض کے موقع پر بھی اس کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔اسے اپنے جذبات پر اتنا قابو ہوتا کہ زبان سے خلاف واقعہ کوئی بات نہ نکلتی۔

☆......آپ ﷺ فرشتہ نہیں تھے کہ جن سے غلطی اور گناہ کی حس ہی چھین لی گئی بلکہ آپ ﷺ بشر ہوتے ہوئے وحی الٰہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے معصوم رہے۔ باقی ہلکی پھلکی بھول چوک میں رب کی منشا یہ تھی کہ آپ ﷺ بشر ہونے کے ناطے ایسا کریں تا کہ اس کی فوراً اصلاح کر دی جائے۔ مگر کیا کسی اور کی اصلاح کی ضمانت دی؟ نہیں۔

☆...... معصوم ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے شریعت الٰہی کو قولاً وعملاً امت تک پہنچانے میں کوئی غلطی کی اور نہ ہی آپ ﷺ سے کوئی شے پہنچانے سے رہ گئی۔ اس لئے کسی کو شریعت میں کمی وبیشی کی اجازت ہے اور نہ ہی اس میں رسم ورواج یا بدعات وخرافات کو جگہ دینے کی۔ کیونکہ ایسے اضافے دین کی اصل شکل بگاڑ دیتے ہیں اور راسے گمنامی میں لے جاتے ہیں۔ دوسرا ان اضافوں میں کیا یہ باور تو نہیں کرایا جا رہا کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ سے یہ بات رہ گئی جو ہمارے اکابر کو مل گئی اور جنہوں نے ہمیں عمل کرنے اور ثواب کمانے کا موقع بہم پہنچایا۔

☆...... دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ وفات کے وقت سوائے نبی کے سب کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ صرف آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ایسی ہے جو اس لحاظ سے معصوم تھی اور آپ ﷺ کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ کیا، غلطی بھی نہیں تھی۔ اس اعتبار سے نبی ورسول کو معصوم کہتے ہیں۔ عصمت کا یہ مقام امت میں نہ رسول کی اولاد وآباء کو مل سکا اور نہ ہی کسی صحابی یا امام عالی مقام یا عالم وولی ومجتہد کو۔ کیونکہ جب یہ حضرات فوت ہوئے تو ان کے لئے نماز جنازہ میں دعائے مغفرت کی گئی۔ البتہ جب اللہ کے رسول فوت ہوئے تو آپ ﷺ کے لئے نماز جنازہ یا دعائے مغفرت کی بجائے صرف درود وسلام پر اکتفاء کیا گیا۔

☆...... تیسرا مطلب یہ بھی ہے آپ ﷺ اس سے بھی معصوم تھے کہ آپ کی عقل ماؤف کر کے اللہ تعالیٰ آپ کو مجذوب بنا دے اور طہارت و پاکیزگی اٹھا لے یا وجد وحال اور دھمال کی کیفیات طاری کر کے اللہ تعالیٰ آپ کو غیر متوازن بنا دے۔ یا آپ ﷺ غائب ہو کر امت کو سسکتا چھوڑ جائیں اور افراد امت اپنی بدحالی وگمراہی پر آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے کرتے آخری سانس لے لیں۔ یا آپ ﷺ اب عبادات نماز وروزہ اور حج وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے اپنی آخری سانس تک نماز اور امت کی بہتری کا خیال فرمایا اور سخت تاکید کی۔ یہ معصومیت اگر آپ ﷺ میں ہوتی تو کیا غیر آپ ﷺ کی طرف انگلیاں اٹھانے سے رکتے۔

۴۔ آپ ﷺ ہی معلمِ اول ہیں۔

☆...... قرآن مجید کو لے کر امت تک آپ تب پہنچاتے جب آپ ﷺ پر یہ ایک ہی دفعہ اکٹھا نازل ہوتا اور امت پر ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ دیتے کہ وہ اب اسے خود سمجھے۔ مگر یہ ۲۳ سال میں بتدریج تھوڑا تھوڑا نازل ہوا جس کی آپ ﷺ تازہ بہ تازہ تعلیم وتربیت دیتے رہتے تاکہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین قرآن کی عملی اور اخلاقی تعلیم کو آپ ﷺ کی روزمرہ زندگی میں ہی دیکھ لیں۔ اور فہم قرآن کے لئے اسی سیرت کو اپنا مثالی نمونہ بنائیں۔ اس طرح جنہوں نے اپنی عادات وتہذیب اور اخلاق کو اسی سانچے میں ڈھالا اس سے مقصدِ نزولِ قرآن پورا ہوا۔ اکٹھا آپ ﷺ دے بھی دیتے تو اکثریت اس کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے سے کتراتی۔ یوں مقصد نزول ہی فوت ہو جاتا۔

☆......عربوں میں بے شمار ایسے حضرات تھے جو آپ ﷺ سے کہہ سکتے تھے کہ آپ ﷺ کا کام قرآن پہنچانا تھا۔ اب آپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے ہم خود اسے سمجھ لیں گے۔ مگر شاباش ہے ان عربوں کو، جو مادری عربی زبان کے زعم میں مبتلا نہ ہوئے بلکہ بہت تواضع سے آپ ﷺ ہی سے سیکھنا گوارا کیا جبکہ انہیں علم تھا کہ قرآن کے بیشتر الفاظ، مجمل یعنی وضاحت طلب ہیں جن کا رائج عربی میں مفہوم کچھ اور ہے اور قرآن کچھ اور بتا رہا ہے۔

☆......یہ تعلیم اس لئے بھی ضروری تھی کہ عرب وعجم میں لوگوں کی مختلف روایات، تہذیب اور نظریات تھے۔ بھانت بھانت کی بولیاں تھیں۔ فکر وعمل میں الجھنیں تھیں۔ انہوں نے رب کریم کا قرب حاصل کرنے اور اس کی عبادت وذکر کے عجیب وغریب طریقے وحرکتیں ایجاد کر رکھی تھیں۔ اس لئے دین اور اس کے پیغام کو آفاقی یکسوئی ویک رنگی دینے کے لئے اولاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اتباع رسول محترم کی اہمیت کو قرآن میں پیش کیا گیا۔ طرز معاشرت نیز اللہ کی عبادت کے طریقے، انداز اور الفاظ تک رسول محترم کے ذریعے سکھا دیئے۔ فقہی مسائل بھی صحابہ کرام کو سمجھائے۔ نماز وحج کا طریقہ سکھایا، زکوٰۃ کی مد اور مقدار بتائی، روزہ کے مسائل سے آگاہ کیا۔ نیز حلال وحرام کی وضاحت بھی کی۔ اور یہ بھی فرمایا: یہ میرا طریقہ ہے۔ یہ میری سنت ہے۔ میرے طریقے سے جو روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔ کیا معلم کا یہ فرض نہیں کہ وہ کتاب کے مشکل الفاظ کی وضاحت اور ان کے معانی بھی کھول کر بتائے؟ اور شاگردوں کی عمدہ تربیت کرکے ان کی زندگی میں عملی انقلاب لے آئے؟

۵۔ آپ ﷺ قانون ساز بھی ہیں۔

☆......جب تعلیم وتبیین کی ذمہ داری آپ ﷺ کو عطا کی گئی تو لامحالہ اسلام کی دستوری اور قانونی شقیں بھی آپ ﷺ نے ہی متعین کرنا تھی۔ جن کی آپ ﷺ نے وضاحت بھی فرما دی۔ جھگڑوں پر فیصلے دیے۔ حرام کو حلال سے اور جائز کو ناجائز سے نکھارا۔ آبائی رسمیں ہوں یا خاندانی رواج، ان کے بوجھوں کو اتارا۔ خبائث کو حرام کیا اور طیب کو حلال۔ ان سب قوانین کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیادوحی تھی اور جن کی تائید وتصدیق قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ،وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ وہ ان کے لئے طیب چیزوں کو حلال ٹھہراتا اور خبیث چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان سے ان بوجھوں اور طوقوں کو اتارتا ہے جس کے تلے یہ دبے ہوئے تھے۔ (الاعراف: ۱۵۷)

☆...... آپ ﷺ کو یہ مقام ومنصب بھی حاصل ہوا کہ آپ ﷺ ایسے احکام دیں جو قرآن میں مذکور نہ ہوں۔ کیا دوسری شادی، بیوی کی پھوپھی یا بھتیجی یا پھر بیوی کی خالہ یا بھانجی سے ہوسکتی ہے؟ نکاح متعہ ہو یا نکاح حلالہ، پالتو گدھا ہو یا درندہ اور چیرنے پھاڑنے والے پرندے۔ ان کے حلال وحرام ہونے پر قرآن کریم خاموش ہے۔ حدود کا تعین اگر قرآن نے کیا تو آپ ﷺ نے بھی کیا۔ جس طرح قرآنی حدود ناقابل تغیر وتبدل ہیں بعینہ آپ ﷺ کی متعینہ حدود بھی ناقابل تغیر وتبدل ہیں۔ شادی شدہ کے رجم کا مسئلہ ہو یا چور کے ہاتھ کاٹنے کی مقدار کا، ان سب قانونی معاملات پر کوئی قرآنی حکم نہیں۔ جب کہ یہ جرائم ہیں۔ آپ ﷺ نے اس آیت کی رو سے دی ہوئی ذمہ داری کے تحت اس قانونی کمی کو بھی پورا کیا۔

حکومت الٰہیہ اور حکومت جاہلیہ:

☆...... قرآن کریم نے اسلامی قانون اور اس پر عملدرآمد کو **حُكْمُ اللهِ** کہا ہے اور غیر اسلامی قانون اور اس پر عمل درآمد کو **حُكْمُ الجاهِلِيَّة** کا نام دیا ہے۔ جن آیات میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے سیاق وسباق کو اگر ہم معلوم کریں تو رسول محترم کے دیئے ہوئے فیصلوں کو **حُكْمُ اللهِ** اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرنے کو **حُكْمُ الجاهلية** کہا گیا۔ یہ سب قوانین اور ان کی شقیں ﴿**بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ**﴾ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بجھائے، کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس صورت میں نہ یہ زائداز قرآن ہیں اور نہ ناسخ قرآن۔ انہیں ظاہر قرآن کے مخالف کہنا، یا قرآن سے زائد کہنا گویا آپ ﷺ کے ان تمام فیصلوں کو بے وزن کرنا ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی قانونی وضاحت کے لئے اسلامی عدالتیں سنت رسول کی قانونی حیثیت کو ماننے کی پابند ہیں نہ کہ غیر مسلم کے اس قانون کی جو قانون رسول سے ٹکراتا ہو۔ کیونکہ غیر اسلامی عدالتوں اور ان کے قوانین میں بہت سے نقائص وعیوب ہیں اور جن میں سب سے اہم نقص انصاف کی فراہمی میں تاخیری حربے اور ظلم پر مبنی فیصلے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦۔آپ جو دین لائے اس کا نام اسلام ہے۔

☆......جی ہاں! آپ ﷺ اسلام کے بانی نہیں بلکہ آپ سے قبل تمام انبیاء کرام اسی دین کے داعی تھے اور اسی پر عمل پیرا بھی۔ہاں آپ ﷺ کے ذریعے اس دین کی تکمیل ضرور ہوئی۔کیونکہ آپ ﷺ آخری رسول اور آخری شریعت لائے جو ہر ایک کو جھکا دیکھنا چاہتی ہے۔ورنہ اسے نہ ماننے یا کسی کو آپ ﷺ پر فوقیت دینے کی صورت میں باغی قرار دیتی ہے۔

☆......جو اس دین پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ مسلم کہلاتا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو فرمایا: ﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا﴾ مسلمانو! اللہ نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔پہلے بھی یہی نام تھا اور اب بھی یہی۔نیز یہ بھی سبھی سے مطالبہ ہے۔﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ نہ مرنا تم مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔اس لئے بحیثیت مسلمان متعدد افکار وخیالات اور نظریات سے کنارہ کش ہو کر ہمیں سوچنا چاہئے کہ اسلام کی تکمیلی صورت کو کیسے اپنایا جا سکتا ہے۔

☆......آپ ﷺ کی وفات مبارک کے وقت دین مکمل تھا اور الحمد للہ آج بھی وہ موجود ہے اس لئے اس میں کسی شخصی رائے، عملی اضافہ کی ضرورت نہیں اور نہ ہی شخصیات یا مقامات کو مقدس بنا کر ان کے نام سے مذہب سازی کی اجازت ہے۔ اور نہ دین کو فرقوں میں بانٹنے کی گنجائش۔

☆......سوئے اتفاق سے مسلمانوں کی گروہی تقسیم کے پیچھے اکابر پرستی و مقام پرستی کی تاریخ ہے جو انتہائی مقدس، بہت مبارک اور معصوم عن الخطا قرار دی گئی ہے۔ان کی باہمی فخر ومباہات کی لڑائیاں ہیں۔جس نے معاشرے میں نفرت کا زہر گھول دیا ہے۔حق کو رجال کے ذریعے پہچاننے کی کوشش ہو رہی ہے نہ کہ حق کے ذریعے رجال کو۔امام ابن القیم رحمہ اللہ کی یہ بات کتنی اصولی اور بے باکانہ ہے جو انہوں نے اپنے استاذ محترم کے بارے میں کہی تھی۔:

شَيْخُ الْاِسْلَامِ حَبِيْبُ اِلَيْنَا وَلٰكِنَّ الْحَقَّ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ شَيْخِ الْاِسْلَامِ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہمیں محبوب ہیں مگر شیخ الاسلام کی نسبت حق ہمیں زیادہ محبوب ہے۔

دین کا مطالبہ یہی ہے کہ ہر مسلمان صرف دین اسلام کو follow کرے۔صرف اسی کی دعوت دے۔کسی کے مذہب ونظریہ کو اپنائے اور نہ اس کی دعوت دے۔وہ لا مذہب بن جائے مگر بے دین نہ بنے۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت وضرورت حدیث وسنت

★......حدیث، شریعت اسلامیہ کا آخری اور دوسرا الہامی ذخیرہ وماٴ خذ ہے۔ جسے قرآن کریم کی طرح بذریعہ وحی، زبان رسالت نے پیش فرمایا۔ یہ اس ہستی کا عطا کردہ خزانہ عامرہ ہے جس کا ہر قول وعمل، ہر خطا اور لغزش سے پاک ہے۔ اس لئے اس منصب عالی کے نتائج بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھے ہیں۔ اور زمانہ وحالات کے اعتبار سے یہ از ابتداء تا انتہاء وحی ہے خواہ اللہ تعالیٰ نے اسے برقرار رکھا ہو یا اس کی تصویب کی ہو۔

حجیت: اس کی اہمیت کے لئے علماء حدیث کے ہاں حجیت کا لفظ مستعمل ہے۔ جس کا معنی: **اظہار:**۔ سامنے ظاہر کرنا...... **کشف:**۔ کھول کر رکھ دینا...... **دلالت:**۔ رہنمائی کرنا کے ہیں اور **حجیت حدیث** سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر ثابت شدہ قول، فعل اور تقریر جسمانی یا اخلاقی صفت اور سیرت جب ہمارے سامنے ہو تو صرف وہی ہمارے لئے دلیل اور رہنما ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں فرمایا ہے کہ جو رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے باز آ جاؤ۔ اسے ماننا ہی ایمان ہے۔ بلکہ قرآن سے پہلے اسے ہی ماننے کا الہی مطالبہ ہے۔

ا۔ سابقہ اقوام کا فیصلہ حدیث کے انکار پر:

★...... بہت سے انبیاء کرام کے خطبات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ہم جانتے ہیں کہ ان پر کتب نازل نہیں ہوئی تھیں نہ ہی قوم نے مطالبہ کیا تھا۔ مگر ان کی بات اور نصیحت (حدیث) کو اللہ تعالیٰ نے قوم کے لئے حجت بنایا۔ یہ سب نبی وقت کی قطعی حدیث تھی جس نے مانا وہ بچا اور جو منکر ہوا اسے تباہ کر دیا۔ مثلاً قوم نوح، قوم شعیب، قوم صالح، قوم ہود کو لے لیجئے۔ ان پر نازل شدہ وحی خفی تھی یا انبیاء کرام کے خطبات تھے جس کی تکذیب پر وہ مستحق عذاب ہوئے۔

★......ابراہیم علیہ السلام کی نمرود کو دعوت، سیدہ ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو مکہ کے بیابان میں چھوڑنا، بت پرستوں کا انہیں آگ میں پھینکنا، بیٹے ابراہیم کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا، بیت اللہ کی تعمیر کرنا، سبھی کی بنیاد سنت اور وحی خفی ہے نہ کہ کوئی نازل شدہ کتاب کا حکم یا ہدایت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

★......موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اوراس کے درباریوں کوایمان لانے اور بنواسرائیل کو آزاد کرنے کا مطالبہ کیا تو فرعون تلملایا۔دونوں بھائیوں کوزچ کرنے کے لئے جادوگر میدان میں لایا۔جادوگر رسالت کے کمال کو دیکھ کر سنت موسوی کو مان بیٹھے کہ یہ جادونہیں بلکہ وحی ہے اورایمان لاکر اسی سنت پر جان تک دے دی مگر فرعون،سنت رسول کو نہ مان سکا اور بے ایمان رہا۔حتی کہ اسی انکار کے سبب وہ اپنے چیلوں سمیت غرق ہوا۔جس کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ مقدس نازل ہوئی۔ پہلے صرف ان کی حدیث ہی تھی۔

★......غرقابی کے وقت فرعون نے بھی اسی سنت کو ماننے کا اعلان کیا۔ایسے عالم میں اسے مزید ذلیل کیا گیا اور منہ پر ﴿الآن﴾ کہہ کر مٹی پھینکی گئی تاکہ منکرین حدیث عبرت پکڑیں۔

★......آپ ﷺ نے مکہ میں یہ دعوی کیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے رسول مانو۔بطور دلیل آپ ﷺ نے نازل شدہ آیات سنائیں۔جسے ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سنا اور قبول کیا اور ورقہ بن نوفل نے مانا۔یہ دعوی رسالت،حدیث کہلاتا ہے جو قرآن سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ماننے کا متقاضی ہے۔

★......ہم آپ ﷺ کو رسول اللہ اس لئے مانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو دعوائے رسالت (حدیث) کیا وہ سچ ہے تو عقیدہ توحید کا اقرار بھی کریں گے اور پہلی وحی کی تصدیق بھی ہوگی ورنہ قرآن مذاق بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کو ویسے ہی مان لیں گے جس طرح ابوجہل مانتا تھا۔اس لئے حدیث کو تسلیم نہ کرنے کا یہ سادہ مطلب نہیں کہ قرآن تو بہرحال مانا جارہا ہے۔حدیث نہیں مانتے تو کیا ہوا؟ نہیں! بلکہ یہ قرآن کا ہی انکار ہے۔

★......نزولی اعتبار سے ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ پہلی وحی تھی۔قرآن کریم کا آغاز انہیں آیات سے ہوتا مگر ایسا نہیں۔کیوں؟ موجودہ ترتیب کس نے دی؟ کس نے اسے بدلا؟ ہمیں کون آگاہ کرے گا کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب ہی صحیح ہے؟ حدیث کے علاوہ کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو ہمیں موجودہ ترتیب کے بارے میں تسلی دے سکے۔

★......آپ ﷺ نے پہاڑی خطبہ دیا۔حاضرین کو قرآن سنایا اور نہ ہی انہیں یہ بتایا کہ مجھ پر قرآن اترا ہے۔صرف لا الٰہ الا اللہ اور اپنی رسالت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی۔ یہ الفاظِ خطبہ،حدیث ہی کہلاتے ہیں۔ان حاضرین میں جس نے ان الفاظ وحی کو مانا اسے مسلمان کہا گیا اور جس نے نہیں مانا اس کی بربادی کے بارے میں سورہ لہب اتر گئی۔اس لئے قرآن کریم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ﴿یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ،اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ﴾ کی بات ہو یا﴿ لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی﴾ کی یا ﴿اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ﴾ یہ سب وہ وحی نہ تھی جو عام ہدایت کے لئے کتاب کی شکل میں نازل ہوتی ہے بلکہ وحی خفی تھی جس کے منکرین کا برا انجام ہوا۔

★......آپ ﷺ نے شاہ مصر مقوقس کو خط لکھا جس میں اسلام کی دعوت دی۔ اس دعوت کا بنیادی نکتہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی تصدیق کرنا ہے۔ مقوقس اگر اس خط (حدیث) کو قبول کرتا ہے تو مومن ہے اور اگر نہیں کرتا تو کیا کہلائے گا؟ یہی حدیث ہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں۔

★......آپ ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو اس خبر (حدیث) کی تصدیق پر جناب ابوبکر، صدیق اکبر بن گئے اور تکذیب پر ابوالحکم، ابوجہل ٹھہرا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو پنج وقتہ نماز کی فرضیت کا تحفہ دیا۔ قبلہ متعین کیا۔ انہیں وضو کا طریقہ سکھایا۔ وقت اور تعداد رکعات کی تفاصیل دیں۔ انہوں نے اسے مان کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ آفرین ہے ان صحابہ کے ایمان پر جنہوں نے یہ تک نہ کہا: اللہ کے رسول! آپ ﷺ جو کچھ فرما رہے ہیں اس بارے میں کوئی آیت یا سورت تو قرآن میں اتری نہیں؟ ہم اسے کیسے مانیں؟ آخر مومنون اور صادقون کا خطاب انہیں ایسے تو نہیں ملا۔

★......بذریعہ وحی آپ ﷺ بھانپ گئے تھے کہ مستقبل میں ہوسکتا ہے کچھ لوگ اسلامی تعلیمات سے جان چھڑانے کے لئے حدیث رسول کو نہ ماننے کا دعوی کریں۔ اس لئے آپ ﷺ اہل اسلام کو سمجھایا۔ سنن ابوداود: ۵/ ۱۱ میں ہے:

> اَلَا اِنِّی اُوۡتِیۡتُ الۡقُرۡآنَ وَمِثۡلَہٗ مَعَہٗ،اَلَا یُوۡشِکُ رَجُلٌ شَبۡعَانُ عَلٰی اَرِیۡکَتِہٖ یَقُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ بِھٰذَا الۡقُرۡآنِ،فَمَا وَجَدۡتُّمۡ فِیۡہِ مِنۡ حَلَالٍ فَاَحِلُّوۡہُ،وَمَا وَجَدۡتُّمۡ فِیۡہِ مِنۡ حَرَامٍ فَحَرِّمُوۡہُ،اَلَا لَایَحِلُّ لَکُمُ الۡحِمَارُ الۡاَھۡلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیۡ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ۔ سنو مجھے قرآن اور اس کے مثل بھی دیا گیا ہے۔ سنو: ہوسکتا ہے کوئی سیر شکم آدمی اپنی مسند پہ بیٹھا یہ کہہ دے: قرآن کو ہی صرف پکڑو۔ تو جو تم اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو تم اس میں حرام پاؤ اسے حرام جانو۔ (میں کہتا ہوں) غور سے سنو: تمہارے لئے پالتو گدھا حرام ہے اور ہر درندہ بھی۔

کس قدر گہری بات ہے جو آپ ﷺ نے فرمائی۔ کہ اولاً میری حدیث کا انکار ممکن ہی نہیں ورنہ یہ قرآنی تعلیمات نہیں کہ گدھا یا کتا حرام ہے۔ اور احادیث پر ایمان لائے بغیر یہ چیزیں حرام ہو ہی نہیں سکتیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

★......معاملہ سمجھ آتا ہے کہ انکار حدیث کیوں کیا جارہا ہے؟ تا کہ دینی پابندیوں سے آزادی ہو کر قرآن کریم کو اپنی خواہش کے مطابق پیش کیا جائے۔ نیز منصب رسالت بھی چھین کر اس پر خود براجمان ہوا جائے۔ اس لئے امام ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّ امْرَأً قَالَ: اَنَا نَاخُذُ اِلَّا مَا وَجَدْنَا فِی الْقُرْآنِ لَكَانَ كَافِرًا بِاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ، وَلَكَانَ لَا يَلْزَمُهُ اِلَّا رَكْعَةً مَا بَيْنَ دُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّيْلِ وَاُخْرٰی عِنْدَ الْفَجْرِ، لِاَنَّ ذٰلِكَ اَقَلُّ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ اسْمُ الصَّلٰوةِ وَلَا حَدَّ لِلْاَكْثَرِ فِیْ ذٰلِكَ، وَقَائِلُ هٰذَا كَافِرٌ مُشْرِكٌ۔ اگر کوئی یہ کہے: ہم وہی اختیار کریں گے جو قرآن میں ہے تو وہ از روئے اجماع امت کافر ہوگا ایسے شخص پر تو طلوع شمس اور غروب آفتاب کے درمیان صرف ایک رکعت لازم ہوگی اور دوسری فجر کے وقت۔ کیونکہ یہی کم تر تعداد ہے جسے نماز کہا جاسکتا ہے باقی ایک سے زائد رکعت کی تو کوئی حد نہیں۔ ایسا قائل نہ صرف کافر بلکہ مشرک بھی ہے۔

انکار حدیث کر کے قرآنی اصطلاحات کو رسول اللہ ﷺ سے سمجھنے کی بجائے کالی ڈکشنریوں سے ہم نے نکالا۔ انہیں من مانا مفہوم تو دیا مگر سوائے فکری اور عملی بگاڑ کے اور کیا ملا؟ مسٹر پرویز لفظ جلالت **اللّٰہ سبحانہ و تعالی** سے معلوم نہیں کون سا خدا تسلیم کرتے ہیں۔ **أرض** سے مراد زمین کی بجائے وسائل پیداوار یا انسان کی معاشی زندگی لیتے ہیں۔ **ایمان بالغیب** سے خدا کے نظام ربوبیت کے ان دیکھے نتائج پر یقین رکھنا کرتے ہیں۔ **تقویٰ** سے مراد معاشی پروگرام کو مستقل اقدار (قانون خداوندی) کے ساتھ ہم آہنگ کرنا۔ **حُزْن:** سامان رزق کی کمی کی وجہ سے افسردہ خاطر رہنا، حتی کہ وہ بال بچے بھی حزن کہلاتے ہیں جن کی معاش کی فکر سے انسان غمگین ہو جائے۔ **دِین** سے مراد قرآن کے عطا کردہ مستقل اقدار کے تحفظ کا ہے۔ **ذِکر** بمعنی قانون، **رَبّ** سے مراد خدا کا قانون ربوبیت جو تمام کائنات میں جاری وساری ہے۔ **الرَّبَّانِیُّوْنَ:** نظام ربوبیت کی حامل جماعت۔ **الیه ترجعون:** اشیاء کی تمام حرکتیں قانون محور کے گرد گردش کرتی ہیں۔ **سماء** سے مراد خدا کا کائناتی قانون جواز خود جاری وساری ہے۔ **سیئات کا معنی:** انسانی ذات اور معاشرے کا توازن بگاڑنے والا پروگرام۔ **طیبات:** زندگی کی خوشگواریاں **أفضل:** معاشی سہولتیں رزق کی فراوانی وغیرہ۔ یہ ہے الفاظ قرآن کا کھیل جو ایک عجب مشغلہ ٹھہرا؟ احمد دین امرتسری سے لے کر عبداللہ چکڑالوی تک سبھی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح پانچ وقت کی نماز اور ہر نماز کی متعین رکعات کا ثبوت قرآن کریم سے فراہم کرسکیں مگر بری طرح ناکام رہے۔ اس فکری بگاڑ کا اثر ان کے اخلاف پر بھی پڑا جنہوں نے قرآن کریم سے دو نمازیں نکالیں جس سے مراد انہوں نے صبح و شام اللہ میاں کا پروپیگنڈہ کرو۔ کا نام دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ سنت وقرآن کے مابین تفریق، کفر۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ضرور ان کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (النساء:۱۵۲)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کر ڈالیں اور کہتے ہیں کہ ہم کچھ کو مانیں گے اور کچھ کو نہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اس کے درمیان کی کوئی راہ پکڑ لیں۔ یہ لوگ پکے کافر ہیں ہم نے کافروں کے لئے اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء:۱۵۰،۱۵۱)

آیت میں تفریق کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کو مانا جائے اور سنت رسول کا انکار کر دیا جائے۔ یا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی بجائے کسی اور کی اطاعت کا دم بھرا جائے۔ وغیرہ۔ کس قدر سخت بات ہے مگر اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان جامع ارشادات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی توضیحات، آوارگی کی تمام راہوں کو روک دے گی۔

☆...... مشرکین واہل کتاب کے آپ ﷺ سے سوالات واعتراضات ۔۔ دعوت دین کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور ان کا حل ۔۔ مدنی زندگی کے معاہدات ۔۔ درون خانہ منافقین کی عیارانہ چالیں ۔۔ غزوات رسول ۔۔ یہود ومشرکین کا ایکا ۔۔ صلح حدیبیہ ۔۔ اور دینی دعوت کے بہترین مواقع ۔۔ فتح مکہ ۔۔ حجۃ الوداع ۔۔ اور وفات رسول۔ یہ سبھی ادوار سوالات کے ہیں اور قرآن کریم سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ مگر بیشتر کا جواب رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ اگر آپ ﷺ نہ ہوں تو آیات قرآنیہ بے معنی رہ جاتی ہیں۔ یہ سوال بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے دونوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔

☆...... غزوۂ احد کے بعد زخموں سے چور مسلمانوں کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں کفار کا پیچھا کرنا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ پلٹ کر وہ ہم پر حملہ کر دیں۔ مسلمان تیار ہو گئے اور حمراء الاسد تک گئے۔ بعد کی نازل شدہ آیات نے یہ باور کرایا کہ کفار کا پیچھا کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے تھا حالانکہ صحابہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ پر کوئی آیت نہیں اتری جس میں مسلمانوں کو کفار کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیچھا کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔نازل شدہ آیت یہ تھی: ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ﴾

☆ ......اگر قرآن الفاظ میں ہی پہنچانا تھا تو اللہ تعالیٰ خود ہی یہ کام کر لیتے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اس کا القاء کر دیتے یا کوئی اور طریقہ اختیار کرتے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے۔ پھر کیوں رسول اللہ ﷺ سے اس کی قولی اور عملی وضاحت کروائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جو عمل کئے جو بھی فیصلے فرمائے یا دین کی تفصیلات اور فروعی مسائل ارشاد فرمائے۔ سبھی ﴿بِمَا اَرَاکَ اللّٰهُ﴾ یعنی قرآن کی روشنی میں ہی اللہ تعالیٰ نے سجھائے جو انسانی سمجھ کے موافق اور عملاً ممکن تھے۔

دوسرے لفظوں میں: سنت رسول ایسی وحی ہے جو ہمہ گیر ہے۔ جس نے ہر عادت، کلچر، تہذیب کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔ یہ متاثر کرنے کے لئے آئی ہے متاثر ہونے کے لئے نہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے زیدؓ بن حارثہ سے شادی پر آپ ﷺ کے پیغام سے جب انکار کیا تو یہ آیت اتری جس میں کہا گیا: ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ...﴾ (الأحزاب:۳۶) اس میں لفظ ﴿امرًا﴾ سیاق شرط میں آیا ہے جو عام ہو گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ مومن مرد و عورت میں کوئی ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم سننے کے بعد کسی معاملے میں اپنا حق دیکھتے پھریں۔ اگر وہ اپنے حق اختیار کو اپناتا ہے تو وہ اللہ ورسول کا نافرمان و باغی ہے۔ بلکہ وہ بھٹکا ہوا ہے جس کا اس کے پاس کوئی عذر نہیں۔ یہ آیت بلا استثناء رسول اکرم ﷺ کے ہر حکم کو شامل ہے۔ کیونکہ یہ ﴿اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا﴾ کا مفہوم عام دے رہی ہے۔ سبب نزول پر غور کریں تو بات مزید سنجیدہ اور سخت نظر آتی ہے اور جب یہ آیت اتری تو انہوں نے مان لیا۔ یہ ایک دنیوی معاملہ تھا اور خاص طور پر ذاتی نوعیت کا بھی۔ پھر بھی حکم یہی آیا کہ آپ ﷺ کی اطاعت و تسلیم چاہئے جس میں تہدید و وعید بھی واضح اسلوب میں تھی۔

...... تعلقات بھی آپ ﷺ نے رکھے مگر سنت کا سودا نہیں کیا۔ صحابہ رسول نے سفارت کی تو نمائندگی سنت کی ہی کی اور واشگاف الفاظ میں پیغام رسول و عادات رسول کو نہ صرف پیش کیا بلکہ فخر یہ انہیں کر کے بھی دکھایا۔ سنت کے درس سادگی نے بڑے بڑوں کو متاثر کیا اور غریبوں کو اپنا عزیز تر بنا دیا۔

...... ہمسایہ مشرکین و اہل کتاب کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ان سے معاہدہ دوستی بھی کیا مگر اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى۔ دین سربلند رہتا ہے اور کبھی زیر نہیں، کے اصول پر اور سرکشی پر ان کے خلاف جہاد بھی کیا۔

☆ ...... یہ سنت قرآن مجید کے دوش بہ دوش رہتی ہے۔ اسی کی طرح واجب الاتباع بھی ہے۔ خلیفہ راشد عمرؓ بن الخطاب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکرٹری نے خط کے آخر میں لکھ دیا:

هٰذَا مَارَاَى اللّٰهُ وَ رَاَى عُمَرُ یعنی یہ وہ رائے ہے جو اللہ کی ہے اور عمرؓ کی۔ خلیفۂ راشد نے اصلاح کرتے ہوئے فرمایا: یہ بات درست نہیں تم یوں کہو: یہ وہ رائے ہے جو عمرؓ کی ہے اگر یہ اچھی ہوئی تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خدانخواستہ غلط ہوئی تو عمر کی طرف سے ہے۔ پھر فرمایا: اَلسُّنَّةُ مَا سَنَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، اَ تَجْعَلُوْا خَطَأَ الرَّأْیِ سُنَّةً لِلْاُمَّةِ۔ سنت وہ ہے جسے اللہ اور اس کا رسول سنت قرار دیں۔ ایک غلط رائے کو امت کیلئے سنت مت بناؤ۔

(اعلام الموقعین: ۲/۴۶)

......**معاندین کی کوشش**: یہ پوری کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی سے ہٹا دیں۔ جس کے لئے ان کا نشانہ جہاں کتاب اللہ ہے وہاں سنت رسول بھی ہے۔ جس کے مفاہیم کو بگاڑنے میں انہوں نے راتوں کی نیندیں حرام کیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے کہ رسول محترم کی سنت کو باقی رکھنے کے لئے اس کے بندے ہمیشہ میدان کارزار میں رہیں اور ایسے لوگوں کے جھوٹ وفساد اور بدعملی ودورنگی کو بے نقاب کرتے رہیں۔ امام مکحولؒ فرمایا کرتے تھے:

اَلسُّنَّةُ سُنَّتَانِ: سُنَّةُ الْاَخْذُ بِهَا فَرِیْضَةٌ وَتَرْکُهَا کُفْرٌ، وَسُنَّةُ الْاَخْذُ بِهَا فَضِیْلَةٌ وَتَرْکُهَا اِلٰى غَیْرِهَا حَرَجٌ۔ سنت دو ہیں۔ ایک وہ جس کا پکڑنا فرض ہے اور ترک کرنا کفر، اور دوسری وہ جس کا پکڑنا باعث فضیلت ہے اور اسے چھوڑ کر غیر کو اپنانا باعث حرج۔ (سنن دارمی: ۱/۱۴۵)

علماء متفق ہیں کہ سنت، سارے کا سارا دین ہے، وحی ہے اور منزل من اللہ ہے۔ ذاتی معاملات میں بھی رسول محترم کا حکم ماننا عین دین ہے ورنہ ایمان کی رخصتی ہے۔ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ﴿اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ میری اتباع کرو۔ آپ ﷺ کا بھی ارشاد ہے:

تَرَکْتُکُمْ عَلَى الْبَیْضَاءِ لَیْلُهَا کَنَهَارِهَا لَا یَزِیْغُ عَنْهُ بَعْدِیْ اِلَّا هَالِكٌ۔ (مقدمہ ابن ماجہ) میں تمہیں ایسی روشن راہ پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے اس سے میرے بعد وہی ٹیڑھا ہوگا جس نے ہلاک ہونا ہو۔

۳۔ خلافتی امور میں حدیث رسول کا کردار

☆......خلفاء اربعہ اور فقہاء صحابہ کو جب قرآن مجید سے کوئی نص نہ ملتی تو استنباط احکام، حدیث سے کرتے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میراث جدہ کا مسئلہ اسی سے حل کیا۔ سیدنا عمرؓ نے عورت کا حمل کسی کی زیادتی کی وجہ سے گرنے پر صحابہ کرام سے اس کا حل پوچھا تو دو صحابہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے زیادتی کرنے والے پر ایک غلام یا ایک لونڈی کا جرمانہ عائد کیا تھا۔ یہ سنتے ہی امیر المؤمنین نے آپ ﷺ کے فیصلہ کی پیروی کرتے ہوئے فیصلہ دیا۔ حدیث استئذان (گھر میں داخل ہونے کی اجازت) کے پیش کرنے پر ہی ابوموسیٰ اشعریؓ کو معاف کیا تھا۔ سیدنا علیؓ نے سیدنا عثمانؓ کے حج تمتع سے منع فرمانے پر حج تمتع کا احرام باندھا اور فرمایا کہ کسی شخص کے کہنے پر میں سنت نبوی کو خیر باد نہیں کہہ سکتا۔ صحابہ کرام تو حدیث کے بغیر کسی بھی آرڈیننس یا فیصلے کو قبول نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ہر موقع پر انہیں حدیث رسول ہی قائل کیا کرتی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ آباد و بنجر زمین مسلمانوں کے درمیان بانٹ دوں۔ شیبہ کہتے ہیں: میں نے کہا: آپ یہ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے فرمایا: وہ کیوں؟ میں نے عرض کی: لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ۔ آپ کے دو ساتھیوں۔۔۔ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ نے۔۔ ایسا نہیں کیا۔ فرمانے لگے: هُمَا الْمَرْآنِ يُقْتَدَى بِهِمَا۔ جی ہاں وہ دونوں ہی تو ایسے مرد ہیں جن کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ (فتح الباری: ۲۴۹/۱۳)

عکرمہؒ کہتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق لائے گئے۔ جنہیں سیدنا علیؓ نے زندہ جلوا دیا۔ سیدنا ابن عباسؓ کو جب اس کا علم ہوا تو فرمانے لگے: اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ۔ لوگوں کو اللہ والا عذاب مت دو۔ بلکہ میں انہیں قتل کر دیتا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو۔ امام ترمذی کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں: سیدنا علیؓ کو جب ابن عباسؓ کی گفتگو کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ ابن عباسؓ نے سچ کہا۔ (فتح الباری: ۱۴۹/۶، سنن الترمذی: ۵۹/۴)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف بیت اللہ کیا اور ہر رکن کو انہوں نے استلام کرنا شروع کر دیا۔ ابن عباسؓ فرمانے لگے: آپ کیوں ان دو رکنوں کو استلام کرتے ہیں جبکہ آپ ﷺ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ سیدنا امیر معاویہ فرمانے لگے: لَيْسَ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْبَيْتِ مَهْجُورًا۔ اس گھر کی کوئی شے چھوڑی نہیں جا سکتی۔ سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ تمہارے لئے رسول اللہ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ سیدنا امیر معاویہؓ نے سنتے ہی فرمایا: صَدَقْتَ: ابن عباسؓ! تم نے سچ کہا۔ (مسند احمد: ۴۱/۱۲، فتح الباری: ۲۰۲/۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح کی بے شمار مثالیں جو ذاتی رائے، اجتہاد یا فتوے کے صورت میں ہوتیں ان کی اصلاح کر دی جاتی۔اور دلیل سنتے ہی ہر ایک اپنی رائے یا فتوی واجتہاد کو واپس لے لیتا اور مخالفت کی صورت میں اپنی خطا تسلیم کرتا۔ کہنے والا اصرار کرتا کہ آخر وہ بھی تو خلفاء ہیں؟ جواب میں سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں: دیکھنا کہیں تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو جائے میں تمہیں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم مجھے آپ ﷺ کے مقابلے میں شیخین کے اقوال پیش کرتے ہو۔اس لئے خیر القرون کے اس اجماعی مسئلے پر حدیث کے بغیر شریعت کا تعارف مختلف ازم ونظریات کا تعارف ہوگا نہ کہ اسلام کا۔

۴۔قرآن فہمی حدیث وسنت کے بغیر ممکن ہی نہیں!!!

★......قرآن فہمی کے رائج طریقے آج کل یہ ہیں:

۱۔قرآن کریم کی اور بطور خاص متشابہات کی باطنی یا اشاری تفسیر کی جائے۔یا

۲۔ذاتی خیالات کو تدبر نام دیا جائے۔ایسے لوگ قدوہ رسول (Role Model) کو تنزلی کی علامت سمجھتے ہیں۔

۳۔قرآن کریم کی تفسیر سیرت رسول، اور صحابہ وتابعین کے اقوال کی روشنی میں کی جائے۔

★......امت کا خیر طبقہ متفق ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کے صحیح حقدار جناب رسول محترم ﷺ ہیں۔کیونکہ آپ ﷺ نے ۲۳ سال عمل کر کے امت واقوام کو شاندار نتائج دیے ہیں وہی بہتر ہے۔اس کی توضیح وتفصیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود رسول محترم کو مکلف کیا ہے۔وہی طریقے قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے زیادہ مناسب ہیں جو درج ذیل ہیں:

پہلا طریقہ: قرآن کریم کی مجمل (Breif & exculsive) آیات یا الفاظ کی آپ ﷺ نے جو وضاحت کی اسے اسی انداز سے ہی لیا جائے۔ یہ ارشادات واعمال، قرآنی احکام کے مؤید (Supportive) اور موافق ہیں اور انہیں مزید قوت دیتے ہیں۔مثلاً: وہ آیات قرآنیہ جو نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی فرضیت باور کراتی ہیں ان کی وضاحت میں آپ ﷺ کے ارشادات واعمال، ان آیات کے عین موافق ومطابق ہیں جن میں ان ارکان کو ماننے اور بجالانے کا حکم اور طریقہ بتایا گیا ہے۔حدیث تو ہے ہی قرآن کریم سے ہم آہنگی کا نام۔اس میں اختلاف یا تضاد نام کی چیز نہیں۔ ہاں سمجھ نہ آنے پر علم میں مزید اضافہ کی ضرور متقاضی ہے۔جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے۔اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے اور خانہ کعبہ کا حج ۔(صحیح بخاری:۸)

یہ حدیث ان مجمل آیات قرآنیہ کی تفصیل ہے:

﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرۃ: 83) نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرۃ:183) تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں نیز آیت ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (آل عمران:97) اور صرف اللہ کے لئے ان لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے جو وہاں جانے کی طاقت رکھتے ہوں۔

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد:

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَاِنَّهُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ،اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ،وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ وہ تمہارے ہاں درمیان میں ہیں تم نے انہیں اللہ کی امانت سمجھ کر لیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے ہی ان کی شرمگاہیں تم نے اپنے لئے حلال کی ہیں۔

اس حدیث نے قرآن مجید کے حکم ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ کے حکم کو مزید نکھار اور تائید کی ہے۔

دوسرا طریقہ: قرآن کریم کے کسی لفظ کے متعدد معانی ہوسکتے ہیں۔ جسے احتمال (Probability) کہتے ہیں۔الٰہی منشاء یہ تھی کہ آپ ﷺ ان احتمالات کا حتمی معنی متعین کریں اور جب کردیں تو وہی اس کی صحیح تفسیر، فقہ اور مفہوم قرار پائے۔کسی لغت، رائے یا عقل کا دخل وہاں نہ ہو۔کیونکہ متعدد عقلیں ایک معنی پر کبھی متفق نہیں ہوسکتیں۔امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

لِاَنَّ الْكِتَابَ يَكُوْنُ مُحْتَمِلاً لِاَمْرَيْنِ فَاَكْثَرَ، فَتَاْتِي السُّنَّةُ يَتَعَيَّنُ اَحَدُهُمَا فَيُرْجَعُ اِلَى السُّنَّةِ وَيُتْرَكُ مُقْتَضَى الْكِتَابِ۔ کیونکہ کتاب اللہ کے لفظ یا عبارت میں کبھی دو باتوں کا یا کبھی اس سے بھی زیادہ امور کا احتمال ہوتا ہے اور یہ متعین نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مراد کیا ہے؟ ایسی صورت میں سب احتمالات میں ایک احتمال کا تعین سنت ہی کرتی ہے۔اس لئے سنت کی طرف پھر پلٹا جاتا ہے اور دیگر احتمالات کو ترک کردیا جاتا ہے۔

یوں آپ ﷺ کے ارشادات سے قرآن مجید کے مجمل احکام کی تفسیر اور عام احکام کی تخصیص ہوتی ہے، مشکل کی توضیح اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلق (Obsolute) کی تقیید (Limitation) ہوتی ہے۔ اکثر احادیث اس دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے بیان وارشاد اور عمل سے متعین کر دیا اور ان کے اوقات ومقدار، صحیح وباطل اور کامل وناقص سب باور کرا دئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ اہل ایمان اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل طریقوں سے مت کھاؤ۔ ہاں اگر باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بہت رحیم ہے۔

لفظ باطل، مطلق ہے اس کی وضاحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ دھوکہ دہی، ملاوٹ، غصب یا چوری اور مناصب میں دئے گئے تحائف وغیرہ سب حرام اور رشوت کے زمرے میں آتے ہیں۔ یوں قرآنی لفظ باطل کے مزید فروعی (divided) معانی کا تعین سنت نبویہ سے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حکومت، عوام کے مال کی زبردستی مالک بن سکتی ہے اور نہ چھین سکتی ہے۔ اور نہ ہی عوام وخواص میں سے کوئی حکومت کے مال پر زبردستی قابض ہو سکتا ہے اور نہ اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ یہ سب باطل کے زمرے میں آتے ہیں۔ آپ ﷺ کے اس بیان وتعین کی بھی تین صورتیں ہیں:

ا۔ **مجمل کی تفصیل**: جیسے قرآن میں بے شمار مجملات (summed up laws/rules) ہیں۔ یعنی آیات والفاظ میں ایسے احکام ہیں جو غیر مفصل ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج وزکاۃ سے متعلق آیات والفاظ یہ سب مجمل ہیں۔ مگر حدیث نماز کا طریقہ بتاتی ہے۔ زکاۃ کا نصاب متعین کرتی ہے۔ روزے کے احکام دیتی ہے اور حج کے مناسک بتاتی ہے۔ اگر سنت کی یہ تفصیل نہ ہوتی تو ہم کبھی بھی ان احکام کو سمجھ پاتے نہ اللہ کی عبادت کر پاتے۔

ب۔ **عام کی تخصیص**: یعنی عمومات قرآنی کی تخصیص آپ ﷺ نے فرما دیں۔ مثلاً ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ میں لفظ اولاد عام ہے حدیث رسول نے مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فرما کر اپنا ترکہ خاص کر دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَرْسَلَتْ اِلَى اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَسْاَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ ﷺ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ. فَقَالَ اَبُوبَكْرٍ: اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ ۔۔۔ (صحیح بخاری: ۳۵۰۸) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خلیفہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ مجھے آپ ﷺ کی وہ میراث عطا کر دیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطور فے عطا کی تھی۔ مطلب وہ زمینیں جو مدینہ میں تھیں یا فدک کی تھیں اور خیبر کا باقی خمس تھا۔ جناب ابوبکرؓ نے فرمایا: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ہم انبیاء کے وارث نہیں بنائے جاتے جو کچھ بھی ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوا کرتا ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو اس فرمان نبوی کو مان گئیں اور جناب سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ بھی اسے مان گئے۔ جب خود خلیفہ بنے تو انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو کسی اور دلیل سے تبدیل نہیں کیا۔ اعتراض یا ناراضگی کا اظہار کرنے کا یہی مطلب ہے کہ انہوں نے حدیث رسول کو کیوں مانا؟ اور بالفرض اگر سیدہ فاطمہؓ حدیث نہ مانتیں تو امت کو کیا سبق دیتیں؟

☆...... قرآن میں کہا گیا ہے۔ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا﴾ (المائدہ:۳۸) چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ دو۔

السارق اور السارقة عام الفاظ ہیں۔ جس میں ہر قسم کا چور آ جاتا ہے۔ لیکن اس عموم سے حدیث رسول نے اس چور کو خارج کر دیا جس نے ربع دینار سے کم میں چوری کی ہو۔ آپ نے فرمایا: لَا يُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا فِي رُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا (سنن نسائی۔ کتاب قطع السارق) چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں۔

اس کے علاوہ چوری کے ضمن میں کچھ اور تخصیصات بھی احادیث سے ثابت ہیں۔ نیز بعض فقہاء نے بھی شروط عائد کر کے اس کے عموم میں مزید تخصیص کی۔ مثلاً چوری محفوظ کئے ہوئے مال سے کی گئی ہو۔ چور مجنون نہ ہو۔ اضطرار کا شائبہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایسی صورتیں ہوئیں تب چور السارق کے عموم میں شامل نہیں ہوگا۔ یا چوری اور اس کی سزا کے تعین میں بے شمار احتمالات ہو سکتے ہیں جن کا اظہار علماء وفقہاء نے فقہی کتب میں کیا ہے۔ مگر حدیث رسول نے اس کا تعین کر دیا کہ مال محفوظ کی چوری دس درہم کی مقدار ہے اور لفظ ید کو جو عام تھا حدیث رسول نے خاص کر دیا کہ سارا ہاتھ نہیں بلکہ ہاتھ پہنچے (wrist) تک کاٹا جائے۔ اسی لئے امام اوزاعی رحمہ اللہ کا یہ کہنا ہے:

اَلْكِتَابُ اَحْوَجُ اِلَى السُّنَّةِ مِنَ السُّنَّةِ اِلَى الْكِتَابِ۔ کتاب اللہ سنت کی زیادہ محتاج ہے بہ نسبت سنت کتاب کے۔

☆...... سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے فتح مکہ کے موقع پر پوچھا: اللہ کے رسول! کل آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِنْ مَنْزِلٍ؟ ثُمَّ قَالَ: لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح بخاری:۴۰۳۲) تو کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مومن کافر کا اور کافر مومن کا وارث نہیں بن سکتا۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد میں تخصیص ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پہلی دو قسموں کا تعلق ﴿اطیعوا اللہ﴾ یعنی اللہ کی اطاعت کردے سے ہے کیونکہ ان احادیث پر عمل کرنا قرآن کریم ہی پر عمل کرنا ہے۔ جبکہ تیسری قسم کی احادیث پر عمل کرنا ﴿واطیعوا الرسول﴾ کے تحت داخل ہے۔ نیز حدیث ہی یہ بتاتی ہے کہ بیٹا اگر قاتل یا کافر ہو تو وہ میراث سے محروم ہوگا۔

ج۔ **مطلق کی تقیید**: قرآن کے مطلق کو آپ ﷺ مقید کردیں۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ بدلہ ہے اس برائی کا جو انہوں نے کمائی اور سزا ہے اللہ کی جناب سے۔ اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔

اس آیت میں یَد ہاتھ کا لفظ مطلق ہے جو نہ صرف ہتھیلی کو بلکہ پورے بازو کو بھی شامل ہے۔ حدیث رسول نے اسے مقید کر کے کلائی wrist تک رکھا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے چور کا ہاتھ یہیں سے کاٹا تھا۔

د: **مشکل کی وضاحت**: قرآن کی بعض آیات ناقابل فہم ہوتی ہیں کہ اسے کوئی سمجھ سکے کہ اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد کیا ہے؟ صورت میں حدیث ہی اس کی توضیح کرتی ہے۔ عدیؓ بن ابی حاتم کہتے ہیں: جب یہ آیت اتری: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ تو میں نے ایک کالا اور دوسرا سفید عقال لے کر اپنے سرہانے کے نیچے انہیں رکھا اور رات بھر انہیں دیکھتا رہا پھر جب یہ دونوں اپنے اپنے رنگ میں نمودار ہوئے تو میں نے کھانا بند کر دیا۔ صبح آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو جو رات کیا بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ وِسَادَكَ اِذَنْ لَعَرِيْضٌ، اِنَّمَا ذٰلِكَ بَيَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّيْلِ۔ تمہارا سرہانہ تو بہت پھیلا ہوا ثابت ہوا بھئی! یہ رات کی تاریکی سے دن کی سفیدی نکلنا مراد ہے۔ (متفق علیہ)

تیسرا طریقہ: یہ احادیث ہیں جن سے کسی چیز کا وجوب یا اس کی حرمت ثابت ہوتی ہو مگر قرآن مجید میں ان کی صراحت نہیں ہے۔ یا قرآن بالکل خاموش ہے۔ یہ احادیث قانون اور شریعت پیش کرنے میں اپنی مستقل حیثیت رکھتی ہیں۔ ایسی بے شمار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثالیں کتب حدیث میں دیکھی جا سکتی ہیں مثلاً صحیح بخاری میں (۲۷۲۴، ۲۷۲۵) یہ روایت بھی النساء کی آیت نمبر (۱۵):

﴿ وَالّٰتِیْ یَأْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾

کے اس اشکال کی وضاحت کرتی ہے کہ زانی محصن (Married Fornicator) کے لئے وہ راستہ کون سا ہے؟ حدیث رسول ہی اس راستے کا تعین کرتی ہے اور جسے سیدنا ابوہریرہ اور زید بن خالد۔ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَعْرَابِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اِلَّا قَضَيْتَ لِیْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ، وَهُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ: نَعَمْ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَائْذَنْ لِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قُلْ۔ قَالَ: اِنَّ ابْنِیْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَأَتِهِ، وَاِنِّیْ اُخْبِرْتُ اَنَّ عَلَى ابْنِی الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ ابْنِیْ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيْدَةٍ، فَسَأَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ، فَاَخْبَرُوْنِیْ: اَنَّمَا عَلَى ابْنِیْ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَاَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ: اَلْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، اُغْدُ يَا اُنَيْسُ اِلَى امْرَأَةِ هٰذَا، فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا۔ قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ، فَاَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرُجِمَتْ۔ ایک بدو نے رسول کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیے۔ دوسرے خصم نے کہا: جو زیادہ سمجھدار تھا۔ جی ہاں! آپ ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو۔ اس نے کہا: میرا بیٹا اس کا نوکر تھا جو اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے۔ میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں بطور فدیہ ادا کی ہیں اور ایک لونڈی بھی۔ پھر معلوم ہوا کہ بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سالہ جلاوطنی کی سزا ہے اور اس کی بیوی کو رجم کی سزا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے مابین کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ لونڈی اور بکریاں تمہیں واپس ہوں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑوں اور ایک سالہ جلاوطنی کی سزا ملے گی۔ انیس! تم صبح اس کی بیوی کی پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا۔ انیس صبح سویرے اس کے پاس گئے اس نے اعتراف کیا۔ چنانچہ آپ کے حکم پر اسے رجم کر دیا گیا۔

مزید یہ کہ زانی تو دونوں تھے مگر غیر شادی کی سزا شادی شدہ کی سزا یعنی رجم سے مختلف رکھی۔ جو قرآنی حکم ﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ کے عام (Common) حکم کی تخصیص تھی۔ ایک کا پہلا تجربہ تھا اس لئے اس کی سزا میں تخفیف رکھی دوسری تجربہ کر چکی تھی مگر اپنے شوہر سے خیانت کی مرتکب ہوئی تھی۔ اس لئے اس کی سزا سخت رکھی۔

تفسیر کے یہ طریقے قرآن مجید کا بیان واضافہ ہیں اختلافی نہیں۔ اس تعین کے بعد کوئی معارضت (contradicion) باقی نہیں رہتی اور تقدیم علی الکتاب کا اصول بھی بے معنی ہو جاتا ہے۔ ایسا سوچنا اہانت حدیث رسول ہے اور ﴿بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ پر عدم اطمینان ہے۔ آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت کا انکار بھی ہے۔ آپ ﷺ کے اس تعین کے بعد اگر کسی کی تسلی لغت ونحو یا رائے وقیاس پر ہی ہوتی ہے تو پھر وہ سوچے اس آیت کا کیا مفہوم ہے؟

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ کی اطاعت کی۔

قابل غور باتیں: قرآن مجید اپنے تمام علوم سمیت دیگر علوم اسلامیہ کی طرح حدیث رسول کا محتاج ہے جس کے بغیر کوئی تفسیر صحیح اور درست نہیں۔ سنت کے بغیر قرآن پر عمل بھی ناممکن ہے۔ اس لئے اسلاف کا یہ قول بالکل درست معلوم ہوتا ہے کہ اَلْقُرْآنُ اَحْوَجُ اِلَى السُّنَّةِ مِنَ السُّنَّةِ۔ قرآن سنت کا زیادہ محتاج ہے بہ نسبت سنت کے۔ اس لئے:

☆ ...... حدیث تمام تر شرعی حجت ہے خواہ وہ متواتر ہو یا خبر واحد۔ بشرطیکہ آپ ﷺ سے ثابت ہو۔ کیونکہ اس کے حجت ہونے میں اعتبار ثقہ راویوں کا ہے نہ کہ ان کی قلت وکثرت کا۔

☆ ...... دین کے اصول، اعتقادات، احکام اور فروعات زبان رسالت سے نکلے ہیں۔ اس لئے اس کی اہمیت شخصی فقہ اور رائے سے کہیں زیادہ اور محدود عقل وفکر کے مقابلہ میں نہایت وسیع ہے۔

☆ ...... حدیث رسول پر یہود وعیسائی حضرات کے چند جائز اعتراضات تھے مگر علمی اعتبار سے کم اور متعصبانہ زیادہ تھے۔ اس لئے کہ وہ ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ﴾.. ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ کا مصداق تھے۔ چونکہ یہ لوگ ﴿وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ اور ﴿مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ﴾ کا شکار تھے تاہم مسلم علماء نے پھر بھی حدیث کی حجیت پر مثبت علمی رد عمل دیا اور ان کی علمی خیانت سے اہل علم کو آگاہ کیا۔ عربی زبان سے نابلد اور عجمی زبان کے شیدائی حضرات نے انہی کا انداز مستعار لے کر اہل اسلام کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے جس کا شکار جدید طبقہ سرگرداں ضرور ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......مگر کیا ان کے اعتراضات سے متاثر ہونا ہی صحیح دین فہمی ہے؟ اگر احادیث کو اغیار مشکوک قرار دیتے ہیں تو ہمیں توفیق کیوں نصیب نہیں ہوتی کہ حدیث رسول ﷺ کو خالی الذہن ہو کر پڑھیں اس کا گہرا مطالعہ کریں اور ایسے شکوک اور غلط فہمیوں کا ہم جواب دیں؟ کیا یہی حمیت دینی ہے کہ ان کفار کے طرز عمل کو ہم پسند کر کے اپنے ہی گھر پر تابڑتوڑ حملے کرنے لگ جائیں؟ اگر واقعی ان کی بات پر یقین کرنا ہے تو پھر ان اعتراضات کا کیا کریں گے جو انہوں نے قرآن کریم پر کئے؟ کیا ایسے لوگ اسی سوچ کے حامل تو نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں مکہ میں تھے یا منافقین و یہود مدینہ تھے جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا استہزاء کرتے اور آئے دن اعتراضات جڑتے تھے؟ کیا صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دل میں نفرت پالنے والوں کی باتوں پر ہی ہم یقین کر لیں اور قرآن کریم کی بات پر ہمارا یقین بڑا کمزور ہو؟ آخر ایمان پھر کس چیز کا نام ہے؟ ہم یہ بات بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ ہمارے کچھ دانشور حدیث کے بارے میں بہکے خیالات رکھتے ہیں۔ ظاہر وہ یہی کرتے ہیں کہ یہ ہماری تحقیق وافکار ہیں مگر درحقیقت یہ خیالات انہی غیر مسلم مفکرین کے ہیں مگر الفاظ ان کے اپنے ہیں۔

اس لئے ان چند اعتراضات کی بناء پر احادیث کا انکار مناسب نہیں۔ ہاں ان کا تشفی بخش جواب ضرور ہونا چاہئے جو ان شاءاللہ ضمناً اپنی تحریر میں ہم ضرور دیں گے اور ہم بھی اپنے سوال کا جواب مانگیں گے۔

حدیث وسنت کی دعوت کیوں؟

قرآن وسنت کو تھامنا اور اقوال رجال کو ترک کرنا۔ اسلاف نے انہی دو مسائل کی طرف دعوت دی۔

ا۔ کیونکہ حدیث رسول، قرآن فہمی، عقائد اور دیگر شرعی مسائل میں خطا اور غلطی میں واقع ہونے سے بچاتی ہے۔ نیز ضلالت وگمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے سے اور فتنہ انگیزی سے محفوظ رہنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔ (مستدرک: ۹۳، جامع بیان العلم: ۲/۲۴) اسی لئے امام مالک ؒ اپنی رائے واجتہاد کو یہ مقام نہیں دیا کرتے تھے بلکہ فرماتے:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِئُ وَأُصِيبُ، فَانْظُرُوا فِي رَأْيِي فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوا بِهِ، وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوهُ۔ میں ایک انسان ہوں مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستگی بھی۔ میری رائے میں ذرا غور کر لیا کرو۔ جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اسے ترک کر دو۔

امام شریح القاضی فرمایا کرتے:

اِنَّ السُّنَّةَ سَبَقَتْ قِيَاسَكُمْ، فَاتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا، فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا مَا اَخَذْتُمْ بِالْاَثَرِ۔ سنت تمہارے قیاس سے سبقت لے چکی ہے اس کی پیروی کرو اور نئے نظریات مت دو۔ تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے اگر تم حدیث کو تھام لو۔

۲۔ یہ بات متفق علیہ ہے کہ حدیث ایک ٹھوس اور نا قابل تردید حجت ہے بخلاف آرائے رجال کے جنہیں سلف صالحین اور دیگر محققین نے صرف رائے ہی سمجھا۔ کچھ لوگوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا ہے کہ معلوم نہیں فقہی علوم میں لفظ تقلید کہاں سے آ گیا کہ فقہاء کو اسے اپنانا پڑا۔ اگر ماضی میں واقعی یہ لفظ اتنا برا تھا تو اسے مختلف تاویلات سے بعد میں اختیار کر لینا کون سی علمی اور دینی روش ہے؟ امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں:

رَأْيُ الْاَوْزَاعِيِّ وَرَأْيُ مَالِكٍ وَرَأْيُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ كُلُّهُ رَأْيٌ، وَهُوَ عِنْدِيْ سَوَاءٌ، وَاِنَّمَا الْحُجَّةُ فِي الْآثَارِ۔ امام اوزاعی کی رائے ہو یا امام مالک کی یا امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کی۔ سبھی میرے نزدیک مساوی حیثیت رکھتی ہیں۔ حجت اور دلیل تو احادیث ہی ہیں۔

۳۔ کوئی طالب علم حدیث کی تعلیم کے بغیر فقیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ حدیث تو ہے جو قرآن کریم کے بعد اسے فقاہت کا اہل بناتی ہے کیونکہ جب نئے مسائل میں فقہی کتاب خاموش ہو تو اسے استنباط وصحیح قیاس قرآن وحدیث ہی سے تو کرنا ہے۔ ایسا فقیہ، پھر ایسی خطا کا مرتکب نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث سے ایک جاہل مرتکب ہوتا ہے۔ امام ابن القیمؒ رحمہ اللہ نے فرمایا:

اِنَّ اَصَحَّ النَّاسِ قِيَاسًا اَهْلُ الْحَدِيْثِ، وَكُلَّمَا كَانَ الرَّجُلُ اِلَى الْحَدِيْثِ اَقْرَبُ كَانَ قِيَاسُهُ اَصَحُّ، وَكُلَّمَا كَانَ عَنِ الْحَدِيْثِ اَبْعَدُ كَانَ قِيَاسُهُ اَفْسَدُ۔ صحیح ترین قیاس کرنے میں سب سے زیادہ قابل لوگ محدثین کرام ہی ہیں آدمی جتنا بھی حدیث کے قریب ہوگا اس کا قیاس اتنا ہی صحیح ترین ہوگا اور جتنا بھی حدیث سے دور ہوگا اس کا قیاس اتنا ہی فاسد و خراب ہوگا۔

۴۔ مسلمانوں میں خرافات وبدعات ومختلف نظریات کا اور باہمی فتنہ انگیزی کا خاتمہ صرف سنت کے ذریعے ہی ہوسکتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ آج ہر مسلمان جان چکا ہے کہ متحد ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے اور اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا ناگزیر ہے۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہوگا جب سنت رسول کی طرف رجوع ہوگا۔

۵۔ سنت کو ماننے کا مطلب یہی ہے کہ اس کے فقہی احکام یقینی ہیں ورنہ ہر فقہی مسئلہ میں شک ہوگا۔ مگر رائج فقہ کے متعارض ومتعدد اقوال سب ظنی ہیں۔ اولاً یہ فقہاء رسول اللہ ﷺ کے مقام معصومیت پر نہیں دوم یہ کہ اگر ان کا یہ قول ثابت ہو بھی تو اس کے راجح ومرجوح ہونے کے متعارض اقوال بھی ہیں۔ اس شک کی کیفیت مفتی صاحب میں دیکھی جا سکتی ہے جب وہ ان دو متعارض یا متعدد اقوال کو دیکھتا اور کہتا ہے کہ ایسا کرنا امام شافعیؒ یا امام ابوحنیفہؒ کے ایک قول کے مطابق جائز ہے اور ان کے دو عظیم شاگردوں کے قول کے مطابق ناجائز ہے۔ ان اقوال میں کوئی ایک قول ضرور ایک صریح وصحیح حدیث کی حمایت کررہا ہوتا ہے۔ مگر سائل کو صحیح حدیث بتانے کی بجائے ان دو متعارض اقوال کے ذریعے حیرت کے غار میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ وہ حدیث کو تو غلط وضعیف کہنے کی جرات کرلے گا مگر کسی ایک قول کو غلط کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بلکہ بعض مفتیان کرام تو دونوں متناقض اقوال کو دو محکم شریعت بنا کر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمان کے لئے دونوں پر عمل جائز ہے۔ بعض شوافع یہ اجازت بھی دیتے ہیں کہ جس قول پر معاوضہ زیادہ ملتا ہو اس کے مطابق ہی فتوی دینا چاہیے۔

۶۔ قروء کی بابت فقہاء میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اس سے مراد طہر ہے اور امام ابوحنیفہؒ اس سے مراد حیض لیتے ہیں۔ فاتحہ کے مسئلہ میں امام شافعیؒ کہتے ہیں اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے کہ منع ہے۔ اس قسم کے بہتیرے مسائل ہیں جن میں اختلاف ہے مگر حق ایک ہی ہے اور ایک ہی کے ساتھ رہتا ہے اور یہی اہل السنۃ کا عقیدہ ہے۔ یا چاروں مذاہب کے حق ہونے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ان کو غلطی پر بھی ایک اجر ملتا ہے کیونکہ ان کا اختلاف سلف کی روش پر ہے۔ بعینہ سنت کو ثابت کرنے میں بھی چاروں ائمہ کے حق پر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں ہر ایک کے تمام مسائل عین سنت کے مطابق ہیں اور حق ہیں۔ بلکہ اختلاف کی صورت میں ایک حق پر ہوگا اور دوسرا غلطی پر۔ اس لئے کہ عملاً اور عقیدتاً یہی کچھ ہورہا ہے باقی سب لفاظی ہے۔

۷۔ مسلکی اختلافات اپنی جگہ مگر مسالک اہل سنت میں کوئی مسلک ایسا نہیں جو حدیث یا سنت کا منکر ہو۔ بس اختلاف اس کے صحیح یا ضعیف ہونے میں ہے۔ عموماً صحیح حدیث کو پا کر ایک مسلمان اپنی اصلاح کرلیتا ہے۔ ہمارے اختلاف کا یہی حل ہے۔ یہ نامناسب ہوگا کہ ہم اپنے اختلاف کا ثبوت حدیث رسول کو بنا کر پیش کریں۔ رہے اہل تشیع تو وہ بھی حدیث کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوان کے نزدیک صحیح ہے اسے مانتے تو ہیں۔تو پھران اختلافات کو آڑ بنا کرانکار حدیث کی گنجائش نکالنا سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے!!!۔تومسلم بھی بہ آسانی اسلام کو سمجھ لیتا ہے اگر وسوسہ ڈالنے والا اس کے قریب نہ ہو۔مگر شیطان نے تو یہ کام کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔اس لئے نومسلم کو مسلم علماء یہی نسخہ بتاتے ہیں کہ وہ آخری دو قل کا ورد بکثرت کیا کرے۔

☆☆☆☆☆

علم کا مقام و وقار

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے کہا: مکہ مکرمہ سے۔کہنے لگے: وہاں کون ہے جو اہل مکہ کی قیادت کر رہا ہے؟ میں نے کہا: عطاء بن ابی رباح۔پوچھا: کیا وہ عرب ہیں یا موالی؟ میں نے عرض کی: موالی میں سے۔پوچھا: وہ کیسے مکیوں کی قیادت کر سکتے ہیں؟ میں نے کہا: دینداری اور روایت حدیث کی وجہ سے۔کہنے لگے: بالکل! جو دین دار اور اہل علم ہیں وہی قائد بنائے جانے چاہئیں۔پھر پوچھا: اہل یمن کی قیادت کس کے ہاتھ ہے؟ میں نے عرض کی: طاوس بن کیسان کے پاس۔پوچھا: وہ عرب ہیں یا موالی؟ میں نے عرض کی: موالی ہیں۔کہنے لگے: وہ کیسے قائد بن گئے۔میں نے عرض کی: جس طرح عطاء بنے۔کہنے لگے: یہی ہونا چاہئے۔پھر پوچھا: اہل مصر کی سیادت کس کے ہاتھ میں ہے؟ میں نے عرض کی: یزید بن ابی حبیب کے پاس پوچھا: عرب ہیں یا موالی؟ میں نے کہا: موالی۔کہنے لگے: اہل شام کی قیادت؟ میں نے عرض کی مکحول کے پاس۔پوچھا: عرب ہیں یا موالی؟ میں نے عرض کی: وہ بھی موالی ہیں۔نوبی غلام تھے انہیں ایک ہذیلی عورت نے آزاد کر دیا تھا۔کہنے لگے: اور اہل جزیرہ کی قیادت کس کے ہاتھوں میں ہے؟ میں نے عرض کی: میمون بن مہران کے پاس۔پوچھا: عرب ہیں یا موالی؟ میں نے کہا: وہ بھی موالی میں سے ہیں۔پھر کہا: اہل خراسان کی قیادت کس کے پاس ہے؟ میں نے کہا: ضحاک بن مزاحم کے پاس۔کہا: عرب ہیں یا موالی؟ میں نے عرض کی: موالی میں سے۔پھر کہا: اچھا: اہل بصرہ کا راہنما کون ہے؟ میں نے عرض کی: حسن بن ابی الحسن بصری۔پوچھا: عرب ہیں یا موالی؟ میں نے کہا: موالی میں سے ہیں۔پھر کہنے لگے: تمہاری خرابی ہو یہ بتاؤ: اہل کوفہ کی سیادت و قیادت کس کے پاس ہے؟ میں نے عرض کی: ابراہیم النخعی کے پاس۔کہنے لگے: یہ بتاؤ وہ عرب ہیں یا موالی میں سے؟ میں نے عرض کی: وہ عرب ہیں۔عبد الملک کہنے لگے: وَيْلَكَ يَا زُهْرِيُّ! فَرَّجْتَ عَنِّيْ۔ وَاللّٰهِ لَتَسُوْدَنَّ الْمَوَالِيْ عَلَى الْعَرَبِ۔حَتّٰى يُخْطَبَ لَهَا عَلَى الْمَنَابِرِ وَالْعَرَبُ تَحْتَهَا۔ زہری! تمہارا برا ہو۔اب جا کے تو نے مجھے مشکل سے نکالا ہے۔بخدا! وقت آئے گا کہ موالی عربوں پر حکومت کر رہے ہوں گے حتی کہ منبروں پر خطبے بھی انہی کے نام کے ہوں گے اور عرب ان کے سامنے نیچے بیٹھے ہوں گے۔ زہری کہتے ہیں: میں نے کہا: اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنَّمَا هُوَ اَمْرُ اللّٰهِ وَدِيْنُهُ، مَنْ حَفِظَهُ سَادَ وَمَنْ ضَيَّعَهُ سَقَطَ۔یہ تو اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور اس کا دین جو بھی۔اس کی حفاظت کرے گا وہ قائد بن جائے گا اور جس نے اس کی پرواہ نہ کی وہ خود ہی ذلیل ہوگا۔(تدریب الراوی: ج ۲/۳۸۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم حدیث: منہج اور وسائل

دور نبوی میں تعلیم حدیث کا منہج:

☆......عرب امی قوم تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت معلم، اُن کی تربیت کے لئے چار کورسز متعارف کرائے۔

تلاوت آیات: افراد امت پر تلاوت آیات ہو۔ کہ کلام اللہ کی تلاوت کیسے کی جائے تاکہ اس کا حق ادا ہو۔

تزکیۂ فرد: اپنے طریقے سے ان کا تزکیۂ نفس کریں۔ باطنی طہارت یعنی بغض وحسد اور نفاق سے پاک کر دیں۔

تعلیم کتاب: تعلیم کتاب بھی ان کو آپ ﷺ ہی دیں۔ معلم بن کر کتاب اللہ سکھا دیں۔

تعلیم حکمت: اور تعلیم حکمت بھی۔ حکیم ودانا بن کر اپنی دانائی وحکمت کی باتیں لوگوں کو سکھا دیں۔

یوں بہترین استاد اور بہترین منہج نے اعلی اخلاق اور بہترین کردار کی علمی شخصیات معاشرے کو دینا شروع کر دیں۔

☆......**آغاز:** اس کورس کا آغاز غار حراء میں وحی کے لفظ اقرا سے ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے غار حراء چھوڑ دی۔ کیونکہ اس وحی کا کام وشعار اب تعلیم وتعلم تھا جو غاروں، کھوہوں یا خوبصورت ہالوں کے مراقبہ میں بیٹھ کر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بلکہ علم وجہالت کے مابین معرکہ شروع ہو گیا۔ اس مشن کے احیاء اور اس کی تکمیل کے لئے ایسی سرگرمی ضروری تھی جو پلٹ کر کبھی غار میں نہ جانے دیتی یا کسی قسم کی گوشہ نشینی کا تقاضا نہیں کرتی۔

☆......پہلی وحی میں قراءت، تعلیم وتعلم اور قلم وقرطاس کی نصیحت تھی جسے آپ ﷺ نے امی قوم میں اسے پھیلانے کا بیڑہ اٹھایا۔ سکھانے اور پڑھانے کا عمل شروع کر دیا۔ امت کو جاہل رکھنا یا اپنے اردگرد جاہلوں کو اکٹھا کرنا آپ ﷺ کا منشور نہیں تھا۔ اپنی تیئس سالہ جدوجہد میں یہ ثابت کر دکھایا کہ یہی کورس ہی دینی، دنیاوی اور سیاسی ترقی کے لئے انتہائی کامیاب ہے۔

☆......**مکہ مکرمہ** میں باوجود جاہلی مخالفت کے آپ ﷺ ایک چلتا پھرتا متحرک ادارہ (virtual University) بن گئے۔ دار ارقم مثالی درس گاہ بن گیا۔ اور مجالسِ حرم، زائرین حرم سے ملاقاتوں کا ذریعہ بن گئیں۔ سالانہ میلے بھی جزیرۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العرب میں آوازِ حق پہنچانے میں معاون ثابت ہوئے۔ موسم حج نے آپ ﷺ کا شہرہ اور سچا پیغام بھی کونے کونے تک پہنچا دیا۔ ہر مقام پر تعلیم و تعلم اور ابلاغ کی تحریک شروع ہوگئی۔ ضمیر جھنجھوڑے، سوچ بدلی اور صحیح علم کے حصول کا جذبہ روحوں میں تازہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے رب کی وحدانیت وسچا معبود ہونا تسلیم کرایا اور مخلوق کی بے بسی اور بے اختیاری کو بھی منوایا۔

☆...... کچھ طلبہ جب اس علم سے مالا مال ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں دیگر علاقوں میں تعلیم دینے کے لئے بھیجا۔ کچھ کو گھرانے کی تعلیم پر مقرر کیا۔ مصعبؓ بن عمیر کو خصوصی طور پر قرآن وحدیث کی تعلیم دینے کیلئے یثرب بھیجا۔ خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو قراءت قرآن سکھانے کے لئے مقرر ہوئے۔ اس علمی اور تعلیمی تحریک نے ہر چھوٹے بڑے کو زندگی کا شعور اور مقصد سمجھایا۔ جس سے انتخاب اور عمل میں خود بخود نکھار آ گیا۔ آپ ﷺ کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ یہ دعا کرتے رہا کیجئے: ﴿رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ میرے مولیٰ! میرا علم بڑھا۔

☆...... **مدینہ منورہ** آپ ﷺ کی آمد کے بعد علمی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا۔ انصار نے مہاجرین کے ساتھ اپنے علمی سفر کو طے کرنا شروع کیا۔ مدینہ آتے ہی زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہود کی زبان سیکھو۔ مسجدِ نبوی تعلیم حدیث کا ایک ممتاز مرکز ومدرسہ بن گئی۔ آپ ﷺ کے وقتاً فوقتاً دیئے گئے لیکچرز وخطبات، قرآنی آیات کی وضاحت، سوالوں کے جواب، معاشی، معاشرتی اور سیاسی صورت حال کی اصلاح پر آپ ﷺ کے ارشادات انہی محافل کی رونق تھے۔ مختلف قبائل کے وفود آتے، دیہاتی وشہری ملتے، مسافر وقیدی آتے اور علم کے موتی سمیٹ جاتے۔ بدویوں کا اکھڑ اندازِ سوال اور جواباً آپ ﷺ کی حلیم وبردبار طبیعت ان کے دلوں کو موہ لیتی جس سے وہ مطمئن ہو کر آپ ﷺ کی اطاعت کی ٹھان لیتے۔

☆...... اپنی نگرانی میں صفہ ہوسٹل بھی بنایا جس میں نئے طلبہ کی رہائش اور کھانے پینے کا بندوبست ہوتا۔ ان کی اخلاقی ودینی تربیت میں جناب رسالت مآب ﷺ جہاں بنیادی کام کر رہے تھے وہاں آپ ﷺ کے تربیت یافتہ سینئر طلبہ بھی نئے آنے والوں کو مرحبا وخوش آمدید کہتے، ان کی بہتر تربیت میں رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ بٹاتے، ان سے مذاکرہ کرتے اور چھوٹے بڑے عمل کی نگرانی کرتے اور اصلاح بھی کرتے جاتے۔

☆...... علم سیکھنے اور سکھانے پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ابھارا۔ اس محنت میں نکھار کے لئے جبریل امین بھی انسانی صورت میں تشریف لائے اور آدابِ مجلس علم، اس کا انعقاد، صحیح علم اور اس کا صحیح استاد سے حصول جیسے طریقے سکھا گئے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح تیئس سال کے عرصہ میں سرزمین حجاز میں جہالت کی جگہ روشنی نے لے لی۔ آپ ﷺ نے علم وعلماء کے شرف اور بلند مرتبے سے آگاہ فرمایا۔ طلبہ کے اجرِ عظیم پر ابھارا اور ان کا خیال رکھنے اور ان سے بھلائی کرنے کی تاکید فرمائی۔

☆......آپ ﷺ کے طریقۂ تعلیم میں تدریجی پہلو بھی غالب رہا تاکہ اکتاہٹ ہو نہ جلد از جلد سیکھنے کی ہوس۔ دین کی تعلیم دیتے ہوئے عموماً ہمدردی وشفقت کے جذبات، ناگزیر حالات میں بھی آپ ﷺ پر حاوی رہے۔

☆......آپ ﷺ نے علم سکھانے کے مختلف انداز اپنائے۔ اسلوب بدلا، نت نئے موضوعات چھیڑے۔ عمل کیا اور کر کے دکھایا۔ طلبہ کے مختلف رجحانات اور ذوق کا بھرپور اندازہ لگایا اور ان کا پورا خیال کیا۔ تعلیم وتعلم میں آسانی وتحقیق کا میدان بھی کھلا چھوڑا اور شدت وسختی سے اجتناب کیا بلکہ ہر سوال کا اطمینان بخش جواب دیا۔ طلبہ کی سرپرستی کی۔ سنت کی تعلیم ہر ایک کے لئے لازمی کردی۔

☆......قرآن کریم میں بنیادی تعلیم، عقیدہ توحید اپنانے اور اسوۂ رسول کی اطاعت کرنے کی ہے۔ شرک اور خرافات کی نفی اور آباء واکابر کی عقیدت ومحبت کا انکار ہے۔ اچھے اخلاق سے مزین باعمل اور باکردار شخصیت کا احیاء ہے جس کا بہترین نمونہ رسول معظم ﷺ کی ذات ہے۔ صحابہ کرام نے مدرسۂ رسول میں آکر اور قیام کر کے دنیا وآخرت کی سعادتیں سمیٹیں اور خود کو اس رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوشش کی جو شاید ہی ان کے بعد کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ علم سیکھنے کی نصیحت اور اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے مختلف انداز سے تلقین کی اور انہیں دعا دی جو اسی منہج کو پختہ تر کرنے کی فکر وتلقین ہے۔

تعلیم حدیث برائے خواتین:

خواتین کے لئے بھی علم کی مجالس منعقد ہوتیں۔ آپ ﷺ ان کی مجالس میں تشریف لے جا کر براہ راست انہیں علم سے مالا مال فرماتے۔ ان کے سوالوں کے جواب دیتے۔ حصول علم کے لئے آپ ﷺ نے نہ صرف خواتین کو ابھارا بلکہ انہیں نصیحت فرماتے کہ وہ اپنی سہیلیوں اور جوان بچیوں کو بھی ساتھ لے چلیں۔ مسجد بھی اس کا مرکز ہوتی اور عیدگاہ وخانۂ نبوی بھی۔ ذاتی مسائل ہوں یا عائلی۔ خطبات جمعہ وعیدین اور مختلف مواقع پر دئے گئے لیکچرز میں خواتین باقاعدہ شریک ہوتیں۔ مسائل کے حل کے لئے بسا اوقات خواتین آپ ﷺ کے گھر بھی حاضر ہوتیں اور آپ ﷺ سے براہ راست علم سیکھ کر فیض یاب ہوتیں۔ انصار خواتین کے شوقِ علم نے اسلام کا مستقبل روشن بنا دیا۔ اس لئے کہ علم سیکھنے میں وہ حیا کو آڑ نہ بناتیں۔ خانۂ نبوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کتاب وحکمت کی دولتِ علم سے مالا مال ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ ازواج مطہرات کو مخصوص مسائل اور دیگر حقائق سے آگاہ فرماتے۔ مزاح میں بھی تعلیم فرمادیا کرتے اور بعض اہم مواقع پر ان سے مشورہ بھی فرماتے۔

☆......امہات المؤمنین اور دیگر مسلم خواتین نے علم کی نشر واشاعت میں جو کردار ادا کیا وہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر امہات المؤمنین میں صرف سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے علمی، فقہی اور حدیثی مسائل کو اکٹھا کیا جائے تو ہر ایک کی ایک مکمل جلد مرتب ہو جائے۔

نشری ذرائع: تعلیم حدیث کے لئے آپ ﷺ نے موجود وسائل کا بھی بھرپور استعمال فرمایا جو مختلف مقامات واوقات میں افراد وگروہوں سے ملاقاتوں اور مجالس تعلیم وارشاد پر مبنی تھے۔ مثلاً:

☆......واقعات وحوادث جو صحابہ کرام کو پیش آتے وہ فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو آگاہ کرتے اور حل چاہتے۔ آپ ﷺ بھی نئے حوادث وواقعات سے صحابہ کرام کو ہمہ وقت آگاہ رکھتے۔ بچے اور جوان بھی مستفید ہوتے۔ یہ سلسلہ سفر وحضر میں بھی جاری رہتا۔ غیر مسلم بھی آپ ﷺ کے اس طریقہ تعلیم سے متأثر ہو کر اسلام قبول کرتے۔

☆ ......آپ ﷺ کی اپنی ذاتی سرگرمیاں بھی ہر وقت آپ کی احادیث کو پھیلانے کا سبب تھیں۔ لوگوں میں اسلام کا مزاج اور اس کا نیا نظام متعارف کرانا بہت مشکل کام تھا۔ آپ ﷺ نے یہ سب کچھ بڑی سادگی سے کیا جس نے ہر ایک میں شوق ودلچسپی پیدا کردی۔ دل کو بھاتی تعلیمِ رسول نے ہر ایک کے ذہن کو بدلنا شروع کیا اور حدیثِ رسول پر عمل باعث فخر سرمایہ حیات بن گیا۔ صحابۂ رسول نے ذاتی مصروفیات ترک کر کے حدیث کو نہ صرف آپ ﷺ کی محفلوں میں آکر سنا اور یاد کیا بلکہ اسے ہر لحہ وہر جگہ قول وعمل سے بھی عام کیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد بالخصوص اور فتح مکہ کے بعد بالعموم حدیث کی نشر واشاعت کے دروازے ہر ایک کے لئے کھل گئے جس نے معاشرے پر گہرے اثرات ڈالے۔ آپ ﷺ کی تعلیم نے یہودی وعیسائی لوگوں کو سچائی اپنانے کا درس دیا اور تحریف وتبدیلی کی روش سے باز رہنے اور حق کو اپنانے کی نصیحت بھی کی۔

☆......آپ ﷺ نے قاصدوں (Messengers) کو خط دے کر مختلف علاقوں میں روانہ فرمایا۔ گورنرز مقرر کئے انہیں شرعی اور قانونی مسائل سمجھائے، لکھ کر دئے اور انہی کی نشر واشاعت اور نفاذ کی تاکید فرمائی۔ نماز کے مسائل ہوں یا حج کرنے کے مراحل یا کوئی فوجی مہم ہو ان کے بارے میں واضح ہدایات دیں۔ آپ ﷺ نے اپنی اصلاحی تعلیمات میں ایک لحہ یا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع ضائع نہیں جانے دیا۔ اپنے فیصلے کے بارے میں علانیہ فرماتے یہ سب کتاب اللہ اور مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ کے عین مطابق ہے۔ بدر کے قیدیوں کا فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ وفود کی آمد پر انہیں مرحبا کہتے اور تعلیم دے کر جب رخصت فرماتے تو تاکید کرتے: اَخْبِرُوْهُنَّ مَنْ وَرَائَكُمْ۔ جو تمہارے علاقوں والے ہیں انہیں بھی اس سے آگاہ کرو۔ فتح مکہ اور حجۃ الوداع جیسے عظیم مواقع پر لوگوں کے اجتماع کو بھی آپ ﷺ نے خلق عظیم کی تعلیم دی، دلوں کو جیتا اور تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار افراد کو مناسک حج سکھائے۔ پھر انہیں یہی مشن دے کر رخصت کیا۔ یہی وہ وسائل تھے جو اشاعت سنت کا سبب بنے اور جنہیں آپ ﷺ نے استعمال کیا۔ نتیجۃً اس ایمانی غذا سے ایک نمایاں اسلامی کلچر ظہور پذیر ہو گیا۔

☆......ان تعلیمات کا احاطہ کرنا تو بہت مشکل ہے مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے قول وعمل سے مستقبل کے انسانوں کو وہ سب کچھ عطا کر دیا جن کی انہیں ضرورت تھی۔ محدثین نے ان تعلیمات کے ابلاغ میں بہت احتیاط برتی۔ سیرت نگاروں نے بھی زندگی کا کوئی پہلو ترک نہیں کیا۔ سنت کا قابل قدر ذخیرہ اس وقت ہمارے پاس محفوظ ہے جو اصلاح احوال کے لئے کافی ہے۔ کتب سیرت اور احادیث مزید معلومات دیتی ہیں۔

☆......جس رسول نے الٰہی تعلیمات کو اپنی تمام تر سرگرمیوں میں اور ہر موقع ومحل پر اپنے قول وعمل کے ذریعے دن رات عام کیا ہو اور حاضر لوگوں کے اطمینان قلب کے لئے ہر ممکنہ سوال کا جواب دیا ہو جس سے لوگوں کے حالت دل اور کیفیت عمل میں انقلاب آ گیا ہو اور جس کے پیروکاروں کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت اور رضی اللہ عنہم کا خطاب بھی ملا ہو۔ کیا وہ رسول یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی یہ تعلیمات مستقبل کی نسلوں کے لئے بھی نجات کا ذریعہ بنیں؟ اور کیا لوگ اس خاموش اخلاقی اور دینی انقلاب کو جان کر خواہش نہیں کریں کہ کاش یہ انقلاب ہماری زندگی میں بھی برپا ہو سکتا؟ یقیناً آپ ﷺ یہی چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی تھا اور ہر مسلمان آج بھی دل سے اس کا خواہاں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ نے اگلی نسلوں کو مستفید ہونے کے لئے یہ تین ہدایات دیں۔

۱......**سنو اور عمل کرو:** صحابۂ رسول، علم نبوی کے قدردان تھے۔ آپ ﷺ کی صحبت کے اثر نے انہیں آپ ﷺ کا صحابی بنا دیا۔ سنتے تو بھرپور توجہ سے۔ دیکھتے تو اپنی بصیرت کو جگاتے اور اپنی آنکھوں کو منور کرتے۔ پھر سب کچھ اپنی روح میں سمو لیتے۔ رسول محترم کا ہر قول ان کے دل پر گہرا اثر چھوڑتا۔ آپ ﷺ کا ہر عمل ان کے لئے قابل رشک بن جاتا۔ ان صحابہ نے آپ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلا ہر لفظ، اس کا فہم اور اس کی مناسبت اور موقع سبھی کو ضبط کیا۔ انہیں یقین تھا کہ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی شاگردی پر نازاں تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ آپ ﷺ جسد وروح سمیت وحی پر عمل کر رہے ہیں اس لئے انہوں نے آپ ﷺ کی اقتداء کو باعث نجات جانا۔ انہیں احساس تھا کہ آپ ہی سید وسرور دو عالم ہیں اس لئے آپ ﷺ کی سیرت رسول کا کوئی پہلو ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

☆......آپ پر ان کا ایمان، اللہ کی محبت کے بعد ہر شے سے زیادہ محبوب تھا اس لئے آپ ﷺ سے بھرپور مستفید ہونے کے لئے انہوں نے اپنی ہر حیثیت کو ختم کر دیا تھا۔ عقیدت ومحبت نے انہیں جوش وہوش کی حد تک آپ ﷺ کی ہر ادا کا شیدائی بنا دیا تھا۔ قرآن نے اس جوش اور اخلاص پر مزید قابو کیا اور انہیں ویسا ہی بنا کے رکھا جیسا کہ اللہ کو مطلوب تھا۔

☆...... وہ حدیث کے چاہنے والے بن گئے۔ وہ آپ ﷺ کی مجالس میں شرکت کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے۔ اطاعت واتباع رسول کی مسلسل تاکید نے انہیں چوکنا کر دیا تھا کہ کوئی عمل آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر نہ ہونے پائے۔ یہی محبت انہیں آپ ﷺ کی محافل میں کھینچ لاتی۔ مقامی منافقین سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا کیونکہ انہیں حدیث سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی وہ تو ویسے ہی غصے میں جلے بھنے رہتے تھے۔ صحابہ باہم معاہدہ کرتے کہ ایک دن تم رسول اللہ ﷺ کے مجلس میں گذارو اور جو کچھ دیکھو یا سنو وہ مجھے بتاؤ۔ یہی کام اگلے دن میں خود کروں گا اور تمہیں بتاؤں گا۔ اسے تناوب کہتے ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِّي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا فَقَالَ:۔۔۔ مدینہ کے بالائی علاقے بنو امیہ بن زید کے محلہ میں، میں اور میرا ہمسایہ انصاری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے باری مقرر کرتے۔ ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں۔ جس روز میں آتا تو اسے وحی وغیرہ کی خبر لا سناتا اور جس دن وہ آتا تو وہ بھی ایسا کرتا۔ ایک روز میرا یہی ساتھی اپنی باری پہ تھا کہ واپس آ کر یکا یک اس نے میرا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا۔ اس نے کہا:۔ (صحیح بخاری:۸۹)

☆......یہی نسخہ آپ ﷺ نے امت کو دیا کہ دنیوی اور اخروی کامیابی اور نجات کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ آپ ﷺ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ادا اور ہر قول کو بغور سنا جائے اور پھر اس پر عمل کیا جائے۔ کیا ایسا کرنے سے واقعی وہ کامیاب ہو گئے؟ جس کا جواب یقیناً ہاں میں ہے کہ ان کی پسماندگی، غربت، افلاس اور جہالت، علم، ترقی اور فتوحات میں بدل گئی۔ امت آج انہی تعلیمات کی ضرورتمند ہے جو انہیں تہذیبی، اقتصادی اور فوجی اعتبار سے دنیا کی بہترین قوم بنا سکتی ہیں۔

☆......خلافت راشدہ ہو یا بنوامیہ کی خلافت اور اندلس میں ان کا آٹھ سو سالہ اقتدار ہو یا خلافت بنوعباس ہو یا خلافت عثمانی یا سرزمین ہند پر مسلم اقلیت کا ہزار سالہ اقتدار بس **سنو اور اس پر عمل کرو** کے واضح نتائج تھے۔

۲......کتابت حدیث:

☆......آپ ﷺ نے اپنی احادیث خود لکھوائیں۔ دنیا کی ہر اہم شخصیت کے حالات زندگی کی معلومات کو سرمایہ افتخار سمجھا جاتا ہے۔ اس شخصیت کی ذاتی زندگی کے نمایاں پہلو، اس دور کا معاشرہ اور تاریخی وعملی کام، یہ سب علمی دلچسپی سے خالی نہیں۔ قوم اپنے ان ہیروز کو جان کر اپنے ماضی پر فخر کرتی ہے۔ آپ ﷺ ایک ہیرو نہیں بلکہ رسول اللہ تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے اعمال، اخلاق اور کردار، زندگی میں کیے گئے تمام کام مسلمانوں کے لئے زندگی کا سرمایہ اور اخروی نجات کا سبب ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ ایسی شخصیت کے ایک لاکھ سے زائد شاگرد جن میں مرد وخواتین شامل ہوں وہ اس کے کسی عمل کو دیکھ کر یا کسی قول کو سن کر اسے محفوظ نہ کر سکیں اور دوسروں کو نہ بتا سکیں؟ آپ ﷺ کے سنہری اقوال کو ضبط کرنے کا شعور وادراک صحابہ کرام کو حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت حدیث کی طرف لے گیا تاکہ آپ ﷺ کے اقوال واعمال اور سیرت کو ضبط میں لا کر آنے والی نسلوں کو اس قائد، راہنما اور رسول نبی امی کی صحیح معلومات پہنچا دی جائیں۔

★......پہلی قومیں روایات سے نہیں بلکہ کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے یا اس کی معنوی ولفظی تبدیلی کی وجہ سے تباہ ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اسے اہمیت دیتے ہوئے اپنی احادیث کو بخوبی ضبط کرنے کی تاکید فرمائی۔ مدینہ منورہ میں آپ جونہی تشریف لائے۔ اردگرد کے قبائل اور بالخصوص یہود یثرب سے معاہدے ومواثیق کیے۔ کیا یہ سب روایات ہیں یا ان میں حکمران طبقے کے لئے کچھ گہرے اسباق بھی ہیں؟ یا کیا غیر مسلم ہم وطن یا ہمسایہ اقوام کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے کے اخلاقی اصول ہیں؟ آپ ﷺ نے اپنے نامزد گورنرز کو جو تحریری ہدایات دیں اور امورِ حکومت چلانے اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے راہنما اصول بتائے کیا یہ سب وقتی تھے؟ پڑھے لکھے نوجوانوں کے دل میں آپ ﷺ کی اترتی اور کردار کو سنوارتی باتوں کو ضبط تحریر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لانے کی خواہش کیا لایعنی تھی کہ جس کا شکار قریشی دانشور اور مدبر انسان کا نوجوان بیٹا ہوا۔ وہ تو اپنی آرزو کو یوں پورا کرتا ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُنْتُ اَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ اَسْمَعُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اُرِيْدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، وَقَالُوا: اَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا؟ فَاَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَوْمَا بِاَصْبَعِهِ اِلٰى فِيْهِ، فَقَالَ: اُكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ۔ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا لکھ لیا کرتا تھا تا کہ میں اسے حفظ کرلوں۔ مجھے قریش نے یہ کہہ کر روک دیا: کہ تم نبی ﷺ سے سنی ہر بات لکھ لیتے ہو جب کہ آپ ﷺ ایک بشر ہیں۔ غصے اور خوشی میں بھی بولتے ہیں؟ میں نے لکھنا بند کر دیا۔ اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر بھی کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے منہ مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: عبداللہ! لکھو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلا کرتا۔ (مسند احمد: ۶۵۱۰، ابوداؤد: ۳۶۴۶) والحدیث صحیح۔

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے عرض کی۔ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اِنِّي لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ اللہ کے رسول آپ بھی ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جی ہاں! مگر میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہا کرتا (مسند احمد)

☆...... یہ تفسیر آپ ﷺ نے آیت ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ کی روشنی میں ارشاد فرمائی۔ کیونکہ زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا وہ نطق ہوتا اور یہ نطق یا تو قرآن کریم کا تھا یا پھر حدیث رسول تھی۔ صحابہ رسول نے سمجھ لیا کہ رضا و غضب میں آپ ﷺ کی اتباع کے بارے میں ہمارا فرق کرنا درست نہیں۔ اس لئے اس بیان کی لاعلمی کی وجہ سے کچھ صحابہ آپ ﷺ کی باتوں کو نہ لکھنے کے قائل رہے مگر حدیث رسول روایت ضرور کرتے رہے۔ جبکہ ان کی اکثریت کتابت کی قائل رہی۔ بعض صحابہ منع حدیث کے حکم کو عارضی سمجھے مگر حفظ حدیث اور روایت حدیث سے کوئی باز نہیں رہا۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عمروؓ کے پاس ایک صحیفہ دیکھا اور اس کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے: یہ صحیفہ صادقہ ہے جس میں وہ احادیث ہیں جو میں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سنیں جبکہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی تیسرا نہ تھا۔ (تاویل مختلف الحدیث) اسی صحیفہ کی یہ حدیث جسے امام احمدؒ نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو قابیل نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے دریافت کیا کہ قسطنطنیہ پہلے فتح ہوگا یا روم؟ عبداللہ نے اپنا بند صندوق منگوایا جسے کھول کر ایک کتاب نکالی۔ پھر اس میں سے پڑھ کر بتایا: جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور احادیث لکھ رہے تھے تو آپ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ قسطنطنیہ پہلے فتح ہوگا یا روم؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرقل کا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا۔ مراد یہی قسطنطنیہ۔ (مسند احمد: ۱۷۶/۲، سنن الدارمی: ۱۲۶/۱، صحیح)

اس صحیفہ میں ہزار احادیث ہیں اور سبھی مسند احمد میں مروی ہیں۔ اس صحیفے کی مشہور روایت عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص کی سند سے ہے محدثین نے اس روایت پر اعتماد کر کے اسے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

☆...... قرآن کریم کی طرح آپ ﷺ ہی کے عہد میں حدیث بھی۔۔ جس میں احکام وسیر اور عقائد وسنن شامل ہیں۔۔ جمع ہونا شروع ہوگئی تھی۔ جس طریقے سے قرآن کو دو عہدوں میں جمع کیا گیا اسی طریقے سے حدیث رسول کو صحابہ وتابعین کے عہد میں جمع کیا گیا۔ جن صحابہ نے قرآن کی آیات اور سورتوں کو یاد کر کے، دوسروں سے پوچھ کر، سن کر اور خوب تلاش کر کے اسے لکھا اور جمع کیا، انہی صحابہ نے حدیث کو یاد کیا، دوسروں سے پوچھا اور خوب تلاش کر کے اسے بھی لکھا اور جمع کیا۔ حدیث کی مشہور چھ کتابوں (صحاح ستہ) میں اکثر احادیث وہی ہیں جو پہلی صدی میں لکھی گئیں۔ کچھ ایسی بھی ہیں جن کی سند میں آپ ﷺ اور جمع کرنے والے کے درمیان صرف ایک صحابی کا واسطہ ہے۔ جیسے صحیفہ ہمام بن منبہ جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (م: ۵۸ھ) سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں ۱۳۸ ایسی احادیث ہیں جو صحیحین میں اور مسند احمد بن حنبل میں زبانی روایت ہو کر آ چکی ہیں۔

☆...... جو لوگ قرآن کی نص اور قراءت روایت کرتے ہیں وہ اگر درست ہے تو انہی کی روایتِ حدیث بھی درست ہونی چاہئے۔ ان کے حافظہ پر تو جناب رسالت مآب ﷺ کو بھی اعتماد ہے۔ ہمیں کیوں نہیں؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں: اُكْتُبُوا لِأَبِيْ شَاهٍ ابو شاہ کو یہ خطبہ لکھ دو۔ جب کہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ رسول خطبہ فتح مکہ کے موقع پر قلم و دوات لئے نہیں کھڑے تھے اور نہ ہی کوئی ریکارڈنگ ہو رہی تھی۔ سنن نسائی (ص: ۲۷۷) میں ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَتَبَ اِلٰى اَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيْهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ وَبَعَثَ بِهٖ عَمْرَو بْنَ حَزْمٍ۔
آپ ﷺ نے اہل یمن کے لئے ایک کتاب لکھی جس میں فرائض، سنن اور دیات کی تفاصیل تھیں اور اسے آپ ﷺ نے عمرو بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حزم (گورنر یمن) کو بھیجا۔

صحابہ کرام اس صحیفہ کو مستند جانتے اور وقت ضرورت اس کی طرف رجوع کرتے تھے (سنن البیہقی: ۹۳/۸) امام ابن القیم رحمہ اللہ اس تحریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

هُوَ كِتَابٌ عَظِيمٌ،فِيهِ أَنْوَاعٌ كَثِيرَةٌ مِنَ الْفِقْهِ مِنَ الزَّكَاةِ وَالدِّيَاتِ،وَالْأَحْكَامِ،وَذِكْرِ الْكَبَائِرِ وَالطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ،وَأَحْكَامِ الصَّلٰوةِ،وَمَسِّ الصُّحُفِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ۔قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ:لَا شَكَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَهُ۔ یہ ایک عظیم کتاب ہے جس میں فقہی مسائل کی کثرت تھی۔ جیسے زکاۃ، دیات، کبائر، احکام، طلاق، عتاق، نماز، قرآن کو چھونے وغیرہ کے مسئلے تھے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں بلاشبہ آپ ﷺ نے ہی یہ کتاب لکھوائی تھی۔

☆ ......سنن اور مسند میں ہے:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُكَيْمٍ أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ۔ عبداللہ بن عکیم کہتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ کا ایک خط آیا جس میں یہ لکھا تھا: مردار کے کچے چمڑے سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ۔

☆ ......صحیح مسلم (ح: ۱۹۹۰) میں ہے:

كَتَبَ إِلَى أَهْلِ جُرَشٍ يَنْهَاهُمْ عَنْ خَلِيطِ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ۔ آپ ﷺ نے اہل جرش کو لکھا کہ وہ کھجور اور کشمش ملا کر مت بھگویا کریں۔

☆ ......سنن نسائی (۵۵۵۷) میں یہی حکم ہجر والوں کے لئے بھی لکھا ہوا ہے:

كَتَبَ إِلَى أَهْلِ هَجَرٍ أَنْ لَا تَخْلِطُوا الزَّبِيبَ وَالتَّمْرَ جَمِيعًا۔ اہل ہجر کو لکھا: کشمش اور کھجور دونوں کو ملا کر نہ بھگویا کریں۔

☆ ......کس قدر جھوٹ اور جہالت ہے کہ احادیث آپ ﷺ کی وفات کے ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں۔ بلکہ یہ بھی غلط ہے کہ احادیثِ رسول نوے یا سو برس تک زبانی روایت ہوتی رہیں۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جو (۱۰۱ھ) میں فوت ہوئے ہیں ان کے حکم سے تدوین حدیث کا کام جب شروع ہوا تو صحیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انہی کے خاندان کے پاس تھا جس میں صدقات اور زکاۃ کے احکام درج تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے: میں نے یہ صحیفہ خود پڑھا ہے۔ (موطأ امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک:۱۰۹)اس لئے ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ عہد نبوی میں احادیث کا سرمایہ ضبط تحریر میں آنا شروع ہو گیا تھا۔

۳......**حفظ**: آپ ﷺ کے شوق دلانے پر صحابہ رسول آپ ﷺ کی احادیث کو مکمل احتیاط سے سنتے، یاد کرتے اور ایک دوسرے کو سناتے۔ کیونکہ ان کے ہاں ابھی لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا۔ انہیں احادیث یاد کرنے کے لئے کہا گیا:

﴿وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا﴾ بلکہ انظرنا کہا کرو اور آپ کی بات کو غور سے سنو۔

انہیں دعائے رسول بھی تو لینا تھی:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا۔ اللہ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری احادیث کو بغور سنتا ہے اور انہیں اچھی طرح یاد کرتا ہے پھر انہیں آگے ویسے ہی ادا کرتا ہے جیسے اس نے سنی ہوتی ہیں۔

اس تاکید کو سن کر انہوں نے نہ صرف احادیث یاد کیں بلکہ انہیں ہمہ وقت آگے پھیلایا اور دوسروں کو آگاہ کیا۔ اِحْفَظُوْا، وَاَخْبِرُوْهُنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ۔ ان احادیث کو اچھی طرح یاد کرو اور جو تمہارے پیچھے قبیلہ کے افراد ہیں انہیں بھی ان سے باخبر کرو۔ انہوں نے قلم، کاغذ و کتب نہ ہونے کے باوجود اپنی قوت حافظہ سے کام لیا۔ آپ ﷺ سے حدیث اس طرح سیکھی جیسے قرآن سیکھا تھا۔ کیونکہ قرآن کے اسرار اور اس کی پوشیدہ باتوں کی صحیح پہچان آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس تھی اور وہ آپ ﷺ کی احادیث ہی تھیں جن میں عقائد، آداب، عبادات و معاملات، معاش و معاشرت وغیرہ کی تعلیم ہوتی اور وہ یاد رکھتے۔

☆...... جہاں وہ ہزاروں اشعار، ضرب الامثال اور واقعات کے حافظ تھے، گھوڑوں، اونٹوں اور خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب تک ان کی نوک زبان پر ہوتے وہاں حدیث رسول اور تعلیمات رسول کو ازبر کرنا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لاعلمی کی صورت میں آپ ﷺ ہی سے رجوع کر لیتے۔ فیصلہ جات میں آپ ﷺ ہی کی طرف پلٹتے اور آپ ﷺ کے طے شدہ فیصلوں سے ایک دوسرے کو آگاہ کرتے۔ اس طرح حدیث انہیں حفظ اور عمل دونوں اعتبار سے یاد رہتی۔

دور نبوی اور تیزی سے بدلتی سیاسی صورت حال

ا۔ **اسلامی حکومت کا مدینہ منورہ میں قیام**: جب آپ ﷺ صحابہ سمیت مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کو حکومت کے قیام اور مخالفین سے نبرد آزما ہونے کے لئے بہت سا وقت اور طاقتور فوج کی ضرورت تھی۔ ان حالات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قرآن وحدیث کی تدوین کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لئے کہ آپ ﷺ اہل ایمان کے درمیان تھے اور وحی سے انہیں اس بڑے مقصد کے لئے تیار کررہے تھے تا کہ یہ بھی تعلیم وتدوین حدیث کا حصہ بن جائے۔

ب۔ **جہاد میں مصروفیت اوردین اسلام کی اشاعت:** یہ جہاد اصل میں قرآن پر عمل کرنے اور آپ کے احکامات اور ارشادات کو روبہ عمل لانے کا نام تھا۔ جن گروہوں نے آپ ﷺ اور مسلمانوں سے قتال کیا وہ درج ذیل تھے:

مشرک: جن کے سرغنہ مکہ کے قریش تھے جنہوں نے بارہا مسلمانوں کی طاقت کو توڑنے کی سرتوڑ کوشش کی کہ کسی طرح یہ سر نہ اٹھا سکیں۔ وہ کئی بار آپ ﷺ پر یلغار کرنے مدینہ آئے۔ جس کے لئے مسلمانوں کو بڑا مال اور قیمتی جانیں تک قربان کرنا پڑیں یکے بعد دیگرے تین معرکے بدر واحد اور خندق ہوئے۔

یہود: اہل اسلام کے انتہائی خطرناک دشمن جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما بھی دیا: ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا . .﴾ ان کے اور اہل ایمان کے درمیان متعدد معرکے ہوئے جن کا سبب ان کی خائن، غدار اور عہد کو توڑنے والی فطرت تھی۔ ان سے اہم ترین معرکہ غزوہ بنوقریظہ تھا۔ (المائدہ)

نصاریٰ: آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری زمانہ میں ان سے معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ جو آئے دن نیا رخ اختیار کرتی اور بڑھتی گئی اور یہ روم کی سپر پاورز سے ٹکر تھی۔ اہل اسلام کی ان سے مڈبھیڑ ہوئی اس وقت رومی عیسائی تھے۔ ان لڑائیوں میں مسلمان مجاہدین نے کلمہ اسلام کی سربلندی کے لئے سب کچھ کیا جس کے دوررس اثرات تھے۔ نفوس مسلمین میں یہ جذبہ اجاگر ہوا کہ وہ اب دشمنوں کے آنگن میں گھس کر بھی اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ سکتے ہیں۔

ج۔ آپ ﷺ کے عہد میں ہی بڑی اہم سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن میں:

فتح مکہ: جس کے سبب بے شمار عرب حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ (النصر:۱)

ان اسباب کے باوجود صحابہ کرام نے کتابت کو کلی طور پر ترک نہیں کیا بلکہ تدوین اور کتابت حدیث میں ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفرادی کوششیں جاری رہیں جیسا کہ صحابہ کرام کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے یہ سبب بھی بتایا ہے کہ انہیں اولاً تو قوی حافظے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں تھی دوم یہ کہ وہ فن کتابت سے آشنا نہیں تھے۔

د. **خلفاء راشدین کا عہد**: اس عہد میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

حروب ردہ: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بڑے خطرناک حالات نفاق کی صورت میں ابھرے۔ مدینہ کے اردگرد متعدد قبائل نے ارتداد کا اعلان کر دیا۔ کچھ زکوۃ دینے سے انکاری ہو گئے اور نماز جمعہ کے لئے صرف مکہ و مدینہ باقی رہ گئے۔ لوگ جب سمجھانے سے دین میں واپس پلٹے تو جواثا نام کی پہلی بستی تھی جس میں جمعہ کی ابتداء ہوئی۔

لشکر اسامہؓ رومیوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھا مگر رسول اکرم ﷺ فوت ہو گئے۔ کچھ نے مشورہ دیا کہ اب لشکر کی روانگی روک دی جائے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے اس رائے کو قبول نہ کیا بلکہ پختہ عزم سے یہ بات کہی کہ نہیں لشکر جائے گا تا کہ مرتد و منکرین زکوۃ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان اب کمزور ہو گئے ہیں یا ان کی تعداد اب گنی چنی باقی رہ گئی ہے۔ اس لئے یہ لشکر جس علاقے سے بھی گذرا اس کا مرعوب کن منظر ہر عرب بستی کے بڑوں کو یہ کہنے پر مجبور کرتا گیا:

اگر مسلمانوں کے پاس طاقت نہ ہوتی یا عددی قوت کم ہوتی تو وہ کبھی بھی اپنے لشکر کو روانہ نہ کرتے۔

سیدنا ابوبکرؓ نے اس موقع پر اپنا یہ ارشاد فرمایا جو بعد میں مشہور ہو گیا: وَاللّٰهِ لَا اُحِلُّ عُقْدَةً عَقَدَهَا الرَّسُوْلُ ﷺ وَلَو اَنَّ الطَّيْرَ تَخْطَفُنَا وَالسِّبَاعُ مِنْ حَوْلِ الْمَدِيْنَةِ، وَلَوْ اَنَّ الْكِلَابَ جَرَتْ بِاَرْجُلِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَاُجَهِّزَنَّ جَيْشَ اُسَامَةَ۔ بخدا میں اس بندھ کو نہیں کھول سکتا جسے رسول محترم نے باندھا خواہ پرندے ہمیں نوچ لیں اور درندے ہمیں مدینہ کے اردگرد سے آ کر پھاڑ دیں اور اگر کتے بھی امہات المؤمنین کے پاؤں پر دوڑنے لگیں میں لشکر اسامہ کو بھیج کے رہوں گا۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۳۰۸/۶)

اس اسلامی تحریک نے ابھی تیئیس سال ہی گذارے تھے کہ جہاں اس نے کامیابی کی انتہاؤں کو چھوا وہاں اسے یہ دن بھی دیکھنا پڑے کہ رسول محترم کی وفات کے بعد لوگ مرتد ہونا شروع ہوئے!!! مگر یہ تو خس کم جہاں پاک والا معاملہ تھا۔ اس لئے یہ فلسفہ کہ قوموں کے عروج کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں غلط ہے اصل بات یہ ہے کہ مقصد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لگن اور اس پر ایمان کتنا پختہ ہے؟ یہی جذبہ اگر تازہ رہے تو قوم زندہ رہتی ہے ورنہ صدیاں نہیں بلکہ چند مہینوں اور سالوں میں قومیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صحابہ کرام کو بھی اسلام قبول کئے ابھی عرصہ گذرا نہ تھا وہ تو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے شرارت اور بدی سے باز رہے مگر ان کے مابین غلط فہمی پیدا کرنے اور انہیں آپس میں لڑوانے میں شیطانی اور ابلیسی قوتوں نے جو چالیں چلیں انہیں بھی صحابہ کرام نے ایمانی جذبہ سے ہی ہی ختم کیا۔ وفات نبوی کے بعد اسلام اب نئے سرے سے اپنے آپ کو متعارف کرا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرض نبھایا اب امت کے ان مقدس نفوس پر اس کی ذمہ داری آ گئی تھی کہ وہ بھی اس کی اشاعت میں اپنی صلاحیتوں اور قربانیوں کا حصہ ڈالیں چنانچہ صحابہ کرام نے اپنا حصہ ایمانی جوش و جذبہ سے ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت ایک بار پھر جناب صدیق اکبرؓ کے پختہ عزم سے کی اور صحابہ کرام نے ان کی اس رائے کو نہ صرف قبول کیا بلکہ دل و جان سے مانا۔

فتوحات کی کثرت اور اسلامی حکومت کا پھیلاؤ: سیدنا ابوبکرؓ کے عہد کے بعد اسلامی سلطنت کی حدود مشرق و مغرب کی طرف پھیل گئیں اور مسلمانوں نے وقت کی دو سپر پاورز کو شکست سے دوچار کر کے اپنی سیاسی، عسکری اور اقتصادی برتری ثابت کر دی۔ اسی زمانہ کی عظیم ترین فتوحات میں بیت المقدس کی فتح بھی تھی۔

فتنوں کا آغاز اور تفرقہ کے بیج: یہ فتنے شہادت فاروق اعظمؓ کے فوراً بعد ہی شروع ہو گئے۔ جو رسول محترم کی پیشین گوئی کے عین مطابق تھے۔ صحیح بخاری میں (۷۰۹۶) اور صحیح مسلم میں (۲۳۱) دروازہ ٹوٹنے اور کبھی نہ بند ہونے کا اشارہ شہادت فاروق اعظمؓ اور فتنوں کے کھل جانے ہی کا تو ہے۔ شہادت ذوالنورینؓ بھی فتنہ تھی اور بہت سے فتنے بعد میں بھی اٹھے جن میں سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین لڑائی بھی تھی۔ اسی عرصہ میں فرقہ واریت کی بنیادیں پڑ چکی تھیں جیسے رافضہ، خوارج اور قدریہ کے فتنے۔ جو دراصل اہل اسلام میں دشمنوں کی دسیسہ کاری تھی۔ بدعت رافضہ کی بنیاد عبداللہ بن سبأ یہودی نے رکھی جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا۔

نوٹ: **رافضہ:** یہ غالی شیعہ تھے جو سیدنا علیؓ اور اہل بیت کے بارے میں غلو کا شکار ہوئے۔ سوائے چند صحابہ کے باقی کی انہوں نے تکفیر کی۔ ان کا نام رافضہ اس لئے پڑا کہ انہوں نے سیدنا زید بن علی بن الحسینؒ سے مطالبہ کیا کہ وہ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ سے براءت کا اظہار کریں انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جس پر ان حضرات نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا انکار کر دیا۔ سیدنا زید نے انہیں فرمایا: رَفَضْتُمُوْنِیْ؟ تم نے میرا انکار کر دیا۔ اس وجہ سے انہیں رافضہ کہا گیا۔ یہ امامیہ بھی کہلاتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ امامت سیدنا علیؓ، رسول اللہ ﷺ سے نصا ثابت ہے ورنہ وہ اس سے پہلے خشبیہ کہلاتے تھے۔ (مقالات الاسلامیین از اشعری: ۸۸/۱ اور الملل والنحل از شہرستانی: ۱۶۲/۱)

خوارج: سیدنا علیؓ کے خلاف ہو گئے ان کے خیال کے مطابق سیدنا علیؓ قرآن کو چھوڑ کر حکمین کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تھے جو کبیرہ گناہ تھا اور اس کا مرتکب مسلمان نہیں رہتا۔ اس لئے انہوں نے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم اور جو بھی اس فیصلہ پر راضی ہوا سبھی کی تکفیر کر ڈالی۔ وہ کہا کرتے: مرتکب کبیرہ کافر ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا۔ ان کے مشہور فرقوں میں ازارقہ اور اباضیہ ہیں۔ (مقالات الاسلامیین: ۱۶۷/۱)

قدریہ: یہ وہ فرقہ باز ہیں جو کہا کرتے کہ دنیا کا ہر معاملہ جب ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوتا ہے ورنہ اسے پہلے معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح کوئی اچھا کرے یا برا۔ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ ایسے قدریہ کی تکفیر پر ائمہ سلف کا اجماع تھا۔ ایسے خیالات کی ابتداء سوسن نامی عراقی مجوسی نے کی جس سے معبد الجہنی متأثر ہوا اور پھر غیلان دمشقی کے ذریعے یہ بدخیالی پھیلی۔ مگر یہ مذہب وقت کے ساتھ اپنی موت آپ ہی مر گیا۔ (شفاء العلیل از ابن القیم: ۶۱)

ان فرقوں کے ہیروز اور صحابہ رسول کے درمیان بہت سے مکالمے بھی ہوئے جن میں ایک دوسرے کے دلائل معلوم و معروف ہیں۔ کتب السنۃ میں بہت سی صحیح اسانید سے سیدنا ابن عباس اور خوارج کے مابین مکالمہ کی تفاصیل ملتی ہیں اور سیدنا ابن عمرؓ، جابر، ابوہریرہ، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم کی قدریہ کے بارے میں تنبیہات بھی۔

باقاعدہ احادیث کی تدوین کیوں نہ ہوسکی؟ اس کے متعدد اسباب تھے:

۱۔ دور نبوت دینی اعتبار سے بہت ممتاز دور ہے۔ اس دور میں دو بڑے اہداف حاصل کرنا تھے جن کا تذکرہ ہم اوپر کر چکے ہیں۔ ان کے لئے رسول محترم ﷺ نے بہت وقت لگایا اور خوب محنت کی اور اسی پیہم عمل نے بعد میں تکمیل و تدوین حدیث کی راہ ہموار کی۔

۲۔ صحابہ و تابعین کی معمولی تعداد اس خیال پر کتابتِ حدیث سے محترز رہی کہ کہیں یہ ہمارے حفظ کو متاثر نہ کر دے یا یہ مقدس مکتوب علم کسی نااہل کے پاس نہ چلا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ابتداء میں صحابہ کرام کی ایک جماعت واقعتاً کتابتِ حدیث کو ناپسند کرتی رہی مگر جب احساس ہوا کہ پیغامبری کا حق اس سے بھی ادا ہوتا ہے تو بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا جو ان کی پسندیدگی کا اظہار تھا ان میں سیدنا ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ اور ابو سعید خدریؓ وغیرہ پیش پیش تھے۔

۴۔ بہت سے صحابہ و تابعین کرام کتابتِ حدیث کو معیوب نہیں سمجھتے تھے بلکہ خود انہوں نے احادیث لکھیں اور اپنے تلامذہ کو بھی لکھنے کا حکم دیتے۔ اس طرح یہ سلسلہ، کتب کی تصنیفات تک جا پہنچا۔

۵۔ پہلے تین خلفاء کا ذہن تو اسی طرف ہی لگا رہا آخر کار عہد عثمانی میں کتابت قرآن کا کام تکمیل کو پہنچا۔ رہے جناب سیدنا علیؓ اپنی خلافت کے دوران وہ اختلافات کو حل کرنے میں مصروف رہے اور ان کی شہادت کے بعد یہ سلسلہ مزید بڑھ گیا۔ اس لئے قدرتی طور پر کتابت حدیث کا جما ہوا خیال کسی کو نہ آیا۔

۶۔ پہلی صدی ہجری تک یہ سب کوششیں انفرادی سطح تک کی تھیں۔ ورنہ سیدنا عمرؓ کو بعض صحابہ کرام نے احادیث لکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ برابر ایک ماہ تک استخارہ کرتے رہے مگر ان کی رائے نہ بن سکی۔ وجہ یہی تھی کہ ابھی قرآن مجید کو اولیت دی جائے اور مصحف میں منتقل کیا جائے۔

۷۔ شاید اس عہد میں تدوین حدیث کا خیال اس لئے بھی نہ آسکا کہ ابھی ضرورت نہیں تھی۔ صحابہ کرام حیات تھے۔ حدیث یقینی طور پر موجود و متداول تھی۔ صحابہ کرام اسے تابعین کو روایت کرتے۔ مگر جونہی انہیں یہ محسوس ہوا کہ صحابہ فوت ہوتے جارہے ہیں کہیں علم حدیث ہی ختم نہ ہو جائے جو علماء کی وفات کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے تو پھر تدوین کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔

۸۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کچھ مسلمان اسے معیوب سمجھتے ہیں کہ خلفاء کی سرپرستی میں یہ کام کیوں ہوا؟ پھر اس کا جو جواب ہونا چاہئے اس پر بھی معترض ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کفر اگر حکومتی سرپرستی میں پھیلایا جاسکتا ہے تو قرآن یا حدیث کو باضابطہ طور پر کمیٹی کی سربراہی میں جمع کرانے میں کیا قباحت ہے؟ ہمارے قلم ان کے خلاف کیوں چلتے ہیں اور کفر کے خلاف کیوں سوکھتے ہیں۔ ہماری ایسی حالت کیوں ہے کہ اگر اللہ کے نیک بندے اس کام کو سرانجام دیں تو ہمیں اپنے پہلو پہ ہاتھ رکھنا پڑتا ہے کیوں؟ کیا عمر ثانی کی ذات، شخصیت، خلافت، اصول حکمرانی یا دیانت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داری پر کسی کو کوئی شک ہے؟ ہمیں یہ تکلیف کیوں نہیں ہوتی کہ یہ سب کچھ کفر کا پروپیگنڈہ ہے جس نے ہماری تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ ہمیں اجاڑا۔ اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ بنایا اور جس سے ہم اتنے متاثر ہیں کہ اپنے اس نیک خلیفہ کے اس نیک کام کو بھی معیوب سمجھ بیٹھے ہیں۔

★★★★★

سیدنا ابوسعیدؓ خدری کی روایت اور اس پر واویلا

★......کچھ لوگ حدیث لکھنے اور لکھانے کے تسلسل کو نہیں مانتے اور اس کے عدم جواز کے لئے سیدنا ابوسعید خدری کی روایت پیش کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے منع فرما دیا تھا تو پھر اسے کیوں لکھا گیا؟ ہم اتنا عرض کریں گے کہ سارے ذخیرۂ حدیث میں سے صرف ایک ہی حدیث پر آپ کی اتنی توجہ اور شور کیوں؟ احادیث کے انکار کے بعد اس حدیث کو ماننا چہ معنی دارد؟ اس ذخیرہ میں تو یہ بھی ہے کہ احادیث آپ ﷺ کے حکم پر لکھی گئیں۔ یہ بھی احادیث ہیں کہ بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے لکھنے کی اجازت مانگی تھی۔ اور بعض میں تو یہ تک ہے کہ ان کی تحریر کردہ احادیث سن کر آپ ﷺ نے تصویب فرمائی تھی۔ مان لیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا مگر کیا روایت حدیث سے بھی آپ ﷺ نے روکا تھا؟ کیا یہ علمی دیانت ہے کہ آدھی حدیث لے لی جائے اور آدھی ترک کر دی جائے؟ جس میں یہ ہے: حَدِّثُوا عَنِّیْ وَلَا حَرَجَ۔ مجھ سے حدیث بیان کر سکتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آخر یہ کون سا اصول ہے کہ آدھی حدیث کو اپنی مقصد برآری کے لئے حجت بنایا جائے؟ بلکہ ہمیں یہ بتایا جائے کہ قرآن کی نزولی ترتیب، موجودہ ترتیب کے خلاف کیوں ہے؟

★......امام بخاری رحمہ اللہ اور بعض دیگر محدثین اس حدیث کو مرفوع حدیث ہی نہیں مانتے وہ اسے معلول قرار دے کر ابو سعید خدریؓ کا قول قرار دیتے ہیں۔ غیر مرفوع ہونے کی وجہ سے انہوں نے اسے روایت ہی نہیں کیا۔

★...... کتابت کا حکم چونکہ بعد کا ہے اس لئے پہلا حکم منسوخ سمجھا جائے گا۔ ابوشاہ یمنیؓ، عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کی احادیث، اور سیدنا ابو ہریرہؓ کا مدینہ آنے کے بعد یہ کہنا: عبداللہ بن عمرو بن العاص لکھا کرتے تھے اور میں خود نہیں لکھتا تھا۔ ان اقوال سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نہ لکھنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ امام ابن قتیبہؒ اور شیخ احمد شاکرؒ دونوں کا یہ بھی استدلال ہے کہ سنت، سنت کو منسوخ کر دیتی ہے۔ (تقیید العلم از خطیب بغدادی: ۳۲، ۳۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

★......حدیث قرطاس کے یہ الفاظ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ تو خوب حجت بن گئے۔ اگرچہ آپ ﷺ اختلاف اور تنازعے کی وجہ سے لکھوا نہ سکے مگر آپ ﷺ نے یہ زبانی وصیت فرما دی: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ۔۔۔ مگر کیا یہ دونوں چیزیں کتابی صورت میں تھیں؟

آپ ﷺ نے خود کتابت حدیث سے منع فرمایا: سیدنا ابو سعید خدریؓ کی روایت یہ ہے:

لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ، فَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ۔ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ کوئی بھی قرآن کے علاوہ اور کچھ نہ لکھے جس نے بھی مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو تو اسے مٹا دے اور مجھ سے حدیث بیان کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔ (صحیح مسلم ح:۳۰۰۴)

آپ ﷺ نے کتابت قرآن کی اجازت دی اور کتابت حدیث سے منع فرمایا مگر روایت حدیث سے نہیں روکا بلکہ اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز مسند احمد میں یہی صحابی فرماتے ہیں: ہم جو کچھ بھی سنتے (خواہ وہ قرآن ہوتا یا حدیث) اسے لکھ لیتے۔ دیگر علماء اس حدیث میں علت کے قائل نہیں۔ اس لئے صحیح مسلم کی اس حدیث کو انہوں نے درست تسلیم کیا۔ امام بیہقیؒ، امام ابن الصلاحؒ اور دیگر ائمہ حدیث ایک وجہ یہ لکھتے ہیں:

لَعَلَّ النَّهْيَ عَنْ ذَلِكَ كَانَ حِينَ يُخَافُ الْتِبَاسُهُ بِالْقُرْآنِ، وَالْإِذْنُ فِيهِ حِينَ أَمِنَ ذَلِكَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ شاید حدیث لکھنے سے منع کرنے کی بات آپ ﷺ کی تب تھی جب قرآن کے ساتھ اس کے التباس کا ڈر تھا اور لکھنے کی اجازت اس وقت دی جب یہ خوف جاتا رہا۔ باقی اللہ اعلم۔ (المدخل: ۴۱۰، مقدمہ ابن الصلاح: ۱۶۰)

یعنی جب وحی قرآن کا نزول شروع ہوا تو اس وقت آپ ﷺ نے احتیاطاً ساری جدوجہد کتابت قرآن پر مرکوز کرنے کا حکم دیا تھا اور زبانی طور پر روایت حدیث سے منع نہیں فرمایا مگر جب قرآن کریم کی کتابت اور اس کی نزاکت کو بخوبی سمجھ لیا گیا اور قرآن وحدیث کے مابین تمیز ہونا شروع ہوگئی تو آپ ﷺ نے نہ صرف حدیث لکھنے کی اجازت دی بلکہ خود انہیں لکھوایا بھی۔ اگر حدیث لکھنا ہی منع ہوتا تو پھر آپ ﷺ خود اسے کیوں لکھواتے یا لکھنے کا حکم کیوں دیتے اور صحابہ کیوں لکھتے پھر لکھ کر آپ ﷺ کو کیوں سناتے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے خود احادیث لکھوائیں: جیسا کہ اوپر عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت گذر چکی ہے۔

☆...... پہلی حدیث میں روایت حدیث کی اجازت ہے جو ظاہر ہے صحابہ کرام کی علمی سمجھ بوجھ اور قرآن وحدیث میں امتیاز کا ایک ٹھیک اندازہ ہے جو جناب رسالت مآب ﷺ نے ان کے بارے میں لگایا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کا حافظہ مضبوط ہو اور وہ قابل اعتماد بھی ہو اسے آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تمہیں لکھنے کی کیا ضرورت۔ اس لئے کہ ایسے حضرات پھر حافظہ پر اعتماد کرنے کی بجائے کتابت کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔

☆...... یہ کہنا کہ قرآن کا سنت وحدیث سے خلط ملط ہونے کا آپ ﷺ کو خوف تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ درست نہیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام عربی زبان کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کے بارے میں ایسا سوچنا کہ وہ احادیث کو قرآن مجید سے خلط ملط کر دیں گے گویا انہیں عربی زبان اور فہم قرآن وحدیث سے عاری سمجھنا ہوگا جو ناانصافی ہوگی۔ ہاں اگر اس پہلو سے دیکھا جائے کہ کہیں یہ اوراق ایسے افراد کے ہاتھ نہ لگ جائیں جو قرآن اور حدیث میں فرق نہ کر سکیں تو ہوسکتا ہے وہ حدیث رسول کو بھی قرآن سمجھ بیٹھیں تو درست ہوگا۔ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے تَأوِیْلُ مُخْتَلَفِ الْحَدِیْثِ میں اس کا یہ جواب بھی دیا ہے:

اِنَّ هٰذَا فِیْ مَعْنَیَیْنِ: اَحَدُهُمَا: اَنْ یَکُوْنَ مِنْ مَنْسُوْخِ السُّنَّةِ بِالسُّنَّةِ، کَاَنَّهُ نَهٰی فِیْ اَوَّلِ الْاَمْرِ عَنْ اَنْ یُکْتَبَ قَوْلُهُ، ثُمَّ رَاٰی بَعْدُ۔ لَمَّا عَلِمَ اَنَّ السُّنَنَ تَکْثُرُ وَتَفُوْتُ الْحِفْظُ۔ اَنْ تُکْتَبَ وَتُقَیَّدَ۔ وَالْمَعْنَی الْاٰخَرُ: اَنْ یَکُوْنَ خَصَّ بِهٰذَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو لِاَنَّهُ کَانَ قَارِئًا لِلْکُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، وَیَکْتُبُ بِالسُّرْیَانِیَّةِ وَالْعَرَبِیَّةِ، وَکَانَ غَیْرُهُ مِنَ الصَّحَابَةِ اُمِّیِّیْنَ۔ فَلَمَّا خَشِیَ عَلَیْهِمُ الْغَلَطَ فِیْمَا یَکْتُبُوْنَ نَهَاهُمْ، وَلَمَّا اَمِنَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ذٰلِكَ اَذِنَ لَهُ۔ اس اختلاف کے دو معنی ہیں: پہلا معنی: یہ سنت، سنت کو منسوخ کر رہی ہے۔ وہ یوں کہ ابتداء میں آپ ﷺ نے اپنی احادیث لکھنے سے منع فرمایا پھر جب آپ نے یہ محسوس کیا کہ احادیث وسنن میں اضافہ ہو رہا ہے اور حفظ رہتا جا رہا ہے تو اجازت دے دی کہ وہ لکھی اور قید کر لی جائیں۔ دوسرا معنی: لکھنے کی اجازت صرف عبداللہ کیلئے تھی کیونکہ وہ قدیم کتب پڑھا کرتے اور سریانی وعربی میں لکھا بھی کرتے۔ دوسرے امی تھے ایک یادد ہی احادیث لکھا کرتے تھے۔ کوئی لکھتا بھی تو اس کی تحریر اتنی ناپختہ ہوتی کہ حروف تہجی بھی درست نہ ہوتے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس خدشہ کے پیش نظر لکھنے سے منع فرمایا اور عبداللہ کا خدشہ نہ ہونے کی بناء پر لکھنے کی اجازت دے دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں احادیث کا یہی درست مفہوم ہے۔اس لئے بعد میں حدیث کے لکھنے یا نہ لکھنے پر اختلاف باقی نہ رہا بلکہ اونچاس کے قریب صحابہ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے خود سنی ہوئی احادیث رسول کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کیا ہوا تھا۔اس عمل نے بتدریج تدوین حدیث کی راہ از خود نکالی۔کیونکہ مشہور ومعروف مفکرین کے اقوال، افعال اوران کی ذاتی زندگی کے اہم واقعات ضبط کرنا اوران پر مزید تحقیق کر کے ڈگریاں تقسیم کرنا آج کے تعلیمی اداروں میں ہی نہیں بلکہ قدیم سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔

☆......آپ ﷺ کی احادیث کیوں لکھی گئیں؟ اس سوال پر بحث ومباحثہ کرنا جہالت ہے مگر کیا ایک پڑھا لکھا انسان احادیث لکھنے یا لکھوانے کے دوررس نتائج وفوائد کا انکار کرسکتا ہے؟ جن الٰہی تعلیمات کو آپ ﷺ نے دن رات ایک کر کے اپنے قول وعمل کے ذریعے پھیلایا اور عام کیا اور صحابہ کرام کی زندگیاں بدل دیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ...﴾ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی راہنمائی کے لئے نکالی گئی ہو تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

معروف، سنت رسول ہے اور منکر طریقہ شیطان۔تو کیا صحابہ اس معروف کو پھیلانے کے لئے خاموش بیٹھ جاتے۔ آپ ﷺ نے ہر مسلمان کو یہ حکم دیا:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً۔ میری طرف سے خواہ ایک آیت بھی تمہارے پاس ہو اسے پہنچادو۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ جو حاضر ہے وہ غائب کو میری بات پہنچادے۔

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا۔ اللہ تعالیٰ اسے تروتازہ رکھے جو میری بات غور سے سنتا ہے پھر اسے بخوبی یاد کرتا ہے اور پھر وہ اسے آگے ویسے ہی پہنچاتا ہے جیسے اس نے سنا ہوتا ہے۔

اس لئے تھوڑا عرصہ کی چہ میگوئیوں کے بعد جو نتائج نکلے امام ابنؒ الصلاح ان پر لکھتے ہیں:

ثُمَّ إِنَّهُ زَالَ ذٰلِكَ الْخِلَافُ وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى تَسْوِيغِ ذٰلِكَ۔أَيِ الْكِتَابَةِ۔وَإِبَاحَتِهِ،وَلَوْلَا تَدْوِينُهُ فِي الْكُتُبِ لَدَرَسَ فِي الْأَعْصُرِ الْآخِيرَةِ۔ (مقدمۃ ابن الصلاح:۱۷۱) پھر یہ اختلاف جاتا رہا اور اہل علم متفق ہو گئے کہ کتابت حدیث جائز ہے اگر حدیث کی تدوین نہ ہوتی تو بلاشبہ آنے والے عصور میں یہ ختم ہو چکی ہوتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے یا خلفاء راشدین نے احادیث کیوں نہ لکھوائیں؟ لہٰذا بعد میں لکھی گئی احادیث نا قابل قبول ہیں؟

ہمارا ایک سوال ہے کہ قرآن کریم کو سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما نے کیوں لکھوایا جب کہ آپ ﷺ نے اسے کتابی شکل میں امت کو نہیں دیا تھا؟ ہم تو یہی عرض کریں گے کہ جب بھی موقع ملا انہوں نے ایک دوسرے کے حفظ پر اعتماد کر کے قرآن کریم بھی لکھا اور احادیث رسول بھی۔

کیا شیخین نے احادیث لکھنے سے سختی سے منع کر دیا تھا؟

☆......امام ذہبی رحمہ اللہ ابن ابی ملیکہ کی ایک مرسل روایت لکھتے ہیں:

> رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: تم احادیث بیان کرتے ہو تو اس میں اختلاف کرتے ہو۔ جب تمہارا حال یہ ہے تو بعد میں آنے والے اس سے زیادہ اختلاف کریں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم احادیث رسول بیان نہ کرو۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہو ہمارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے اس کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال جانو اور حرام کی ہوئی کو حرام۔

یہ روایت مرسل اور منقطع ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ خود امام ذہبیؒ اس روایت کے بارے فرماتے ہیں:

> سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ احادیث بیان کرتے وقت خوب تحقیق سے کام لیا جائے۔ حاشا وکلا! آپ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ عمل بالحدیث کا دروازہ بالکل بند کر دیں۔ ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب ان کے سامنے دادی کی وراثت کا مسئلہ پیش آیا اور انہیں یہ مسئلہ کتاب اللہ سے نہ ملا تو لوگوں سے انہوں نے پوچھا: کیا حدیث میں اس کا حل ہے؟ پھر جب ایک با اعتماد آدمی نے شہادت دی تو مزید تحقیق کے لئے دوسرے با اعتماد شخص سے شہادت لے کر دادی کے حق میں فیصلہ کر دیا اور خوارج کی طرح یہ نہیں کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو حدیث کو حجت سمجھتے تھے۔ سقیفہ بنو ساعدہ میں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوال ترکہ میں انہوں نے حدیث ہی سنا کر اختلاف کا خاتمہ کیا تھا۔

☆...... یہ بات بھی ان کی طرف منسوب ہے کہ ان کے پاس پانچ سو احادیث کا مجموعہ تھا جو بالآخر انہوں نے یہ کہہ کر جلا دیا: ممکن ہے میں نے ایسے لوگوں سے احادیث اس میں لی ہوں جنہیں میں امین سمجھتا ہوں اور مجھے ان پر اعتماد بھی ہے لیکن وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث صحیح بیان نہ کی ہوں۔اس طرح ان کے نقل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر آن پڑے گی۔(تذکرۃ الحفاظ)

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: لَا یَصِحُّ۔ یہ واقعہ ہی صحیح نہیں۔ابن حجرؒ اس اثر کی سند میں علی بن صالح راوی کو مستور کہتے ہیں۔(تقریب:۴۷۰۲)دوسرا راوی مفضل بن غسان ہے جو مجہول وغیر مقبول ہے۔(تاریخ دمشق:۶۵۰۷) تیسرا راوی موسیٰ بن عبداللہ ہے جس کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں:فیہ نظر۔جو ایک واضح جرح ہے۔یہ علمی خیانت ہوتی ہے کہ ایسی روایات کو ذکر کر کے مصنف کی رائے کو حذف کر دیا جائے اور صحیح روایات کو ترک کر کے ضعیف روایات سے لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔

★......دوسری طرف خلاصۃ التھذیب میں سیدنا ابوبکرؓ کی ایک سو بیالیس احادیث ایسی مذکور ہیں جو انہوں نے خود بھی سنیں اور دیگر صحابہ کے توسط سے بھی انہیں ملیں۔امام سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں ایک سو چار حدیثوں کا ذکر کیا ہے اور شاہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں ایک سو پچاس کا۔

★......باقی یہ ایک غلط منسوب بات ہے کہ انہوں نے کچھ احادیث کو نا قابل اعتبار سمجھ کر جلا دیا تھا۔امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس روایت کا راوی ابراہیم بن عمر مجہول (Unkown) سا ہے اور اسے مرسل قرار دیتے ہوئے یہ ریمارکس دیے ہیں فھذا لا یصح۔اس لئے یہ روایت صحیح نہیں۔مزید یہ کہ جناب صدیق اکبرؓ نے اپنے اس فعل کے بارے میں یہ جواز پیش کیا تھا وَلَمْ تَکُنْ کَمَا حَدَّثَنِیْ یعنی جو احادیث مجھے بیان کی گئی ہیں وہ واقعی ویسی نہ تھیں۔احتیاط و تورع کا تقاضا محض انہوں نے پورا کیا ہے کہ مشتبہ مجموعہ کو میں کیسے باقی رکھوں۔اس لئے نہیں جلایا تھا کہ خدانخواستہ وہ حدیث نبوی کے منکر تھے۔امام ذہبیؒ کی تصریح کے مطابق تو یہ واقعہ ہی صحیح نہیں ہے۔

★......اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت کہ قرظہ بن کعب کو عراق بھیجتے وقت انہوں نے احادیث میں اہل عراق کو الجھانے سے منع فرمایا اور قرآن سے غافل نہ کرنے کی تاکید فرمائی۔اس واقعہ سے یہ مراد لینا کہ حدیث حجت نہیں۔یہ معنوی تحریف ہے۔اسی طرح دیگر ضعیف واقعات ہیں جو ڈھٹائی سے تحریفی انداز میں بیان کئے جاتے ہیں مثلاً: صحابہ کا خوف کہ حدیث بیان کی تو درے پڑیں گے۔یا ابن مسعود، ابوالدرداء اور ابومسعود انصاری کو قید کر لیا تھا۔وغیرہ۔امام ذہبی رحمہ اللہ اور دیگر نقاد محدثین نے معاملہ اس کے برعکس بتایا ہے۔ابن مسعودؓ کو جناب فاروق اعظمؓ نے خود کوفہ تعلیم حدیث کے لئے روانہ کیا اور وہ وہیں رہے۔سیدنا ابوہریرہؓ جو بکثرت احادیث بیان کرتے تھے وہ مدینہ میں تھے۔اور آزاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ پھر بھی انہیں پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کی یہ سختی اس لئے تھی کہ لوگ قرآن سیکھنے اور اس کے معانی پر غور کرنے سے احتراز کرنے لگ جائیں گے نیز کہیں ایسی احادیث بیان نہ کرنے لگ جائیں جو آپ ﷺ نے بیان ہی نہیں فرمائی تھیں۔ چونکہ لوگ لکھتے نہیں تھے اس لئے بھول کا امکان تھا۔ (فتح الباری ۱۳/۲۴۴)۔ مگر کیا سیدنا عمرؓ احادیث سے کام نہیں لیتے تھے؟ اور کیا ان کے دور میں ان پر عمل نہیں ہوتا تھا؟ یقیناً حدیث رسول ﷺ ان کے دور میں اہم مصدر خلافت تھی۔

★...... یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کو فوری طور پر لکھا گیا اور حدیث رسول کو حفظ اور عمل کے حوالہ کیا گیا۔ یہ حفظ، حفظ کتابت اور حفظ صدر کا تھا اور اس پر عمل نے ہر نو مسلم کو ہر روز امید نو بہار کا پیام دیا۔ کیا حفاظت صرف حدیث کی کتابت سے ہو سکتی ہے؟ ان ہزاروں صحابہ وصحابیات کے عمل وکردار پر بھی نظر رہنی چاہئے جسے اہمیت دے کر اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنهم کا خطاب اس لئے دیا کہ وہ خود بھی رضوا عنہ کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ نیز ان کی یادداشت کو اپنی یادداشت کی مانندمت سمجھئے وہ تو کسی واقعہ یا بات کو لکھ کر اپنی ذہن میں رکھنا معیوب سمجھتے تھے۔ یا ان کے سماع حدیث کو خالہ و بھانجی کی ایک دوسرے ساتھ گفتگو پر قیاس نہ کیجئے۔ صحابہ اسے حافظہ کی کمزوری سمجھتے تھے اس لئے وہ کوئی بات اگر تحریر بھی کرتے تو اسے چھپا لیتے۔ احادیث کے ساتھ بھی بعض صحابہ نے یہی کچھ کیا۔ سیدنا ابو بکرؓ کی طرف منسوب یہ ضعیف قول کہ انہوں نے پانچ سو احادیث کو جلوا دیا تھا اس کے پیچھے یہی سبب تھا۔

★......ایسا کیوں نہ سوچا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے ان دونوں ماٰخذ (قرآن وحدیث) میں یہ اعجاز ظاہر کر دیا کہ ان میں سے ایک کو فصاحت و بلاغت کے درجہ علیا پر فائز کر کے مقصد، الفاظ اور اپنی ترتیب میں لاثانی بنا دیا جس کی مثال ونظیر پیش کرنا انسانی طاقت وسعت سے باہر ہے۔ اور آپ ﷺ کے صادق وامین ہونے کی دلیل یہ قرآن ہے۔

★......رہی حدیث وہ بھی قرآن کریم کی شرح وبیان ہونے کے لحاظ سے اپنے جلو میں تمام علوم وتعلیمات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ایسی تعلیمات کو اگر لکھا جاتا تو بھی وہ تحریف اور تبدیلی سے بچ نہیں سکتی جب تک اس کے بچنے کا الٰہی انتظام نہ ہو۔ قرآن مجید کی طرح نہ لکھنے کے باوجود اس کے خاطر خواہ حصے کا بچ جانا کیا معجزہ نہیں؟ اس عرصہ کی تاریخ میں کتنے حوادث پیش آئے، کتنے فتنے اٹھے اور کیسے فکری جھٹکے مسلمانوں کو دینے کی کوشش کی گئی مگر حدیث رسول کی حفاظت کے لئے متعدد اسباب کا مہیا کرنا۔ جن میں صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کی مبارک نسلیں شامل ہیں۔ ان کا شوق حفظ ہے، ان کی تعلیم وتعلم ہے، حدیث پر عمل کا ولولہ تازہ ہے، خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی یا حکومتی سطح پر، نیز اس کے لئے محدثین نے علمی سفر کئے ان کی مجالس ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلقات ہیں، ایک دوسرے کے حفظ کا امتحان ہے، کردار کی پرکھ ہے، تنقید و احتیاط ہے کیا یہ سب تائید غیبی کے بغیر ممکن ہے؟

امام ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جو یہ سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی احادیث منسوخ ہوگئی ہیں اور پھر ایسی نئی شریعت کو ایجاد کرتا ہے جو آپ ﷺ کے دور میں نہ تھی تو اس نے نہ صرف کفر کیا بلکہ شرک کرڈالا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو جھٹلا رہا ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا..﴾ آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تمام کردی اور اسلام کو بطور دین کے میں نے پسند کیا۔ (المائدہ:۳)

اسی طرح ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (آل عمران:۸۵) جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور شے کو دین بنایا اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

جو شے زمانہ رسالت میں کوئی بھی حکم رکھتی تھی مگر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کے تبدیل ہونے کا کوئی دعوی کرتا ہے تو ایسا شخص دراصل غیر اسلام کو اپنا دین بنانا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ تمام عبادات، احکام، محرمات، مباحات اور واجبات تھے جن کا عہد نبوی میں اسلام نام تھا اور جن پر اللہ تعالیٰ خوش تھے۔ بغیر دلیل اور نص کے ایسا شخص کاذب ہے، اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے، شریعت کا باغی ہے، ابلیس کے چیلوں میں سے ہے اور اللہ کی راہ سے روکنے والا ہے۔ (الاحکام:۲/۲۹۴)

☆☆☆☆☆

عمر بن ذر رحمہ اللہ نے اپنے والد محترم سے عرض کی:

ابا جان! کیا وجہ ہے کہ جب آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں تو

ان پر رقت و بکاء طاری ہوجاتی ہے؟ اور جب کوئی اور انہیں وعظ کرے تو لوگ روتے ہی نہیں؟

فرمانے لگے: بیٹا! ایک پریشان حال کا رونا ان جیسا نہیں ہوتا جو کرائے کے رونے والوں کا ہوا کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات رسول ﷺ کے بعد

حدیث اور اس پر عمل

☆...... آپ ﷺ کی وفات کے بعد نئے مسائل اور بے شمار سوالات اٹھ کھڑے ہوئے۔ صحابہ رسول کے پاس قرآن و سنت ہی اصل مصادر تھے اور ان کے حل اور جواب کے لئے علمی تبادلہ کرتے۔ قرآن پاک تو حفظ و کتابت میں محفوظ تھا جس سے استفادہ کی صورت ممکن تھی۔ مگر آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات اس اعتبار سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئے کہ اب آپ دنیا میں نہیں تھے کہ مسائل پیدا ہوں تو آپ ﷺ سے پوچھ لیا جائے۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کی حفاظت کا خیال صحابہ رسول کو آیا۔ یوں انہوں نے بیک وقت دو فریضے انجام دیئے۔ ایک سنت رسول کی پاسبانی کا اور دوسرا اپنی یادداشت میں اسے محفوظ کرنے کا۔ چنانچہ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ نے بڑے پیانے پر حفاظت حدیث شروع کر دی۔ مثلاً:

☆...... یہ سوال بھی ہوا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ چنانچہ حدیث رسول کی راہنمائی میں ہی آپ ﷺ کو حجرہ عائشہؓ میں جہاں آپ ﷺ کی وفات ہوئی دفنایا گیا۔

☆...... سیدہ فاطمہؓ نبی ﷺ کے انتقال کے بعد ترکہ نبی (باغ فدک، خیبر کا ایک محلّہ) میں سے وراثت کی طالب ہوئیں تو جناب ابوبکرؓ نے یہ حدیث سنائی کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔ ہم انبیاء کے ترکے کا کوئی وارث نہیں بلکہ وہ صدقہ کے طور پر فی سبیل اللہ تقسیم ہوتا ہے۔ جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ یہ حجت نہ ہوتی تو دخترِ رسول کو خلیفۂ رسول ضرور حصہ دیتے جب کہ قرآن مجید میں بیٹی کا حصہ مقرر ہے مگر اس حدیث کو سننے پر نہ ناراض ہوئیں اور نہ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اختیار ہونے کے باوجود اپنے عہد خلافت میں اس باغ کو ترکہ نبی تسلیم کرتے ہیں۔

☆...... لشکر اسامہ کو روانہ کیا جائے یا نہیں؟ خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَا كَانَ لِيْ أَنْ أُحِلَّ لِوَاءً عَقَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ۔ مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ جس جھنڈے کو رسول اللہ ﷺ نے باندھا اسے میں کھول دوں۔ (مسند احمد: ۱/۱۷۳)

☆...... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا اب کفار تو مکہ میں رہے نہیں اور نہ ہی مدینہ منورہ کی وہ بیماری رہی جس کی بدولت اہل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ مسلمانوں کو بیمار ہونے کا طعنہ دیا کرتے۔ اس لئے اب رمل کی ضرورت نہیں مگر پھر یہ کہہ کر اسے بھی برقرار رکھا کہ: لَا نَدَعُ شَيْئًا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ ہم اسے ترک نہیں کر سکتے جسے ہم خود زمانہ رسول میں کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد: ۱/۲۹۳)

☆......خلیفہ وقت کے فرائض میں احکام شرعیہ کا نفاذ، حدود شرعی کا اجراء، عدالتی فیصلے اور مسائل تھے۔ اس لئے انہیں نئے نئے حالات پیش آنے پر جب اپنی معلومات سے کامیابی نہ ہوتی تو اعلان عام کر دیا جاتا کہ اس مسئلہ کے بارے میں کسی کے پاس کوئی حدیث ہو تو لے آئے۔ مثلاً:

☆......آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کون ہو؟ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے اجتماع عام میں عین اس وقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہنچے جب انصار سیدنا سعدؓ بن عبادہ کو اپنا امیر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ سیدنا عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح اس انتخاب کے خلاف تھے۔ بالآخر شور اٹھا اور مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ کی صدا بلند ہوئی۔ اس اختلاف کا خاتمہ ایک حدیث نے کر دیا۔ سیدنا ابو بکرؓ صدیق نے بطور خاص سیدنا سعدؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: سعدؓ! تمہیں یاد ہے کہ ایک مرتبہ تم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تم نے خود اپنے کانوں سے یہ بات آپ ﷺ سے سنی تھی: قُرَيْشٌ وُلَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ قریش ہی اس خلافت کے ذمہ دار ہیں۔ سعدؓ نے فوراً کہا: صَدَقْتَ۔ آپ نے بالکل سچ کہا اور یوں حدیث قبول کر لی گئی۔ (فتح الباری: باب مناقب المہاجرین)

☆......بحیثیت مسلمان صحابہ کرام پر فرض تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ہر حکم کی اطاعت کریں۔ بغیر اجازت نبوی کوئی کام نہ کریں اور نہ ہی اللہ و رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ بلکہ ہر شے کی درستگی کا معیار سنت رسول کو بنائیں۔ جیسے حدیبیہ کے موقع پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت، یا جس روز رسول اکرم ﷺ نے وفات پائی اس موقع پر ان کی نصیحت، یا مانعین زکوۃ پر سیدنا عمرؓ کا سیدنا ابو بکرؓ سے بحث و مباحثہ اور بالآخر سیدنا عمرؓ کا صدیقی مشورہ تسلیم کر لینا۔ مزاج ایسا متواضع اور منکسر ہو گیا کہ اگر کسی خاتون نے سیدنا عمرؓ فاروق کو دلیل پیش کی تو اسے بھی فراخ دلی سے قبول کر لیا۔

باوجود ملہم اور محدث ہونے کے پھر بھی سیدنا عمرؓ سنت رسول ﷺ کی اتباع کرتے۔ انہوں نے کبھی بھی سنت رسول کو اپنی قلبی واردات کے تابع نہیں کیا۔ بعد کے لوگ بھی سیدنا عمرؓ کی پیروی کریں۔ اب یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ محدثین کے علم کا مصدر مردہ کا مردہ سے ہے۔ یہ عبد الرزاق سے لیتے ہیں اور ہم رزاق سے۔ حالانکہ قرآن کریم نے ہی مسلمانوں کو یہ سمجھایا بجھایا ہے کہ کسی خبر کو بغیر تحقیق کے قبول نہ کرو۔ نیز ثقہ محدثین نے رسول معصوم سے جو روایت کی ہے وہ نقل و روایت اگر برحق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تو پھر مشرک یا یہود ونصاریٰ سے قرآن کریم کیوں مخاطب ہوتا اور انہوں ظن وجھوٹ اور افترا کا ملزم کیوں بناتا؟ ان کی گھڑی بات بھی برحق ہوتی۔ ان کا یہ جملہ ﴿ وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا ﴾ بھی تو آخر وزن رکھتا ہے۔۔۔ باقی قلبی واردات کی کیا دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے؟ اور اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ شیطان کی طرف سے نہیں۔ کیونکہ وحی یا رحمٰن کی طرف سے ہوتی ہے یا شیطان کی طرف سے۔

☆...... حدیث رسول کا بیشتر ذخیرہ بغیر تدوین کے بذریعہ حفظ وعمل اور خال خال کتابت سے باقی رہا۔ عصرِ خلفائے راشدین اس سے نہ صرف محظوظ ہوا بلکہ اہل دین کو یہ بھی باور کرا گیا کہ خلافت جیسے بھاری امور کو حدیث رسول کے بغیر نمٹانا چنداں آسان نہیں۔ بے شمار صحابہ اس کے محافظ تھے مگر پھر بھی نئے ابھرتے مسائل اپنے جواب کے لئے حدیث رسول کے محتاج رہے۔ یہ امین وصاحب ورع ہستیاں اس سوچ سے کہیں دور تھیں کہ کوئی بات اپنے رسول کی طرف سے خود گھڑ لیں۔ یہ صحابہ قدوہ (Role Model) تھے اور سنت کے امین و پاسبان بھی۔ یہ صحیح علم اسی مبارک نسل کے حصے میں آئی۔

☆☆☆☆☆

حدیث رسول: وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ.

محمد ﷺ لوگوں کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

حدیث رسول: اَلَا اِنِّي اُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ.

سنو مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کے مثل بھی دیا گیا ہے۔ (سنن ابوداود)

یہی مطلب ہے اس ارشاد کا: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ہم نے کتاب میں کسی ضروری چیز کا ذکر باقی نہیں چھوڑا۔

قول: زَلَّةُ الْعَالِمِ مَضْرُوْبٌ لَهَا الطَّبْلُ۔ عالم کی پھسلن پر بہت سے ڈھول بجتے ہیں

قول: اَهْلُ السُّنَّةِ نَقَاوَةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُمْ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ۔

اہل اسلام میں اہل سنت ہی صاف لوگ ہیں اور وہ لوگوں میں لوگوں کے لئے بہترین لوگ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام اور ان کا حدیثی منہج

☆......صحابی اسے کہتے ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کو حالت ایمان میں ملا ہو اور بحیثیت مسلم اس کا انتقال ہوا۔ بینا و نابینا اور مرد و خواتین سبھی اس میں شامل ہیں۔ جو مرتد ہو گئے اور کفر کی حالت میں مرے وہ ان میں شامل نہیں۔ جیسے ابن خطل، ربیعہ بن امیہ اور مقیس بن صبابہ وغیرہ۔ لیکن جو مرتد ہوا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا وہ بھی صحابی نہیں کیونکہ اس کے ارتداد نے اس کی صحابیت کو ختم کر دیا۔ جیسے قرہ بن ہبیرہ اور اشعث بن قیس۔ رہے وہ جو مرتد ہوئے اور حیات رسول میں ہی واپس پلٹ آئے تو ان کے صحابی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جیسے عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح وہ لوگ بھی صحابی نہیں ہو سکتے جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں مسلمان تو تھے مگر آپ ﷺ کو مل نہ سکے۔ جیسے ابوعبداللہ الصنابحی۔ مدینہ پہنچے تو انہوں نے آپ ﷺ کو حجرہ مبارک میں اس چارپائی پر دیکھا جس پر آپ ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی۔ صحابی کی جمع اصحاب اور صحابہ ہے۔

☆......ضروری نہیں کہ ہر صحابی حدیث روایت کرے۔ اکثر صحابہ نے پوچھے گئے فقہی مسائل کے جواب میں بجائے اپنی رائے دینے کے صرف حدیث رسول کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا۔ یہی ان کی روایت تھی اور یہی ان کا جواب تھا۔ یہ اعزاز اگر خلفاء اربعہ کو ملا ہے تو بلالؓ، صہیبؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ بھی پیچھے نہیں رہے اور صحابیات بھی اس میں برابر کی شریک ہیں۔ دین کے معاملے میں کم علمی یا لاعلمی ان کی صحابیت یا ثقاہت پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ حدیث دان تھے مگر ان کا ورع اور تقوی انہیں روایت حدیث میں چوکنا رکھتا پھر ان کی خواہش یہی ہوتی کہ کاش اس حدیث کو کوئی دوسرا بیان کر دے۔ ان کے بارے میں گھڑی روایات یا گھڑنے کا رجحان اگر کسی کا ہو تو ظاہر ہے وہ خود جھوٹا ہے نہ کہ اصحاب رسول۔

تمام صحابہ عادل ہیں:

اس نسل کے بارے میں اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ. عادل سے مراد یہ ہے کہ موافق و ناموافق حالات میں وہ اپنی طرف سے کوئی جھوٹ گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ باقی وہ اپنے مشاجرات (باہمی اختلافات) میں مجتہد ہیں جس طرح ایک مجتہد صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی اور جس طرح ایک مجتہد کی غلطی کے باوجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا احترام باقی رہتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر ان کا احترام ہونا چاہیے کیونکہ یہ نسل براہ راست رسول اللہ ﷺ سے فیض یاب ہوئی۔ کوئی بھی مجتہد یا فقیہ ان کے عدل وتقوی کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے ان کی روایت نا قابل تردید اور عدل پر مبنی ہے۔ ان کے کھرے ایمان اور مخلصانہ جذبے کے مقابل کوئی نسل نہیں۔ ترویج حدیث میں اس نسل نے جس قربانی اور جانفشانی سے حصہ ڈالا ہے کوئی بھی کسی لحاظ سے ان کے برابر کا نہیں۔

☆...... ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی زبان کو صحابہ کرام کے مابین ہونے والی چپقلش سے بچا کر رکھے۔ ہاں خیر کے کلمات ضرور کہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عقیدہ واسطیہ میں فرماتے ہیں:

وَمِنْ اُصُوْلِ اَھْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، سَلَامَةُ قُلُوْبِھِمْ وَاَلْسِنَتِھِمْ لِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کَمَا وَصَفَھُمُ اللّٰہُ بِہٖ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ جَآؤُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ﴾ وَطَاعَةً لِلنَّبِیِّ ﷺ فِیْ قَوْلِہٖ: لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ اصول ہے کہ ان کے دل اور ان کی زبانیں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے حق میں محفوظ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا: اور وہ لوگ جو ان صحابہ کے بعد آئے اور انہوں نے اپنی دعائیں یہ کہیں: ہمارے رب! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کی حالت میں رخصت ہو گئے اور مولی! جو ایمان لائے ہیں ہمارے دلوں میں ان کے بارے میں ذرہ برابر کینہ و بغض نہ رکھنا۔ ہمارے رب! تو واقعی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ نیز وہ رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی اطاعت کرتے ہوئے بھی اپنے دل اور زبان کو گدلا نہیں کرتے: میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ واللہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں کوئی احد پہاڑ جتنا بھی سونا راہ للہ دے دے تب بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے مقام یا آدھے مقام تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

جس کے دل میں ان خیار امت ۔۔۔ جو مومن بھی تھے اور انبیاء کرام کے بعد سادات اولیاء بھی ۔۔۔ کے بارے میں کوئی کینہ ہو تو اس سے بڑھ کر اور زیادہ کون گمراہ ہو سکتا ہے۔ امام طحاویؒ اپنے عقیدہ میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء سلف اوران کے بعد آنے والے علماء جو حدیث واقوال صحابہ کے عالم تھے اور صاحب وفقہ ونظر تھے وہ سبھی اصحاب رسول کو ہمیشہ اچھے انداز سے یاد کرتے بلکہ جو بھی انہیں برے لفظ سے یاد کرتا اسے وہ غیر سبیل یعنی دین کی راہ پر نہیں دیکھتے تھے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ البدایۃ والنہایۃ میں لکھتے ہیں: امام بیہقی نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: خلفاء سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی ہیں رضی اللہ عنہم ہیں۔ان سے عرض کی گئی: اور سیدنا معاویہ؟ فرمایا: کوئی بھی زمانہ علیؓ میں سیدنا علیؓ سے زیادہ خلافت کا حق دار نہ تھا۔اللہ تعالی سیدنا امیر معاویہؓ پر رحم فرمائے۔

خلیفہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: میں نے رسول محترم ﷺ کو خواب میں دیکھا وہاں شیخین بھی تشریف فرما تھے۔ اتنے میں سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کو بھی آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔دونوں اندر آئے اور دروازے بند کر دیئے گئے۔ میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔کچھ دیر ہی نہ گذری تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اوران کی زبان پر یہ الفاظ تھے: قَضٰى لِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ رب کعبہ کی قسم آپ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کیا۔پھر فوراً ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی گھر سے نکلے اوران کی زبان پر یہ تھا: غُفِرَ لِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ رب کعبہ کی قسم: مجھے رسول اللہ ﷺ نے معاف کردیا۔

ایک شخص نے امام ابوزرعۃ الرازی سے کہا: میں امیر معاویہؓ سے بغض رکھتا ہوں۔انہوں نے پوچھا: وہ کیوں؟ اس نے کہا: اس لئے کہ وہ سیدنا علیؓ سے لڑے۔امام ابوزرعۃ رازی نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو۔سیدنا معاویہؓ کا رب بڑا رحیم ہے اوران کا حریف بڑا کریم۔تم کون ہوتے ہوان دونوں کے درمیان آنے والے؟

امام احمدؒ بن حنبل سے ان دونوں صحابہ کے درمیان جو کچھ ہوا اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی۔اس کے لئے وہی جو اس نے کمایا اور تمہارے لئے وہی جو تم کماؤ گے اور تم سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔(البقرہ:۱۳۴)

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ کے مابین جو کچھ ہوا آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عثمانؓ کی بھی اسلام قبول کرنے میں سبقت تھی اور سیدنا علیؓ کی بھی۔ ان کی بھی رسول محترم سے اور سیدنا عثمانؓ کے ساتھ رشتہ داری تھی اور سیدنا عثمانؓ کی بھی۔ بس دونوں میں ایک کو آزمایا گیا اور دوسرا محفوظ رہا۔ ان سے پوچھا گیا: سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین جو کچھ ہوا اس کے بارے میں بھی آگاہ کیجئے۔ فرمایا: ان کی بھی رشتہ داری تھی اور ان کی بھی۔ ان میں ایک نے اسلام میں سبقت لی اور دوسرے نے نہیں۔ مگر دونوں کی آزمائش ہوئی۔

امام عبداللہ بن المبارک سے پوچھا گیا: امیر معاویہؓ افضل ہیں یا عمرؒ بن عبدالعزیز؟ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے صحبت میں سیدنا امیر معاویہؓ کے ناک میں پڑی مٹی عمرؒ بن عبدالعزیز سے زیادہ افضل ہے۔

کسی اور نے المعافی بن عمران سے پوچھا: دونوں میں کون افضل ہے؟ امیر معاویہؓ یا عمرؒ بن عبدالعزیز؟ غضبناک ہو کر فرمایا: تم ایک صحابی رسول کو تابعی کی سطح پر لانا چاہتے ہو؟ سیدنا امیر معاویہؓ آپ ﷺ کے صحابی ہیں۔ ام المومنین کے بھائی ہیں۔ کاتب اور امین وحی ہیں۔

ابو توبہ ربیع فرماتے ہیں: سیدنا معاویہؓ صحابہ رسول کا ستر ہیں۔ جب آدمی کسی کا پردہ اٹھالے تو پھر وہ آگے بھی جھک مارنے کیلئے دیکھتا ہے۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے زندگی بھر کسی کو مارتے نہیں دیکھا مگر ایک انسان کو جس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تو اسے کوڑے مارے۔

☆......صحابہ کرام کی تعداد کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: آپ ﷺ جب فوت ہوئے تو اس وقت ساٹھ ہزار صحابہ تھے۔ تیس ہزار مدینہ میں اور تیس ہزار صحراو گاؤں میں رہتے تھے۔ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے: جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو ایک لاکھ سے زائد صحابہ تھے۔ یہ تعداد امام شافعی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعداد کے مخالف نہیں کیونکہ انہوں نے مکہ میں موجود صحابہ کی تعداد شمار نہیں کی۔ ان کی تعداد چالیس ہزار تھی اس طرح دونوں ائمہ کی تعداد پر متفق ہیں۔ ان میں کم عمر صحابہ کی روایات صحیح ہیں کیونکہ وہ عادل اور ثقہ ہیں۔

☆......**اکابر صحابہ کی روایات کم کیوں؟** کیونکہ اکابر صحابہ کی بڑی تعداد رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جہادی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی وجہ سے پھیل گئی اور مدینہ سے باہر رہتے ہوئے جلد فوت بھی ہوگئی جس کی وجہ سے روایت حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے کم ہوئی۔آخری تین خلفاء سے بکثرت روایت اس لئے ہوئی کہ وہ خلیفہ بنے انہوں نے فیصلے کئے اور لوگوں نے مرکز خلافت آکر ان سے مسائل دریافت کئے۔اکابر صحابہ میں سیدنا ابوبکر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف ، ابوعبیدہ بن جراح، سعید بن زید، ابی بن کعب، سعد بن عبادہ، عبادہ بن صامت، اسید بن حضیر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم ہیں گو ان سے کم روایات ہیں مگر شریعہ اسلامیہ کا وہ قیمتی اثاثہ ہیں۔

۲۔صحابہ کے درجات: صحابہ کرام کے مناقب خود رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائے اور ان میں ہر ایک دوسرے سے علم، حفظ وفہم اور استنباط مسائل میں بڑھ چڑھ کر تھے۔بعض صحابہ اور صحابیات کے دینی فہم وذکاء کی گواہی رسول محترم نے بھی دی۔آپ ﷺ نے انہیں دعائیں دیں۔یہ سب نکھار اپنے عروج پر ایک بار پھر اس وقت آیا جب رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین کی ذمہ داری صحابۂ رسول پر آپڑی۔خلفاء اربعہ اپنی صلاحیتوں کے باوصف انہی صحابہ کی یادداشت اور فہم پر اعتماد کرتے جنہوں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ اس دعا کا حق دار بننے کے لئے وقف کر دیا تھا:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا۔ اللہ اسے تروتازہ رکھے جو میری بات غور سے سنتا اور پھر اسے یاد کر کے اسے دوسرے تک ویسے ہی پہنچاتا ہے جیسے اس نے سنا تھا۔

☆......صحابہ میں افضل ترین ابوبکر پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔پھر باقی ماندہ عشرہ مبشرہ جنہیں آپ ﷺ نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی، پھر اہل بدر جنگ بدر میں شامل ہونے والے، پھر اہل احد، اور پھر اصحاب بیعت رضوان ہیں یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عثمانؓ کے شہید ہونے کی خبر پھیلنے پر آپ ﷺ کے ہاتھ پر ایک درخت کے نیچے سیدنا عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کی بیعت کی تھی۔

۳۔مُکْثِر صحابہ: یہ وہ صحابہ ہیں جن کی طرف بہت سی احادیث منسوب ہیں۔یعنی بے شمار اسانید ان پر جا کر منتہی ہوتی ہیں مگر متن بہت کم ہیں۔ان اسانید کا شمار سب سے پہلے امام بَقِیُّ بْنُ مَخْلَد نے اپنی مسند میں کیا اور ان کی تعداد بتائی۔اس طرح متاخر علماء حدیث انہیں مُکْثِرِیْنَ میں شامل کرتے ہیں۔ورنہ حجۃ الوداع کے موقع پر احادیث سننے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔کتب رجال میں چار ہزار سے زائد ان صحابہ وصحابیات کے نام ملتے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ سے احادیث حفظ وروایت کیں۔ان روایات میں آپ ﷺ کی مکی زندگی، سفر ہجرت، مدنی زندگی، آپ کے اقوال وافعال،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرام ومصروفیت، قیام وقعود، عبادت وسیرت، سرایا اور غزوات، مزاح وبکاء، اکل وشرب، خطوط ومواثیق، فیصلے اور آپ ﷺ کی صفات وغیرہ کے علاوہ احکام شریعت بھی شامل ہیں۔

یہ سات صحابہ ہیں جنہیں مکثر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی روایات ایک ہزار سے متجاوز ملتی ہیں۔ جن کے نام ان اشعار میں ضبط کر دیے گئے ہیں۔

سَبْعٌ مِنَ الصَّحْبِ فَوْقَ الْاَلْفِ قَدْ نَقَلُوا ۔۔۔ مِنَ الْحَدِيْثِ عَنِ الْمُخْتَارِ خَيْرِ مُضَرَ

اَبُــو هُــرَيْرَةَ، سَعْــدٌ، جَابِرٌ، اَنَــسٌ ۔۔۔ صِدِّيْقَةٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا ابْنُ عُمَرَ

سات صحابہ ایسے ہیں جنہوں نے ایک ہزار سے زائد روایات حدیث اس رسول سے کیں جو مضر کے بہترین انسانوں میں سے چنے ہوئے انسان تھے۔ وہ ابو ہریرہ ہیں اور سعد، جابر، انس، عائشہ، ابن عباس اور اسی طرح ابن عمر ہیں۔

ا۔ **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:** یمن کے قبیلہ دوس کے یہ نوجوان مدینہ آنے سے قبل یمن میں ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ یمن میں خوشحال تھے۔ اپنی والدہ اور ایک غلام کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور سن چھ ہجری کے آخیر میں فتح خیبر کے موقع پر آپ ﷺ کو آ ملے۔ غلام راستے میں ہی فرار ہو گیا اور تیزی سے مدینہ آ کر نبی ﷺ کو آ ملا اور آپ ﷺ کو سب کچھ بتا بھی دیا۔ ابو ہریرہؓ کے آ جانے پر آپ ﷺ نے غلام کے بارے میں دریافت کیا۔ عرض کی: وہ تو بھاگ گیا۔ آپ ﷺ نے غلام کو بلوایا اور فرمایا: اسے لے لو۔ اس کے شوق اسلام کو سراہتے ہوئے ابو ہریرہؓ نے اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔

☆...... ان کا نام عبد الرحمٰن بن صخر تھا۔ ایک بلی کا بچہ ان کے پاس ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں ابو ہریرہ کنیت سے پکارا۔ جو اتنا مشہور ہوا کہ ان کے نام پر غالب آ گیا۔ صحابہ میں ایسے بے شمار افراد ہیں جو اصل نام سے نہیں بلکہ کنیت یا القاب سے معروف ہیں۔ جیسے سیدنا ابو بکر، ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہم۔

☆...... ابن الجوزیؒ نے مسند بقی بن مخلد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس میں سیدنا ابو ہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو چوہتر روایات تھیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو تابعین نے روایت حدیث کی۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ انہیں تقریباً ساڑھے تین سال رہنے کا موقع ملا۔ وہ وقت کے قدر دان تھے اور ہمہ وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے، دیکھتے، سنتے اور اسے یاد کرتے۔ بازار کا رخ کرنے کی بجائے بھوک وپیاس برداشت کر لیتے مگر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذرے لمحوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔اس ساڑھے تین سال کے عرصہ کو اگر دنوں میں تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً دو احادیث، انہوں نے حفظ کیں۔پھران روایات میں تکرار ہے۔بغیر تکرار کے یہ روایات بارہ سو چھتیس سے بھی کم ہیں۔یہی احادیث ان نو کتب حدیث (صحیحین، سنن اربعہ اور موطأ امام مالک، مسند احمد اور سنن الدارمی) میں دیگر بے شمار صحابہ کرام بھی روایت کرتے ہیں۔نتیجتاً وہ صرف آٹھ احادیث میں منفرد نظر آتے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔سنن ترمذی کی یہ حدیث: (بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ بَقَرَةً) حدیث:۳۶۱۰

۲۔ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ سنن ترمذی:۲۳۵۳

۳۔(أَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ ؟) صحیح مسلم:۴۶۷۸

۴۔(أَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ) مسند احمد:۸۵۵۸

۵۔ (أَظَلَّكُمْ شَهْرُكُمْ) مسند احمد:۱۰۳۶۵

۶۔ (أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَى امْرِئٍ۔۔) صحیح بخاری:۵۹۴۰

۷۔(أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ۔۔) صحیح مسلم:۷۴۴

۸۔ (بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ) صحیح بخاری:۲۷۰

★......ان کے شاگرد ہمام ابن منبہ کا صحیفہ ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ کی تحقیق سے شائع ہو چکا ہے جس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ خواہ اس کی چند احادیث ہی سہی مگر تحریری اور زبانی روایت میں پختگی اور سنجیدگی کی تائید ضرور ملتی ہے۔اس لئے کہ یہ صحیفہ امام احمد یا امام مسلم کے ہاتھ نہیں تھا بلکہ انہیں صرف زبانی روایات پہنچی تھیں۔چنانچہ صحیفہ ہمام کے منظر عام پر آنے کے بعد یہ راز کھلا کہ زبانی روایت میں بھی محدثین بہت محتاط تھے اور اس صحیفہ کی مرویات دوسری کتب مثلاً مسند احمد و صحیح مسلم کی روایات سے مکمل مماثلت رکھتی ہیں۔امام محمد بن ادریس الشافعیؒ فرماتے ہیں:

أَبُوْهُرَيْرَةَ أَحْفَظُ مَنْ رَوَى الْحَدِيْثَ فِيْ عَصْرِهِ،وَلَقَدْ كَانَ مِنْ دَوَاعِيْ إِكْثَارِهِ تَفَرُّغُهُ لِلْعِلْمِ وَالرِّوَايَةِ وَالْفُتْيَا بَعْدَ الرَّسُوْلِ حَتّٰى رَغِبَ عَنِ الْإِمَارَةِ لَمَّا طَلَبَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّةً ثَانِيَةً۔وَلَقَدْ قَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ:إِنْ كُنْتَ لَأَلْزَمَنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَأَعْرَفَنَا بِحَدِيْثِهِ۔هٰذَا فَضْلاً عَنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَهُ عِنْدَ مَا شَكَا لَهُ نِسْيَانَهُ فَقَالَ لَهُ:اُبْسُطْ رِدَائَكَ،قَالَ:بَسَطْتُهُ،فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ:ضُمَّهُ، فَضَمَمْتُهُ فَمَانَسِيْتُ بَعْدَهُ۔ روایت حدیث میں ابوہریرہؓ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ حافظ تھے۔کثرت روایت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے وفات رسول کے بعد اپنے آپ کو علم، روایت اور فتوی کے لئے فارغ کرلیا تھا۔ جب خلیفہ راشد سیدنا عمرؓ نے انہیں دوسری بار گورنرشپ پیش فرمائی تو ابو ہریرہؓ نے اسی وجہ سے معذرت کرلی۔ ابن عمرؓ نے ایک بار انہیں فرمایا: بلاشبہ آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا کرتے اور ہم سے زیادہ حدیث رسول کی معرفت رکھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے اس وقت دعا فرمائی جب انہوں نے نسیان کی شکایت آپ ﷺ سے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے اسے بچھایا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس میں ایک چلو انڈیلا۔ پھر فرمایا: اسے اپنے سینے کے ساتھ لگالو۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: میں نے اسے لگایا اور اس کے بعد پھر میں کبھی نہ بھولا۔

★......سنن نسائی میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں، ابو ہریرہؓ اور ایک صحابی۔۔ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب دعا کرو۔ میں نے اور میرے دوسرے ساتھی نے دعا کی اور رسول اکرم ﷺ نے آمین کہی۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور کہا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مَا سَاَلَكَ صَاحِبَایَ وَاَسْاَلُكَ عِلْمًا لَا یُنْسٰی، اے اللہ! میں تجھ سے وہ سوال کرتا ہوں جو میرے ان دونوں ساتھیوں نے کیا۔ اور تجھ سے یہ سوال بھی کرتا ہوں کہ مجھے ایسا علم عطا کر جو میں کبھی نہ بھولوں۔ نبی ﷺ نے آمین کہی۔ ہم نے عرض کی: اور ہم اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سَبَقَكُمَا بِهَا الْغُلَامُ الدَّوْسِیُّ۔ اس دعا میں تم سے یہ دوسی نوجوان سبقت لے گیا ہے۔

★......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ سے بھی احادیث بیان کی ہیں۔ الحسن بن عمرو بن امیہ کہتے ہیں: ایک حدیث کے بارے میں ابو ہریرہؓ سے میری گفتگو ہوئی تو وہ مجھے پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور حدیث رسول ﷺ کی کتب دکھا کر فرمانے لگے: هٰذَا هُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدِیْ۔ یہ احادیث میرے پاس لکھی ہوئی ہیں۔ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں وہ احادیث نہیں لکھا کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے احادیث لکھیں۔ (فتح الباری: ۱/۲۱۷، حدیث: ۱۱۳) سیدنا ابو ہریرہؓ ستاون ہجری کو اٹھتر سال کی عمر میں مقام عقیق پر فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما: صحابیٔ رسول ہیں، صحابی کے بیٹے ہیں، صحابیہ اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ سنت رسول کے عالم، اس کی شیدائی اور عمل کروانے والے بھی ہیں۔ اپنے والد محترم کا حج تمتع پر پابندی کا آرڈیننس یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہوئے ماننے سے انکار کردیا: مَنْ اَبِیْ؟ اَمْرُ اَبِیْ یُتَّبَعُ اَمْ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ؟ تَمَتَّعْنَا فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کیا میرے والد کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد؟ ہم نے زمانہ رسالت میں حج تمتع کیا تھا۔ (مسند احمد)

☆......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافت کا اگر کوئی مستحق تھا تو بالاتفاقِ صحابہ عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی تھے مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منتخب کمیٹی میں نہ ان کا نام رکھا اور نہ ہی منتخب کرنے کی اجازت دی۔ بلکہ سبھی کو پابند کردیا کہ تم صرف انہی چھ افراد میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کے مکلف ہو۔

☆......سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کوچ کرنے سے روکنے میں یہ پیش پیش تھے۔ یہ بھی سمجھایا کہ کوفیوں نے آپ کے والد محترم کے ساتھ بے وفائی کی ہے اس لئے ان کے دعوتی خطوط پر یا مسلم بن عقیل کے خط پر اعتماد نہ کیجئے بلکہ بھائی کی طرح صلح وصفائی سے کام لیجئے۔ اگر جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اکیلے تشریف لے جایئے اہل خانہ کو یہیں چھوڑ جایئے۔ بہر حال پھر وہی کچھ ہوا جس کا سیدنا ابن عمرؓ کو خدشہ تھا۔

☆......سیاست کی بجائے اصلاح احوال میں حصہ لیتے رہے۔ سیاست کی نفی انہوں نے اپنے اس بیان میں حرم کعبہ کو لوگوں کے سامنے مخاطب کر کے یوں کی:

حرم کعبہ میں جانتا ہوں کہ تو زمین کی پشت پر سب سے محترم گھر ہے مگر ایک مومن کا مقام تجھ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

قیام اللیل زندگی بھر نہ چھوڑا۔ آپ ﷺ ہی نے اس نیکی پر ابھارا تھا۔ ان کی شخصیت پر اس کے گہرے اثرات تھے۔ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کبار صحابہ اور امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کیں۔

☆......امام ابن الجوزیؒ نے مسند بقی بن مخلد کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کی مرویات کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس ہے۔ (الباعث الحثیث: ۵۱۰) امام نافع، مجاہد، طاووس، سعید بن المسیب، امام زہری، حسن بصری رحمہم اللہ ان سے روایت کرتے ہیں جو فتوی واستفتاء کی صورت میں ہیں۔ محدثین ان سے چلی جس سند کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں وہ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ہے۔ سن تہتر ہجری کو چوراسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور مدینہ میں ہی دفن ہوئے۔

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ: مشہور صحابیہ ام سلیم بنت ملحان کے صاجزادے تھے۔ والدہ خدمت رسول کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ انہیں آپ ﷺ کی شاگردی میں بھی دینا چاہتی تھیں جو انہیں نصیب ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ان کے مال واولاد اور عمر میں برکت کی دعا کی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور تینوں میں ہر شے خوب عطا کر دی۔ دس سال خدمت کرنے کے بعد جب حجاب کی آیات اتریں تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے گھر منتقل ہوگئے۔ نماز جب پڑھتے تو صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کی نماز یاد دلا دیتے۔ آخری عمر میں آپ بصرہ منتقل ہوگئے اور ۹۳ ہجری میں ایک سو تین سال کی عمر پا کر بصرہ میں فوت ہوئے۔

ان سے سعید بن جبیر، انس بن سیرین، حسن بصری، قتادۃ، ربیعہ الرائی، عبداللہ بن دینار، امام زہریؒ اور حمید الطویلؒ جیسے مشہور تابعین نے روایت کی۔ ابن الجوزیؒ نے ان کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو چھیاسی لکھی ہے۔

۴۔ سیدتنا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: جناب صدیق اکبر کی دختر اور جناب رسول اللہ ﷺ کی انتہائی محبوب زوجہ محترمہ تھیں۔ بعثت نبوی سے چار یا پانچ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئیں۔ سفید وسرخ یعنی خوبصورت ہونے کی وجہ سے انہیں آپ ﷺ حمیراء بھی پکارتے۔ ہجرت سے دو یا تین سال قبل رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نکاح ہوا اور ہجرت کے تین سال بعد ان کی رخصتی ہوئی۔ اپنی اس شادی پر وہ دیگر ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتیں۔

شروع ہی سے آپ کی تربیت خانہ نبوی میں ہوئی۔ جس میں علم، عبادت اور اخلاق سر فہرست ہیں۔ امام شعبی رحمہ اللہ جب ام المؤمنین کے علم اور فقہ پر غور کرتے تو فرمایا کرتے: مَا ظَنُّكُمْ بِأَدَبِ النُّبُوَّةِ؟ نبوی تعلیم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ان کا علم: مفتی فقہاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا۔ جن میں سیدنا عمر، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ خواتین امت میں سب سے بڑی عالمہ اور ممتاز فقیہہ تھیں اور سنت رسول کی محافظہ بھی۔ آل رسول سے جو شریعت روایت ہوئی اس میں نصف سے زائد مسائل کی راویہ ام المؤمنین ہی ہیں۔ طب، فقہ اور شعر کی عالمہ تھیں۔ انتہائی فصیح تھیں۔ علم میراث کی ایسی ماہر کہ اکابر اصحاب آپ سے ہی آکر سوال پوچھتے۔ صحابہ کرام کے بعض فقہی مسائل پر ان کے استدراکات ان کی فقاہت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ جب صحابہ بعض اہم مسائل آپ سے آکر پوچھتے تو بڑے اعتماد سے پوچھنے کی اجازت دیا کرتیں اور فرماتیں: تم مجھ سے ایسے سوال کر سکتے ہو جس طرح اپنی ماں سے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں: اگر تمام لوگوں کا علم جمع کر لیا جائے اور پھر ازواج مطہرات کا بھی۔ تو پھر بھی ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کا علم سب سے زیادہ وسیع ہوگا۔ (المستدرک: ۱۱/۴)

وفات: ۱۷ رمضان سن اٹھاون ہجری میں انتقال ہوا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وصیت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق رات کے وقت ان کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ (تہذیب الکمال: ۳۵/۲۳۵)

مناقب وفضائل: ام المؤمنین کے مناقب وفضائل تو بے شمار ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام ضحاک اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہما اللہ کا کہنا ہے کہ بالخصوص یہ آیت: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ام المؤمنین کے بارے میں ہی اتری۔ جو ان کی سب سے بڑی منقبت ہے۔

واقعہ افک پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دس آیاتِ براءت نازل فرما کر ہمیشہ کے لئے منافقوں کا منہ کالا کیا اور ان کے مقام عالی اور عظیم احترام کو اپنا کلام بنا دیا۔ اس لئے جب خط لکھتیں تو اپنے آپ کو یوں متعارف کراتیں: مِنَ الْمُبَرَّاَةِ فَوْقَ سَبْعِ السَّمَاءِ۔ اس خاتون کی طرف سے جس کی براءت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کی۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ..﴾ یہ آیت اُم المؤمنینؓ کے بارے میں اتری کیونکہ رسول اکرم ﷺ ان سے دوسری ازواج کی نسبت بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے۔

احادیث میں یہی منقبت ہی کافی ہے کہ دنیا کے بعد آخرت میں بھی آپ ﷺ ہی کی زوجہ محترمہ ہیں۔۔ جبریل امین نے آپؓ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے ایک بار ان سے فرمایا: يَا عَائِشُ! هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ عائش! یہ جبریل ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کا بھرپور جواب دیا اور پھر آپ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ میں نہیں دیکھ پاتی۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ۔ رضی اللہ عنہا۔ آپ ﷺ جب ام المؤمنین کے ہاں ہوتے تو صحابہ آپ ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجا کرتے۔ اسی طرح ان کے مناقب میں ایک اہم منقبت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ پر کسی بیوی کے لحاف میں وحی نازل نہیں ہوئی سوائے ام المؤمنینؓ کے۔ خواب میں آپ ﷺ نے دو بار ام المؤمنین کو دیکھا۔ ایک بار یہ فرمایا گیا۔ کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔ یاد رکھئے! انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔ دوسری بار ام المؤمنین خود فرماتی ہیں: مجھے آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک بار ریشم میں لپٹی ہوئی ایک چیز دیکھی تو مجھے کہا گیا: اللہ کے رسول! یہ آپ ﷺ کی ہونے والی بیوی ہیں۔ میں نے اس ریشم کو جب ذرا سرکایا: تو وہ تم ہی تھی۔ میں نے کہا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ضرور ایسا ہوگا۔ آپ طیبہ تھیں اور رسول محترم طیب کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کیا کرتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتیں: آپ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے گھر میں فوت ہوئے۔ اور میری باری کے دن ہی فوت ہوئے۔ اور میری گود میں آپ ﷺ کا سر مبارک تھا تب فوت ہوئے۔ اور موت کے قریب اللہ تعالیٰ نے میری اور آپ کی لعاب کو جمع بھی کر دیا۔ اسی مرض میں آپ ﷺ نے یہ حکم بھی دیا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یہ کیسا عجیب اتفاق ہے اور قابل غور بھی۔

اہل بیت سے محبت اور باہمی تعلقات: اہل بیت کے ساتھ ان کے تعلقات محبت و احترام کے تھے۔ اور وہ بھی انہیں ماں کا احترام و مقام دیتے۔ یہی ام المومنین ہیں جو حدیث کساء (صحیح مسلم) کو روایت کرتی ہیں اور یہی ام المؤمنین ہیں جو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث رسول سیدۃ نساء العالمین روایت کرتی ہیں جو سیدہ فاطمہؓ نے اپنی اس والدہ کو خود بتائی۔ یہ دونوں کی باہمی محبت ہے اور ام المؤمنین کی اہل بیت سے محبت اور ان کی قدر و منزلت کا اعتراف ہے۔ ان کی چال میں شباہت کی حدیث بھی ام المؤمنین نے روایت کی ہے۔ اگر ام المؤمنین کو ان سے نعوذ باللہ کوئی بغض ہوتا تو وہ ان احادیث کو چھپاتیں مگر وہ تو صدیقہ بنت صدیق ہیں ایسا کیونکر کر سکتی تھیں۔ جی ہاں یہی ام المؤمنین ہی ہیں جو روایت کرتی ہیں کہ سیدنا حسنؓ کو آپ ﷺ نے اپنے ساتھ لگایا۔ اور دعا کی: اے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت کر۔ اور یہی ام المؤمنین ہیں جو فرماتی ہیں: کچھ ازواج مطہرات نے سیدہ فاطمہؓ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے دی۔ آپ ﷺ اس وقت میرے ساتھ میرے ہی بستر میں تھے۔ کہنے لگیں۔ کہ مجھے آپ کی کچھ ازواج نے آپ کے پاس بھیجا ہے جو آپ ﷺ سے ابن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں عدل کا تقاضا کر رہی ہیں۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں: میں خاموش تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ سیدہ فاطمہؓ بولیں: ابا حضور! کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر عائشہ سے تم محبت کرو۔ (مسلم: ۶۴۴۳، بخاری: ۲۵۸۱)

سیدہ فاطمہ الزہراء کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتماد: سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ چکی پیستے پیستے تھک جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے۔ تو فاطمہؓ آپ کے پاس آئیں۔ مگر آپ گھر میں نہیں تھے۔ سیدہ ام المؤمنین گھر میں تھیں۔ انہیں بتایا: میں بابا سے ملنے آئی تھی۔ جب رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو ام المؤمنین نے آپ ﷺ کو بتایا: فاطمہ آپ سے ملنے آئی تھیں۔ آپ ﷺ فوراً ہمارے ہاں اس وقت تشریف لائے جب ہم بستر میں لیٹ چکے تھے۔ میں نے چاہا کہ اٹھوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ لیٹے رہو۔ تو ہم دونوں کے درمیان آپ ﷺ بیٹھ گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے آپ ﷺ کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر فرمایا: کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر نہ سکھاؤں جو تم نے مجھ سے مانگا ہے؟ جب تم بستر میں لیٹنے لگو تو چونتیس بار اللہ اکبر اور تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ کہا کرو یہ تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے۔ اس حدیث میں جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے وہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھرپور اعتماد بھی ہے۔ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کو ان کی آمد کی اطلاع دی۔

ام المؤمنین سے سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے علی رحمہ اللہ نے علم حدیث سیکھا اور پھر ان سے روایت بھی کیا۔ ان میں کچھ احادیث صحیح مسلم میں مروی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے بیٹے محمد ابو جعفر رحمہ اللہ، ام المؤمنین کی حیات طیبہ میں ہی پیدا ہوئے پھر بھی ان سے روایت کرتے ہیں حالانکہ محمد ابو جعفر ام المؤمنین سے ملے نہیں۔

اہل بیت کے یہ سادات اصحاب نبی ﷺ سے علم سیکھا کرتے تھے۔ دوسروں کی طرح انہیں بھی علم کی ضرورت تھی۔ اہل بیت میں ان دونوں حضرات نے اس بات کو غلط ثابت کیا ہے کہ یہ ہستیاں دوسروں سے علم لینے کی محتاج نہیں۔ بلکہ اگر ابو جعفر ام المؤمنین کو پا لیتے تو ان سے استفادہ کا موقع ضائع نہ کرتے۔ جیسا کہ ان کے والد علی بن الحسین نے ام المؤمنین کے علم سے فائدہ اٹھایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب امیر المؤمنین تھے: ام المؤمنین کا حال پوچھتے ہوئے عرض کی: کَیفَ انتِ یا امّہ۔ اماں محترم! آپ کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا: بِخَیرٍ۔ بہتر ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۷/۲۷۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران ان لوگوں کو جو سیدہ ام المؤمنین پر لفظ چھانٹتے تھے ان کی ننگی پیٹھوں پر سو سو کوڑے لگوائے۔

☆...... بقول ابن الجوزیؒ مسند بقی بن مخلد میں ام المؤمنین کی روایات کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ اس کثرت کی ایک وجہ رسول اکرم ﷺ کا ساتھ بھی ہے۔ اپنے والد محترم ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث سنیں۔

۵۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: سیدنا عباسؓ کے بیٹے اور آپ ﷺ کے چچا زاد ہیں۔ بچپن میں ہی صحبت رسول سے فیضیاب ہوئے اور وفات نبوی تک براہ راست علم حاصل کرنے کے بعد چودہ پندرہ برس کی عمر میں بزرگ صحابہ کے گھر جا کر علم رسول کے طالب ہوئے۔ جسے وہ لکھ لیا کرتے۔ جن میں سیدنا علی، سیدنا عمر، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ بقول امام ابن القیم ۔۔ سیدنا ابن عباسؓ نے آپ ﷺ سے تقریباً بیس احادیث سنی تھیں جنہیں بوقتِ روایت وہ یہ کہتے: سَمِعتُ، رَاَیتُ، مگر اکثر احادیث انہوں نے صحابہ سے سنی تھیں۔ (الوابل الصیب)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے ابن عباسؓ نہ صرف تاویل کتاب کے عالم وفقیہ بنے بلکہ علم رسول کے محافظ بن گئے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد نے انہیں عزت دی اور اپنی محفل میں انہیں حاضر ہونے کی اجازت دی۔حرم کعبہ میں شاعر کے قصیدہ کو دور سے سن کر ازبر کرلیا اور شاعر کے چلے جانے کے بعد بغیر غلطی کئے اسے سنا بھی دیا۔

☆......روایت حدیث میں بھی بہت محتاط تھے۔بشیر العدوی کو روایت حدیث میں بے احتیاطی برتنے پر فرماتے ہیں:

إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِبْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا، فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ۔ ہم جب کسی سے سنا کرتے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔تو ہماری نگاہیں اس کی طرف اٹھ جاتیں اور ہمہ تن گوش ہوجاتے۔لیکن جب سے لوگوں نے کھرے کھوٹے میں تمیز ختم کردی تو ہم اب لوگوں سے احادیث نہیں لیا کرتے سوائے اس حدیث کے جسے ہم جانتے ہوں۔(مقدمہ صحیح مسلم)

☆......سیدنا ابن عباس سے کل روایات کی تعداد۔۔بقول امام ابن الجوزیؒ۔۔ایک ہزار چھ سو ساٹھ ہے۔ان کے معروف شاگردوں میں سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، عامر شعبی اور مجاہد جیسی نابغۂ روزگار شخصیات ہیں۔سن اڑسٹھ ہجری میں اکہتر برس کی عمر میں ان کا انتقال طائف میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

٦۔سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ: نبوت کے بارہویں سال بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد عبداللہؓ کے ساتھ یہ بھی شریک تھے۔باپ، بیٹا دونوں رسول اللہ ﷺ پر جان سے فدا تھے۔سیدنا جابرؓ نے تقریباً ہر غزوہ میں شرکت کی۔بہت ہی سادہ مزاج تھے۔انہوں نے علم نبوی کو سیکھنے، یاد کرنے، اور پھیلانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔جہاں تشریف لے جاتے لوگ آپ سے مسائل واحکام، حدیثِ رسول کی روشنی میں سننے کے لئے جمع ہوجاتے۔محض ایک حدیث کی تصدیق کی خاطر مدینہ سے مصر کا سفر کیا۔جب رسول اکرم ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کی عمر اکتیس برس تھی۔سن چوہتر میں چورانوے برس کی طویل عمر پاکر فوت ہوئے۔ان کی مرویات کی تعداد۔۔بقول ابن الجوزی۔۔ایک ہزار پانچ سو چالیس ہے اور مشہور شاگرد ابوالزبیر محمد بن مسلم تدرس، عطاء بن رباح، عمرو بن دینار اور امام شعبی، وغیرہ ہیں۔

٧۔سیدنا ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ: انصاری، خزرجی تھے۔بہادر باپ مالک کے بیٹے تھے جنہوں نے بہت کوشش کی کہ میرا یہ تیرہ سالہ بیٹا بھی میدان احد میں لڑائی کی سعادت حاصل کرسکے مگر آپ ﷺ نے انہیں کم عمر پاکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازت نہ دی۔ والد تو شہید احد بن گئے مگر بعد میں ابو سعیدؓ نے بھی تمام اہم غزوات میں بھرپور شرکت کی۔ ان کی ہمشیرہ فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا بھی مشہور صحابیہ ہیں۔ خود بہادر، حق گو، باعمل اور علم سے دلچسپی رکھنے والے تھے۔

☆......احادیث رسول کو انہوں نے یاد کیا، جمع کیا اور بعد از وفات رسول اس سرمایہ کو اپنے ساتھی صحابہ اور اگلی نسل تک من وعن منتقل کیا۔ ان کی مرویات ۔۔ بقول ابن الجوزیؒ ۔۔۔ ایک ہزار ایک سو ستر ہے۔ جو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے علاوہ خلفاء اربعہ، سیدنا اسید بن حضیر، جابر بن عبداللہ، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن سلام، ابوموسیٰ اشعری، ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے براہ راست حاصل کیں۔ ابراہیم نخعی، حسن بصری، سیدنا جابر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور دیگر بہت سے افراد نے ان سے احادیث روایت کیں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ان میں تینتالیس احادیث بخاری ومسلم میں ہیں، سولہ احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور باون میں امام مسلم۔ امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں:

اَوَّلُ مَشَاهِدِهِ الْخَنْدَقُ، وَغَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِثْنَتَی عَشَرَ غَزْوَةً، وَكَانَ مِمَّنْ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سُنَنًا كَثِيْرَةً وَعِلْمًا جَمًّا، وَكَانَ مِنْ نُجَبَاءِ الصَّحَابَةِ وَعُلَمَائِهِمْ وَفُضَلَائِهِمْ۔ ان کا پہلا غزوہ جنگ خندق ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں انہوں نے شرکت کی۔ یہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے سنن رسول اور بے شمار علم کو بہت یاد کیا ہوا تھا۔ نجیب صحابہ میں سے تھے۔ علماء وفضلاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

سن چونسٹھ ہجری میں تقریباً چوہتر برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

دیگر صحابہ کی مرویات: تقریباً تین سو صحابہ ایسے ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ سے احادیث روایت کیں اور ان کی مرویات ہزار سے کم، سو سے اوپر ہیں۔ ان میں:

......سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کی مرویات آٹھ سو اڑتیس
......عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کی مرویات سات سو
......سیدنا عمرؓ بن خطاب کی مرویات پانچ سو سینتیس
......سیدنا علیؓ کی مرویات پانچ سو چھتیس
......سیدنا عثمانؓ کی مرویات ایک سو چھیالیس
......سیدنا ابوبکرؓ صدیق کی مرویات ایک سو بیالیس ہیں

جو ۔۔ بقول ابن الجوزیؒ ۔۔ مسند بقی بن مخلد میں درج ہیں۔ ورنہ ایک سے بیس تک احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد ہزار سے بھی زائد ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆...... بزرگ صحابہ ہوں یا جوان، احادیث ان کے پاس ہوتی تو ضرور روایت کرتے۔ مراسیل صحابہ بھی متصل احادیث کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایک صحابی دوسرے صحابی کا واسطہ چھوڑ کر جب نبی کریم ﷺ سے روایت کرے تو ایسی روایت کو محدثین مراسیل کا نام دیتے ہیں۔ رضوان رب کے مستحق، قبول روایت کے بھی مستحق ہوتے ہیں۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں:

جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: اِنِّی رَاَیْتُ الْھِلَالَ یَعْنِیْ رَمَضَانَ۔ فَقَالَ: اَتَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: اَتَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: یَا بِلَالُ! اَذِّنْ فِی النَّاسِ فَلْیَصُوْمُوْا غَدًا۔ ایک اعرابی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: میں نے ہلال رمضان دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تو محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! اٹھو اور اعلان کر دو کہ لوگ کل روزہ رکھیں۔ (صحیح ابن خزیمہ وصحیح ابن حبان)

☆☆☆☆☆

ایاس بن معاویہ مزنی

لڑکپن میں ہی ان کی ذہانت کے چرچے عام وخاص میں تھے جو مشائخ کی صحبت کا اثر اور ان سے تعلیم حاصل کرنے کا نتیجہ تھا۔ عبدالملک بن مروان جو خلیفہ بننے سے قبل بصرہ کے گورنر تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک امرد لڑکے کے پیچھے بڑی عمر کے قراء حضرات جو ماشاء اللہ ڈاڑھی رکھتے تھے بڑے ادب اور احترام سے چل رہے ہیں۔ دیکھتے ہی کہنے لگے: افسوس ہے بصری قراء پر! کیا انہیں کوئی بڑی عمر کا شیخ نہیں ملا تھا جس کے پیچھے یہ اس طرح ادب سے چلتے۔ آگے بڑھ کر لڑکے کو روکا اور کہا:

لڑکے! یہ بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ ایاس نے جواب دیا:

میری عمر اتنی ہے جتنی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تھی جب آپ ﷺ نے انہیں ایک ایسے لشکر کا سپہ سالار بنایا جس میں سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی عام سپاہی کی حیثیت سے اس میں شامل تھے۔

عبدالملک نے سنتے ہی کہا:

شاباش بیٹا! واللہ تم اس قابل ہو کہ ان لوگوں کے آگے ہی تمہیں چلنا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام کے بارے میں بعض غلط رجحانات

روافض وخوارج ایک دوسرے کے خلاف انتہاء پر ہیں۔ان کا مسلک ہی یہی ہے کہ صحابہ کرام میں کسی کی برتری اور کسی کی کمتری ثابت کی جائے۔اس لئے اہل سنت اس معاملے میں نہ الجھتے اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں۔ان کا متفقہ اصول ہے کہ:

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ،لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی انہوں نے جو کمایا وہ ان کے ساتھ اور جو تم کماؤ گے وہ تمہارے ساتھ۔(البقرہ:۱۳۴) تم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے؟

جس نسل کے ایمان اور اتباع رسول کی تعریف اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں فرمادی اس سے بڑی منقبت اور کیا ہوسکتی ہے۔ رہا ان کا اجتہاد تو اس میں وہ مصیب ہیں اور نہیں بھی۔کیا مجتہد کی خطأ اللہ تعالی کے نزدیک بڑا گناہ ہے؟ اس لئے ان کے مشاجرات میں اہل سنت کا عقیدہ،نبوی تعلیم کے عین مطابق ہے۔جب حیات نبوی میں صحابی رسول کی بڑی غلطی رب غفور معاف کرسکتا ہے اور ان کی توبہ قبول کرسکتا ہے تو ہم اس خدائی منصب کو اپنے جذبات کے ماتحت کرنے والے کون؟ یا جسے سزا دے کر زبان نبوت،توبہ نصوح قرار دے اور جنت کی نہروں سے لطف اندوز ہونے کی اطلاع دے ہم انہیں۔۔اوباش یا چکلہ چلانے والی۔۔کہنے والے کون؟ ایسی تبرا بازی تو ائمہ اسلام نے کبھی نہیں کی۔

ائمہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص میں شادی شدہ ہونے کی تمام شرائط پائی جائیں اور وہ نکاح کے بعد بیوی دیدہ ہو یعنی محصن مسلم ہو۔وہ ایسی عورت سے بدکاری کرے جس میں شادی شدہ ہونے کی تمام شرائط موجود ہوں یعنی وہ عورت آزاد، بالغ، عاقل اور نکاح کے بعد شوہر دیدہ اور مسلمان ہو تو یہ دونوں بدکاری کے مجرم ہیں لہٰذا دونوں کو سنگ سار کیا جانا فرض ہے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالاً مِنَ اللّٰهِ۔ یعنی بڑی عمر کا مرد اور بڑی عمر کی عورت اگر زنا کریں تو بہر حال لازم ہے کہ عذاب الٰہی کے طور پر ان کو سنگ سار کیا جائے۔متفق علیہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلثَّيِّبُ الزَّانِىْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهٖ، اَلْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔
کسی مسلمان کا خون حلال نہیں بجزان تین صورتوں کے: کوئی شادی شدہ شخص بدکاری کرے یا جان کے بدلے جان اس کی لی جائے یا اپنے دین اسلام کو چھوڑ کر ملت سے الگ ہو جائے۔ متفق علیہ

یہ حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ، ابو ہریرہ، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ آپ ﷺ کی یہ حدیث بھی پیش نظر رہے:

اِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، اَوْ كَانَ الْحَمْلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ۔ سنگ ساری کی سزا اس شخص کے لئے کتاب اللہ کی رو سے فرض الٰہی ہے جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کی ہو۔ اس میں خواہ مرد ہو یا عورت۔ بشرطیکہ گواہوں سے یہ جرم ثابت ہو جائے یا حمل ہو گیا ہو یا مجرم خود اپنے اس جرم کا اعتراف کرلے۔ متفق علیہ

جناب رسالت مآب ﷺ نے ماعز اسلمیؓ کو اور غامدیہؓ خاتون کو سنگ ساری کی سزا دی۔ خلفائے راشدین نے اسی سزا کو جاری رکھا جس کی مخالفت کسی نے نہیں کی۔ چالیس سے زائد صحابہ کرام اس سزا کے شاہد ہیں۔ شیعہ مکتب فکر کو بھی اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ رجم کو ہم اسے صرف زنا کے عادی کے لئے خاص کر دیں یہ تو رسول اللہ ﷺ کی تفسیر نہیں۔ مزید یہ کہ اگر کوئی شادی شدہ پہلی بار زنا کر بیٹھے تو اسے کس زمرے میں شمار کیا جائے گا؟ محض مسئلہ رجم سے اختلاف اور اسے زوردار بنانے کیلئے زبان وقلم کا یہ استعمال کہ صحابی رسول کو بدخصلت، غنڈہ، کٹر منافق اور صحابیہ سیدہ غامدیہ رضی اللہ عنہا کو زیریز میں پیشہ کرنے والی تک نعوذ باللہ لکھ دینا یا کہہ دینا کون سا دینی اخلاق ہے؟ ہماری اسی بے حسی نے غیروں کو دین پر باتیں چھانٹنے کا موقع دیا کہ بڑی بے رحمانہ اور ظالمانہ سزا ہے۔ مگر زنا جیسے مکروہ اور قبیح فعل پر ہمیں گھن تک نہ آئی۔ قلم وزبان خشک ہو گئے بلکہ بدبودار اور گٹر زدہ حضرات کی صف میں جا کھڑے ہوئے۔ کیا یہ حرمتوں اور عصمتوں کو پامال کرنے اور حرام کاری کو فروغ دینے کی بلاواسطہ دعوت نہیں جس نے مسلم معاشرہ کی چولیں تک ہلا دی ہیں۔ یاد رکھئے! چادر اور چار دیواری کی حفاظت کے لئے نبی محترم کا عطا کردہ نسخہ رجم ہی صحیح شرعی نسخہ ہے۔

تعجب ہے کہ متنوع احادیث کو جوڑ کر صاحب تدبر نے محض ان الفاظ کا انتخاب کیا جن میں مذمت کا پہلو نکلتا ہے۔ آخر صحابی رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا صحابیہ رسول کا یہ ایمانی احساس قابل نفرین افسانہ کیسے بن گیا اور قرآن کی تفسیر کیونکر ٹھہرا۔ ذرا صحیح مسلم کے الفاظ حدیث دیکھئے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ،اَنَّ مَاعِزَبْنَ مَالِكٍ الْاَسْلَمِیَّ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!اِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَزَنَیْتُ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِیْ۔فَرَدَّهٗ۔فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَاهُ فَقَالَ:یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ قَدْ زَنَیْتُ۔فَرَدَّهُ الثَّانِیَةَ۔فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ:اَتَعْلَمُوْنَ بِعَقْلِهٖ بَاْسًا تُنْكِرُوْنَ مِنْهُ شَیْئًا؟فَقَالُوْا:مَا نَعْلَمُهٗ اِلَّا وَفِیَّ الْعَقْلِ،مِنْ صَالِحِیْنَا فِیْمَا نَرٰی۔فَاَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِمْ اَیْضًا فَسَاَلَ عَنْهُ فَاَخْبَرُوْهُ:اَنَّهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ وَلَا بِعَقْلِهٖ۔فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةُ حُفِرَ لَهٗ حُفْرَةٌ ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔ سیدنا بریدہؓ بیان کرتے ہیں: ماعز اسلمیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا ہے اور بدکاری کر بیٹھا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک وصاف کر دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس بھیج دیا۔ دوسرے روز پھر وہ آ حاضر ہوئے اور وہی بات دوبارہ عرض کی۔ آپ ﷺ نے پھر انہیں واپس کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے رشتہ داروں کی طرف اپنا ایک قاصد بھیج کر معلوم کرایا کہ ماعز اسلمی کی عقل وفہم میں یا اس کی کسی عمل یا حرکت میں کوئی ناپسندیدگی تو نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا: جہاں تک ہم جانتے ہیں وہ تو صحیح العقل ہیں اور ہمارے نیک انسانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ پھر ماعز تیسری بار آئے۔ ایک بار پھر آپ ﷺ نے ان کے رشتہ داروں سے وہی کچھ معلوم کرایا کہ ماعز رضی اللہ عنہ تم میں کیسے ہیں؟ سب کا وہی کہنا تھا جو انہوں نے پہلے کہا تھا۔ چوتھی بار پھر وہ آئے۔ اس مرتبہ آپ ﷺ نے ایک گڑھا کھدوایا اور رجم کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ رجم کیے گئے۔

ماعز اسلمیؓ کو اوباش وغیرہ لکھنے سے قبل کاش اس گناہ کا درد اور رب قہار کے حضور پیشی کے خوف کو محسوس کر لیا ہوتا جو ماعز رضی اللہ عنہ کو خود بخود عدالت نبوی میں لے آیا اور جسے علم بھی ہے کہ اس کی سزا سوائے موت کے اور کچھ نہیں۔ مگر ماعزؓ کی نظر آخرت پر تھی جسے دنیا دار دانش وروں نے دنیا کی نظر سے دیکھا۔ ماعزؓ نے چاہا کہ دنیا کی رسوائی تو برداشت کی جا سکتی ہے مگر آخرت کے میدان محشر کی نہیں۔ ذرا فرق دیکھئے نبوی گفتگو میں اور تدبر قرآن کے فاضل مصنف کی گفتگو میں:

صاحب تدبر کا انتخاب اور ماعز اور غامدیہ رضی اللہ عنہما پر انہیں چسپاں کرنا:

۱۔ لَهٗ نَبِیْبٌ كَنَبِیْبِ التَّیْسِ۔۔۔ وہ بکرے کی طرح آواز نکالتا ہے۔ یعنی شدت شہوت کی وجہ سے بدکاری کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: ماعز اور غامدیہ کا مفصل واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ مگر اسے بیان کرنے کی بجائے زنا کی کراہت اور زانی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہوانہ حرکات سے متعلق جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تمام تر ان دونوں پر چسپاں کر دینا علمی اور تحقیقی دیانت کے خلاف ہے۔

دوسرا حدیث میں آپ ﷺ نے سیدنا ماعز کا نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ لفظ اَحَدُھُم فرمایا۔ جو عام ہے یعنی کوئی ایک۔ (صحیح مسلم) جو بعد کے لوگوں کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وَقَالُوا:اِنَّهُ وَفِیٌّ الْعَقْلِ۔ ماعز کے قبیلے والوں کا بیان ہے کہ وہ بہت اچھی عقل رکھتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

۲۔ اسی طرح یہ انتخاب: مَا اسْتَغْفَرَ لَهُ وَلاَ سَبَّهُ، ابوداؤد میں ہے: وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ یعنی ماعز کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ جس کا جواب یہ ہے: استغفار اس لئے نہیں کیا کہ یہی حد ان کے گناہ کا کفارہ ہوگئی۔ کیونکہ اسی نے اب انہیں پاک کر دیا تھا۔ نیز عدم استغفار ابتداء میں اس لئے بھی نہیں کیا کہ کہیں دوسرا زانی اس دھوکے میں نہ رہے۔ چلیں رسول اللہ میری بخشش کے لئے دعا تو کر دیں گے۔ صحابہ کہتے ہیں: ذَكَرَ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ یعنی ان کو آپ ﷺ نے بڑے اچھے کلمات سے یاد کیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (صحیح بخاری)

۳۔ یہ انتخاب بھی: دو آدمیوں نے کہا: رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ۔ کہ اسے کتے کی طرح سنگ سار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب بھی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: اِنَّهُ لَيَنْغَمِسُ الْآنَ فِيْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔ کہ ماعز اب جنت کی نہروں میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اسی طرح لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ ایک قوم پر تقسیم کی جائے تو ان پر وسیع ہو جائے۔ (صحیح مسلم)

☆ دوسرا جرم زنا سیدہ غامدیہؓ سے ہوا۔ مقام رب کے خوف نے انہیں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ذرا ان کا درد محسوس کیجئے اور سوچئے کہ دنیا کے بکھیڑوں میں گناہ کو فراموش کرنے کی بجائے کیا واقعی اس گناہ کی ٹیس ایسی ہوتی ہے کہ اسے سال بھر بھلایا نہ جا سکے۔ یہ معصومہ بھی کیا کرتی ہے۔ ذرا اس کی بے چین کیفیت کو دیکھئے۔

قَالَ: فَجَائَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِيْ، وَاِنَّهُ رَدَّهَا، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: لِمَ تَرُدُّنِيْ؟ لَعَلَّكَ اَنْ تَرُدَّنِيْ كَمَا رَدَدْتَّ مَاعِزًا۔ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَحُبْلٰى۔ قَالَ: اِمَّالاَ فَاذْهَبِيْ حَتّٰى تَلِدِيْ۔ فَلَمَّا وَلَدَتْ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِيْ خِرْقَةٍ، قَالَتْ: هٰذَا قَدْ وَلَدْتُّهُ۔ قَالَ: اِذْهَبِيْ فَاَرْضِعِيْهِ حَتّٰى تُفْطِمِيْهِ، فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِيْ يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ، فَقَالَتْ: هٰذَا، يَانَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهُ، وَقَدْ اَكَلَ الطَّعَامَ، فَدَفَعَ الصَّبِيَّ اِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا اِلٰى صَدْرِهَا، وَاَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا۔ فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ، فَرَمٰى رَاْسَهَا، فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ، فَسَبَّهَا، فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ سَبَّهُ اِيَّاهَا۔ فَقَالَ: مَهْلاً! يَا خَالِدُ! فَوَالَّذِيْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً،لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مُكْسٍ لَغُفِرَ لَهٗ۔ثُمَّ اُمِرَ بِهَا فَصَلّٰی عَلَیْهَا فَدُفِنَتْ۔ (کتاب الحدود: ١٦٩٦) بریدہؓ کہتے ہیں کہ پھر غامدیہ آئیں۔انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں بدکاری کر بیٹھی ہوں مجھے پاک کیجئے۔آپ ﷺ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔دوسرے روز پھر آ گئیں کہنے لگیں: اللہ کے رسول! آپ مجھے کیوں واپس بھیج دیتے ہیں۔آپ مجھے شاید اسی طرح واپس لوٹا رہے ہیں جیسے ماعز کو لوٹایا، بخدا میں تو حاملہ ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تو نہیں۔جاؤ بچہ جن دو پھر۔چنانچہ بچہ جننے کے بعد اسے کپڑے میں لپیٹے آ حاضر ہوئیں۔کہنے لگیں: یہ وہ بچہ ہے جسے میں نے جن دیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی جاؤ، بچے کو دودھ پلاؤ یہاں تک کہ روٹی کھانے کے قابل ہو جائے۔چنانچہ بچے کا جب دودھ چھوٹا تو اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دے کر پھر حاضر ہوئی اور عرض کی اللہ کے رسول! میں نے دودھ چھڑا دیا ہے اور اب کھانا کھانے لگا ہے۔آپ ﷺ نے بچے کو کسی مسلمان کے سپرد کیا اور ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا جو اس کے سینے تک گہرا تھا۔لوگوں کو آپ نے فرمایا: اسے رجم کرو۔چنانچہ انہوں نے اسے رجم کیا۔خالد بن ولید بھی ایک پتھر لائے اور ان کے سر پہ مارا جس سے ان کا خون پھوٹ کر خالد کے چہرہ پر آیا۔خالد نے انہیں برا بھلا کہا۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ گالی سنی تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس خاتون نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر محصول لینے والا بھی ایسی توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی قبول ہو جائے۔پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی اور یوں وہ دفن کی گئیں۔

دوسری روایت میں ہے:

سیدنا عمرؓ نے عرض کی۔آپ اس خاتون کا جنازہ پڑھائیں گے اللہ کے رسول! جس نے زنا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس خاتون نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ستر اہل مدینہ پر بھی تقسیم کر دی جائے تو بھی ان سے زیادہ وسیع ہوگی۔عمر: کیا ایسی توبہ سے بھی افضل توبہ ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنی جان کا نذرانہ رب کے حضور پیش کر دیا؟ (اس بدلے میں کہ اللہ مجھے معاف کر دے) (صحیح مسلم:١٦٠٦)

سبحان اللہ! کیا تقوی اور مقام بزرگی ہے جو محض اپنی بخشش کے لئے جان کا نذرانہ دے کر اس محترم خاتون نے حاصل کیا ہے۔جو زاویہ نشین ہو کر قلم دردست لینے سے نہیں ملتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر القرون کا تعلیمی وتدریسی منہج حدیث

☆......وفاتِ رسول ﷺ ۱۱ھ کو ہوئی۔ تقریباً ۴۰ھ تک اکابر صحابہ فوت ہو چکے تھے۔ ۶۰ھ تک اصاغر کی اکثریت بھی اپنی فانی زندگی کا چراغ گل کر چکی تھی۔ سب سے آخری صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ۱۰۸ھ میں فوت ہوئے اور یہ دور ختم ہوا۔ دورِ تابعین کا آغاز سن ۱ھ سے شروع ہوا۔ کیونکہ یہ لوگ پیدا ہونے کے باوجود متعدد وجوہات کی بناپر زیارت رسول نہ کر سکے بلکہ وفاتِ رسول کے بعد اکابر صحابہ سے مستفید ہوئے۔

☆......صحابہ رسول میں یہ شعور بھی بیدار ہو گیا کہ وفات رسول ﷺ کے بعد سنتِ رسول کو منتقل کرنے کی ذمہ داری اب ان پر ہے۔ کیونکہ دبے اور ابھرے فتنوں نے انہیں روایت حدیث اور اس کی ترویج کے لئے بہت محتاط کر دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ نابکاروں کو یہ خاموش پیغام مل جائے کہ اس راہ میں بدنیتی سے قدم رکھنا بھی ذلت ورسوائی کا سبب ہے اور غیر محتاط رویہ ان کے برے مقاصد کو پورا نہ کر سکے گا۔ صحابہ وتابعین نے درج ذیل اقدامات کئے:

☆......**مدارسۂ حدیث:** ایک دوسرے کو حدیث کی تعلیم دیتے رہنا اس کا سبق یاد دلاتے رہنا مدارسہ حدیث کہلاتا ہے۔ تا کہ زندگی اسوۂ رسول کے رنگ میں ہی ڈھلی رہے۔ صحابہ کرام کو یہ حدیث بہت کام آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تَسْمَعُوْنَ، وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ، وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ۔ تم حدیث سن رہے ہو اور تم سے یہ سنی بھی جائے گی اور اس سے بھی سنی جائے گی جو تم میں سن رہا ہے۔ (ترمذی: باب ذم الإکثار من الروایۃ)

سیدنا ابن عباسؓ حدیث سننے کے لئے عین دوپہر کے وقت بزرگ انصار صحابہ کے گھر آتے اور ان کی نکلنے تک باہر انتظار میں بیٹھے رہتے۔ اس لئے کہ علم کی ضرورت انہیں تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ طلبہ سے فرمایا کرتے:

تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تَسَوَّدُوْا۔ لیڈر بننے سے پہلے علم سیکھ کر سمجھ لو۔

طلبۂ حدیث کو ابھارا کرتے:

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالسُّنَّةَ كَمَا تَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ علم فرائض اور سنت کو اسی طرح سیکھا کرو جس طرح تم قرآن کو سیکھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔(فتح الباری:۱/ ۱۶۵)،(جامع بیان العلم:۲/ ۳۴)

انہوں نے اپنی سلطنت کے ذمہ دار حضرات کو یہ لکھا:

اَنْ يَتَعَلَّمُوا السُّنَّةَ وَالْفَرَائِضَ وَاللَّحْنَ يَعْنِي النَّحْوَ كَمَا يَتَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ۔ لوگ سنت، فرائض اور لحن کو یعنی نحو کو اس طرح سیکھیں جس طرح وہ قرآن سیکھتے ہیں۔

ان کی کوشش یہ بھی ہوتی کہ علم کو بہر صورت دوسروں تک پہنچا دیا جائے۔ اس کی حکمت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ یہ فرمایا کرتے:

تَزَاوَرُوْا وَتَذَاكَرُوا الْحَدِيْثَ فَاِنَّكُمْ اِلَّا تَفْعَلُوْا يَدْرُسُ۔ ایک دوسرے کو ملا کرو اور باہم مذاکرہ حدیث کیا کرو اگر ایسا نہیں کروگے تو یہ علم مٹ جائے گا۔(معرفۃ علوم الحدیث:۶۰)

سیدنا ابن مسعودؓ کا کہنا ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ قَبْلَ اَنْ يُقْبَضَ، وَقَبْضُهُ ذَهَابُ الْعُلَمَاءِ۔ علم (حدیث) کا سیکھنا اپنے اوپر لازم کرلو اس سے پہلے کہ وہ ختم ہو جائے اور اس کا ختم ہونا علماء کا چلے جانا ہے۔

☆......سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں سرکاری سطح پر اس کام کو ہنگامی انداز میں کروا ڈالا۔ جس کی وجہ انہوں نے بھی علماء حدیث کو یہ بتائی:

فَاِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ۔ مجھے حدیث کے ختم ہونے اور علماء کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے۔

دونوں عہد کے معاصرین، حدیث کو سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کا کام بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔

☆......ابوالزناد کہتے ہیں: ہم صرف حلال وحرام کی احادیث لکھا کرتے۔ مگر ابن شہابؒ ہر کسی شے کو لکھ لیا کرتے۔ جب ان کی ضرورت پڑی تو مجھے حیرت ہوئی کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں۔

☆......ہشامؒ بن عروہ کا عہدِ یزید بن معاویہ میں واقعۂ حرہ میں کتب خانہ جل گیا۔ کہا کرتے: کاش میرے پاس میرے اہل ومال کی بجائے میری کتب ہوتیں۔

★......**مذاکرۂ حدیث:** ایک دوسرے کو احادیث سنانا تاکہ اچھی طرح یاد ہو جائیں اسے مذاکرہ حدیث کہتے ہیں۔ صحابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام مذاکرہ حدیث کرتے تھے۔ یہی ان کی گفتگو کا محور ہوتی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَكُوْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ فَعَسٰى اَنْ تَكُوْنَ سِتِّيْنَ رَجُلاً، يُحَدِّثُنَا الْحَدِيْثَ ثُمَّ يُرِيْدُ الْحَاجَةَ، فَنَتَرَاجَعُهُ بَيْنَنَا، فَنَقُوْمُ كَاَنَّمَا غُرِسَ فِي قُلُوْبِنَا۔ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں تقریباً ساٹھ کے قریب لوگ موجود ہوتے آپ ﷺ ہمیں حدیث بیان فرماتے پھر کسی کام کے لئے آپ ﷺ تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں اس حدیث کی مراجعت کرتے۔ جب کھڑے ہوتے تو ہمارے دلوں میں وہ حدیث گڑ چکی ہوتی۔ (الالماع: ۱۴۲)

یہ اصحاب صفہ بھی آپ ﷺ کے مختلف خطبات اور احادیث کو بخوبی یاد کرتے:

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَسْمَعُ مِنْهُ الْحَدِيْثَ فَاِذَا قُمْنَا تَذَاكَرْنَاهُ فِيْمَا بَيْنَنَا حَتّٰى نَحْفَظَهُ۔ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں ہوتے اور آپ کی احادیث سنتے۔ پھر جب علیحدہ ہونے کے لئے کھڑے ہوتے تو ہم آپس میں ان کا مذاکرہ کر لیتے یہاں تک کہ ہم انہیں یاد کر لیتے۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۴۶)

ابوسعید خدریؓ شاگردوں کو فرماتے ہیں:

تَذَاكَرُوا الْحَدِيْثَ فَاِنَّ الْحَدِيْثَ يَهِيْجُ الْحَدِيْثَ۔ حدیث کا باہم مذاکرہ کیا کرو کیونکہ ایک بات دوسری بات کو ابھارتی ہے۔ مراد بات سے بات نکلتی ہے۔ (سنن دارمی، باب مذاکرۃ العلم)

سیدنا ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَرْوِيَ حَدِيْثاً فَلْيُرَدِّدْهُ ثَلاَثاً۔ جب تم میں کوئی حدیث روایت کرنا چاہے تو اسے تین بار اسے دہرا لینا چاہئے۔ (دارمی، حوالہ بالا)

سیدنا علقمہؒ فرماتے ہیں:

تَذَاكَرُوا الْحَدِيْثَ فَاِنَّ ذِكْرَهُ حَيَاةٌ۔ حدیث کا آپس میں ذکر کیا کرو کیونکہ اس کا ذکر حدیث کی زندگی ہے۔ (دارمی، حوالہ بالا)

بعض صحابہ کرام نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوتا۔ ایک حصہ نماز کا، دوسرا حصہ نیند کا اور تیسرا حصہ مذاکرہ حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنِّي لَأُجَزِّئُ اللَّيْلَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَثُلُثٌ أَنَامُ وَثُلُثٌ أَقُومُ أَيْ لِلصَّلَاةِ، وَثُلُثٌ أَتَذَكَّرُ أَحَادِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔ میں اپنی رات کو تین حصوں میں بانٹتا ہوں۔ ایک تہائی سوتا ہوں، ایک تہائی قیام کرتا ہوں اور ایک تہائی احادیث رسول کو یاد کرتا ہوں۔ (سنن دارمی: ۸۲/۱)

☆......علم صحابہ یہی حدیث ہی تھی جس کا وہ مذاکرہ کیا کرتے۔ امام حاکمؒ نے ابوعبداللہ البخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا اجْتَمَعُوا إِنَّمَا يَتَذَاكَرُونَ كِتَابَ رَبِّهِمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ لَيْسَ بَيْنَهُمْ رَأْيٌ وَلَا قِيَاسٌ۔ اصحاب رسول جب اکٹھے ہوتے تو اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کا مذاکرہ ہی کیا کرتے تھے کوئی رائے یا قیاس ان کے درمیان نہیں ہوتی تھی۔ (کتاب الفوائد از ابن القیم: ۱۵۴)

☆......وفاتِ نبوی کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی مرکز و مرجع اصحابِ رسول تھے اس لئے کہ انہیں سب سے زیادہ احادیث یاد تھیں۔ دیگر صحابہ کو اگر سفر بھی کرنا پڑا تو دنوں کی مسافتیں محض حدیث سننے کے لئے ہی طے کیں۔ ایسا بھی ہوا کہ حیاتِ نبوی میں اگر مسئلہ معلوم کرنا ناگزیر تھا تو مکہ سے مدینہ آپ ﷺ سے پوچھنے کے لئے بھی چل پڑتے۔

☆...... آپ ﷺ نے خواتین کے لئے الگ سیشن منعقد کئے اور انہیں بھی احادیث کے ذریعے سے تسلی بخش جوابات دئے۔ آپ ﷺ رسول اللہ تھے مرکزِ ملتِ عرب نہیں تھے۔ اس لئے یہی مرد و خواتین وفاتِ نبوی کے بعد بھی صفہ جیسی عظیم درس گاہ کو نہ صرف آباد کرتے رہے بلکہ دنیا کے کونے کونے میں اسی کی شاخیں بھی کھول لیں۔ یہ وہ مشن تھا جو سچے اور پر خلوص جذبہ کے ساتھ حدیث نبوی کو علمی، دینی اور ایمانی مقام دے گیا۔ ناقدرے لوگ کیا جانیں اس کی اہمیت کو۔ حدیثی ترویج وتعمیل پر نہ صرف وہ گامزن رہے بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی یہ راہ دکھادی۔

☆......تابعین کرام بھی حدیث کو تازہ رکھتے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے شاگردوں سے فرمایا:

إِحْيَاءُ الْحَدِيثِ مُذَاكَرَتُهُ، فَتَذَاكَرُوهُ۔ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ! كَمْ مِنْ حَدِيثٍ أَحْيَيْتَهُ مِنْ صَدْرِي قَدْ كَانَ مَاتَ۔ حدیث کا احیاء اس کا مذاکرہ کرنا ہے لہٰذا مذاکرہ کیا کرو۔ عبداللہ بن شداد نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے: کتنی احادیث ہیں جو آپ نے میرے سینے میں زندہ کردی ہیں جو تقریباً میں بھول گیا تھا۔ (الجامع لأخلاق: ۱۹۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم البطین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَیْتُ أَبَا یَحْیٰی الْأَعْرَجَ ۔۔وَکَانَ عَالِماً بِحَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔۔اِجْتَمَعَ هُوَ وَسَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ فِيْ مَسْجِدِ الْکُوْفَةِ فَتَذَاکَرَا حَدِیْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ میں نے ابویحییٰ اعرج کو دیکھا۔۔وہ ابن عباسؓ کی احادیث کے عالم تھے۔۔وہ اور سعید بن جبیر مسجد کوفہ میں آپس میں ملے اور ابن عباسؓ کی احادیث کا انہوں نے باہم مذاکرہ کیا۔(الجامع:۱۸۴)

☆......**ابلاغِ حدیث:** حدیث کو دوسروں تک اور بعد میں آنے والی نسلوں تک پہنچانا ابلاغ حدیث کہلاتا ہے۔صحابۂ رسول نے جو کچھ آپ ﷺ سے سیکھا اسے امانت سمجھ کر تابعین تک منتقل کیا۔آپ ﷺ کا ارشاد انہیں بخوبی یاد تھا کہ جو علم پاس ہے اسے دوسرے تک پہنچانا ہے۔سیدنا ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں:

لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ۔اَیِ السَّیْفَ الصَّارِمَ۔عَلٰی رَقَبَتِيْ ثُمَّ ظَنَنْتُ اَنِّيْ اُنْفِذُ کَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ اَنْ تُجْهِزُوْا عَلَيَّ لَاَنْفَذْتُهَا۔ اگر تم تیز دھاری تلوار بھی میری گردن پہ رکھ دو اور اس دوران مجھے علم ہو جائے کہ یہ کلمہ ہے جو میں نے نبی ﷺ سے سنا تھا تو اس سے پہلے کہ تم میری گردن کاٹو میں اسے ضرور کہہ ڈالوں گا۔(فتح الباری:۱/۹۵)

☆......ان سرگرمیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ صرف کوفہ میں سنہ ۸۰ھ سے قبل تک چار ہزار طلاب حدیث تھے جن میں چار سو علمِ حدیث حاصل کرنے کے بعد فقاہت واجتہاد کے درجے پر پہنچ چکے تھے۔(المحدث الفاصل:۸۰) سیدنا ابوالدرداءؓ کے حلقے میں جو مسجد دمشق میں ہوتا تھا تقریباً پانچ سو سے زائد طلبہ حدیثِ رسول سننے آتے۔

☆......صحابۂ رسول مختلف علاقوں میں جا بسے۔مقامی لوگ انہیں بہت شوق سے ملنے آتے تا کہ ان مقدس ہستیوں کو ذرا جا کر دیکھ سکیں جو براہ راست رسولِ خدا ﷺ سے مستفید ہوئے۔یہ صحابہ جس علاقہ میں بھی گئے لوگوں کا ازدحام ان کے استقبال کے لئے موجود ہوتا۔یہ نومسلم نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے حالات ان سے سنتے بلکہ شرعی مسائل بھی دریافت کرتے۔صحابہ رسول کی بھی کمال احتیاط تھی کہ وہ صرف حدیثِ رسول سے ہی ان مسائل کا جواب دیتے۔تعلیم کے یہ حلقے بتدریج وسیع تر ہوتے گئے کیونکہ نئی نسل میں سیرتِ رسول کو اپنانے کا جوش اور ولولہ تھا اور خدمت دین کی تڑپ بھی۔صحابہ کرام کے ان لائق شاگردوں نے بھی اپنے لکھے اور یاد کئے علم کو اپنے تدریسی حلقات میں بڑی احتیاط سے منتقل کیا۔مختلف اطراف میں قائم یہ سینکڑوں حلقات جن میں مشائخ کی لکھی کتب یا حدیث کی کتاب بیان کی جاتی تو کتاب کے اختتام پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی سینکڑوں کاپیاں بھی تیار ہو جاتی تھیں۔ یہ طلبہ اپنے لکھے نسخے میں اپنے ساتھی طلبہ کا یا اپنی اولاد وازواج کا ذکر بھی اختتامی تاریخ اور مقام سمیت کرتے تھے۔ ساتھ ہی شیخ کی تصدیق سماع کے علاوہ اجازتِ روایت بھی لکھی ہوتی۔

☆...... بڑے حلقات میں شیخ کی بات دور تک پہنچانے کے لئے املاء کرانے کے لئے مستملی (who receives and dictates loudly) ہوا کرتے۔ بعض حلقات میں ان مستملی حضرات کی تعداد تین سو سے بھی زائد بتائی گئی ہے۔ سینکڑوں کاتب بھی موجود ہوتے۔ نوجوانوں کی اکثریت ان حلقات میں شامل ہوتی۔ سیدنا ابن عباس، امام نافع، امام الثوری، عبداللہ بن مبارک، امام زہری، لیث بن سعد، احمد بن حنبل، امام مالک، شافعی، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، عبدالرزاق صنعانی، فضل بن دکین اور بخاری رحمہم اللہ وغیرہ سبھی نے بچپن سے ان حلقات میں شامل ہو کر اپنے علم کو جلا بخشی اور جوانی میں ہی اپنے علم کی دھاک بٹھائی۔ ان میں سے بعض کے مشائخ کی تعداد ایک ہزار سے بھی متجاوز ہے۔ جب کہ امام بخاری سے اسی ہزار طلبۂ حدیث نے صحیح بخاری سنی۔ اس طرح رواۃ حدیث وکتب میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ یوں ایک متن حدیث کی روایت سینکڑوں طلبہ نے جب کی تو اس کی اسانید خود بخود سینکڑوں ہو گئیں۔ یہی وہ مشکل کام ہے جو محدثین کرام کو کرنا پڑا کہ ان رواۃ یا اسانید میں کون ثقہ وصحیح ہے اور کون ضعیف؟ نقد حدیث کا یہ علم راویوں کی پہچان پر استوار ہوا جس نے مصطلحات کے ساتھ علم الرجال کو بھی وجود بخشا۔

☆☆☆☆☆

صحابہ کرام اپنی دینی معلومات براہ راست رسول محترم سے حاصل کرتے۔ آپ ﷺ بھی وحی کے مطابق ان کی راہنمائی فرماتے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد نو مسلموں نے بھی صحابہ رسول ﷺ سے نئی دینی معلومات اخذ کیں جو انہوں نے بڑی سادگی سے از روئے قرآن وسنت فراہم کیں۔ صحیح علم کا یہی ابلاغ تھا جو وہ وقت کی ضرورت سمجھتے۔ انہوں نے کبھی یہ جرات نہ کی کہ اس علم کے ہوتے ہوئے سیدنا ابوبکر وعمر یا عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کی رائے اور اقتداء کرنے پر لوگوں کو اکسائیں اور نہ ہی لوگوں کو یہ سمجھایا کہ دینی معلومات کے اخذ کرنے میں یا تو تم جاہل ہو یا مجتہد۔ یا تم میں یہ صلاحیت نہیں کہ براہ راست قرآن وسنت سے احکام استنباط کر سکو۔ اس لئے مجھ پر یا کسی بزرگ پر تمہیں اعتماد کرنا ہوگا۔ وہ دوسرے کو مرعوب کرنے کی بجائے اسے صحیح دینی معلومات فراہم کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ معلوم نہیں! کیوں آخر لوگوں کو یہ باور کرا کے انہیں مرعوب کیا جاتا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے لاگ تحقیقی اصول

☆......شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ بلاشبہ مسلمانوں کے لئے ایک بڑی آزمائش تھی۔ شریروں نے اپنے مذموم مقاصد پورے کیے۔ انہیں مزید شہ بھی ملی۔ حدیثِ رسول کو بھی انہوں نے نشانہ بنایا۔ ایسے موقع پر صحابۂ رسول جو محافظ دین وحدیث تھے انہوں نے ان آیات کی روشنی میں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ... ﴾ (الحجرات:٦) اہل ایمان اگر تمہارے پاس کوئی فاسق اہم خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

﴿ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴾ (النور:١٥) جب تم اپنی زبانوں سے اسے ایک دوسرے کو سنا رہے تھے اور تم ایسی باتیں کر رہے تھے جس کی حقیقت تم پر آشکارا نہ تھی اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی بات تھی۔

☆......جھوٹی خبر کون پھیلاتا ہے؟ اور اسے کون پہچان سکتے ہیں؟ اس آیت نے انہیں بتا دیا کہ ہر مدعی شخص اس فن کا ماہر نہیں ہوا کرتا بلکہ چند مخصوص لوگ ہوا کرتے ہیں:

﴿ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۚ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۚ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾

(النسآء:٨٣) اور جب ان کے پاس امن یا جنگ سے متعلق کوئی بات آتی ہے تو وہ فوراً اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اگر وہ اسے اللہ کے رسول یا اپنے میں سے کسی صاحب امر تک پہنچاتے تو ان میں سے تہہ تک پہنچنے والے فوراً جان لیتے اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے سوائے چند ایک کے۔

☆......انہیں یہ ارشاداتِ رسول بھی یاد تھے:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا (وَفِي رِوَايَةٍ: اِثْمًا) اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔ (مقدمہ صحیح مسلم:٥) آدمی کے لئے جھوٹا ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ایک روایت کے مطابق گناہ گار ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جو سنے اسے آگے بیان کر دے۔

مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ۔ (مسند احمد: ۲۵۲/۴) جس نے مجھ سے کوئی حدیث بیان کی اور وہ دیکھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

ذیل کے چند اہم اصول ان کے پیش نظر رہے۔ جن میں توثیق راوی، تحقیق روایت اور احتیاط روایت سرفہرست تھے۔

۱۔ روایتِ حدیث میں حد درجہ احتیاط:

☆...... صحابہ کرام کی طرح مقتدر تابعین بھی روایت اور قبولِ حدیث میں محتاط تھے۔ احادیث کو وہ نقد سے گذارتے اور استفتاء پر ذاتی رائے دینے کی بجائے صرف حدیث ہی سنا دیا کرتے۔ بلکہ ان کی تمنا یہ ہوتی کہ کاش کوئی اور ہو جو سوال کا جواب اس حدیث سے دے۔ یا سائل کو اسی کے پاس بھیج دیتے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ کبیر تابعی، فرماتے ہیں: میں نے مسجد نبوی میں ۱۲۰ ایسے صحابۂ رسول کو پایا جن میں کسی کو اگر حدیث بیان کرنا ہوتی تو اس کی خواہش یہی ہوتی کہ کوئی اور صحابی بھائی اسے بیان کرے۔ اور جسے فتوی دینا ہوتا وہ بھی یہی خواہش رکھتا۔ (کتاب الزہد از ابن مبارک: ۵۸)

☆...... سیدنا زبیرؓ اپنے بیٹے عبداللہ کو حدیث بیان نہ کرنے کا سبب یہ بتاتے: جب سے میں اسلام لایا ہوں میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔ جبکہ آپ ﷺ کے ساتھ میرا ایک رشتہ بھی تھا۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی حدیث پیش کرتے وقت اس میں کمی یا بیشی نہ کر بیٹھوں اور مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا حدیث کا مصداق نہ بن جاؤں۔ (مسند احمد: ۱۴۱۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی خیال ہے۔ فرماتے ہیں: اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ میں حدیث بیان کرتے وقت غلطی کروں گا تو میں تمہیں وہ کچھ سناتا جو میں نے آپ ﷺ سے سنا۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا۔ (سنن دارمی: ۲۴۱)

ابن مسعود ہوں یا ابوالدرداء رضی اللہ عنہما جب بھی حدیث رسول بیان کرنے کا سوچتے تو ڈر سے کانپنے لگتے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ (ابن ماجہ: ۲۳)

۲۔ روایت کی توثیق:

☆...... آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایلاء کیا مگر بات یوں پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس خبر کی توثیق کے لئے پہلے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر اجازت لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور عرض کی: میں مسجد گیا۔ وہاں مسلمان اس خبر پر بہت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی!!! کیا میں ان کے پاس جاؤں اور خبر دوں کہ آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر تم چاہو تو۔ (متفق علیہ)

☆......ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ محض یہ جاننے کے لئے آپ ﷺ کے پاس آئے کہ قاصد جو خبر آپ ﷺ کی طرف سے ان کی قوم کے پاس لایا تھا اس کی توثیق کر لوں۔ انہوں نے سوال بھی یوں شروع کیا:

اَتَانَا رَسُوْلُكَ، فَزَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ صَدَقَ۔ قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ؟ قَالَ ﷺ: اَللّٰهُ۔ قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ۔ قَالَ: فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ، وَجَعَلَ فِيْهَا مَا جَعَلَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ۔ قَالَ: فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ۔۔ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔۔۔ ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا جس نے ہمیں یہ بتایا کہ آپ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بالکل اس نے سچ کہا۔ اس نے عرض کی: یہ آسمان کس نے بنایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا: زمین کا خالق کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ۔ کہا: کس نے یہ پہاڑ گاڑے ہیں اور ان میں جو کچھ بنایا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آسمان پیدا کیا اور زمین بنائی اور پہاڑ گاڑے۔۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہاں! بالکل۔۔۔

☆......وہ ایک دوسرے کے بارے میں برملا کہا کرتے: وَمَا كَانَ بَعْضُنَا يُكَذِّبُ بَعْضًا ہم میں کوئی ایک دوسرے کو جھوٹا نہیں کہتا تھا۔ مگر روایت کی توثیق پھر بھی چاہتے۔ شاہد کی ضرورت پڑتی تو وہ بھی پیش کر دیتے۔ تاکہ غلطی میں پڑنے کا امکان نہ رہے۔ دین کا معاملہ تھا اور خائف تھے کہ کہیں ہماری کوتاہی سے دین رسول اللہ ﷺ امت تک غلط نہ پہنچ جائے۔ جیسے دادی کی میراث کے مسئلے میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے برسر عام گواہی دی۔ (سنن الترمذی ح: ۲۱۰۱)

اسی طرح ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث استئذان پر سیدنا عمرؓ نے گواہ طلب کیا تو ابیؓ بن کعب نے گواہی دی اور پھر سیدنا عمرؓ کا ابوموسیٰؓ کو یہ فرمانا:

اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَتَّهِمْكَ يَا اَبَامُوْسٰى وَلٰكِنْ خَشِيْتُ اَنْ يَّتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح بخاری ح:۵۸۹۱، صحیح مسلم د:۲۱۵۳) ابوموسیٰ! میں آپ کو حدیث کے بارے میں متہم نہیں کر رہا بلکہ مجھے ڈر یہ ہے کہ لوگ کہیں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ گھڑنا شروع نہ کر دیں۔

گویا خلیفہ محترم نے خاموش پیغام دیا کہ حکومتِ وقت بھی سنت کی محافظ ہے اور کسی کو یہ اجازت نہیں کہ سنت کے خلاف چلے اور غلط خیالات کو پھیلائے۔ یہ پیغام بھی تھا کہ اگر خلیفۂ وقت ابوموسیٰ اشعریؓ سے حدیث کے بارے میں باز پرس کر سکتے ہیں تو حدیث میں نقب لگانے والے بھی جواب دہی کے لئے تیار رہیں۔ اس لئے روایت حدیث میں سب محتاط ہو گئے۔ یہ سختی محض دین کے تحفظ کے لئے تھی اور اس لئے بھی کہ بھولے لوگ کہیں اسے غیر اہم نہ سمجھ لیں۔ یا اس کے ظاہری مفہوم میں مین میکھ نکالنا شروع کر دیں۔ یا احادیث کے حکم کو باطن پر محمول کر بیٹھیں۔ یا جو بھی حدیث بیان کرے وہ فقاہت کا دعوی بھی کر بیٹھے۔ یا کوئی حدیث کی روایت میں صحابہ کرام کے تساہل کو اچھالے اور اسے مشکوک معاملہ بنانے کی کوشش کرے۔ گویا آپ رضی اللہ عنہ کے یہ اقدام اس بشارت کے مصداق تھے:

اِنَّ اللّٰهَ نَزَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ: اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر اتارا ہے۔ (مسند احمد: ۲/۴۰۱)

اِنْ يَّكُنْ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مُحَدَّثُوْنَ فَعُمَرُ مِنْهُمْ۔ اگر اس امت میں کوئی ملہم ہیں تو عمر انہی میں سے ہیں۔ (متفق علیہ)

اس لئے امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب **جامع بیان العلم** میں نئے مسلمانوں اور قرآن کریم کی مبادیات سے ناواقف لوگوں کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ان سخت رویوں کی وضاحت یوں فرمائی: بَابُ ذِكْرِ مَنْ ذَمَّ الْاِكْثَارَ مِنَ الْحَدِيْثِ دُوْنَ التَّفَهُّمِ لَهُ وَالتَّفَقُّهِ فِيْهِ۔ جنہوں نے حدیث کو سمجھے بغیر یا حدیث میں تفقہ کے بغیر بکثرت احادیث بیان کیں۔ ان کی مذمت۔ ان کا یہ مشہور قول بھی نقل کرتے ہیں:

سَيَأْتِيْ قَوْمٌ يُجَادِلُوْنَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ فَاِنَّ اَصْحَابَ السُّنَنِ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ (۲/۱۲۳) کچھ لوگ آ کر قرآن کریم کے شبہات کو پیش کر کے تم سے جھگڑیں گے۔ تم (مرعوب ہوئے بغیر) انہیں سننِ رسول سے قابو کرنا اس لئے کہ سنن والے ہی کتاب اللہ کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔

۳۔ حلف لی جائے: سیدنا علیؓ فرماتے ہیں:

كُنْتُ اِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثًا نَفَعَنِيَ اللّٰهُ بِمَا شَاءَ مِنْهُ، وَاِذَا حَدَّثَنِيْ غَيْرُهُ اِسْتَحْلَفْتُهُ، فَاِذَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَلَفَ لِیُ صَدَّقْتُہُ۔ (مسند احمد:۱/۱۵۴) میں جب بھی آپ ﷺ سے حدیث سنتا تو مجھے اس سے جو بھی فائدہ اللہ دیتا میں اٹھاتا اور جب کسی اور سے حدیث رسول سنتا تو اس سے قسم اٹھواتا جب وہ قسم اٹھالیتا تو میں اس کو سچا مان لیتا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ اصول غالبًا اپنے دورِ خلافت میں لاگو کیا کیونکہ دوسطری حدیث کوفہ سے بالشت برابر نکلتی۔ فتنوں کی سرزمین تو آپ ﷺ نے نجد عراق قرار دی تھی۔ اس لئے کوفہ کے لوگ جھوٹ میں طاق اور روایتِ حدیث میں انتہائی غیر محتاط تھے۔ ورنہ سیدنا علیؓ نے سیدنا مقدادؓ بن عمرو کی حدیث کو بغیر قسم کے قبول کیا۔ یا سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی حدیث میراث کو بھی بغیر حلف کے مان لیا۔

☆......روایتِ حدیث میں سخت احتیاط شہادت عثمان کی وجہ سے نہیں بلکہ شہادت فاروق اعظم سے بھی پہلے کی عادت ہے۔ ثبوت مانگنے کی عادت نے آخر کہیں تو جھوٹ کو ظاہر کرنا تھا۔ خصوصاً جب فتنے اور جھوٹ کا بولنا عام ہو جائے۔ اس سختی سے سنت کے بچاؤ کا راستہ نکل آیا۔ ثبوت مانگے جانے لگے اور معاملات بگڑنے کی بجائے سدھر گئے۔

۴۔ طلب علم کے لئے رحلہ:

یہ سنتِ موسوی ہے کہ محض حصول علم کے لئے کٹھن سفر کیا جائے اور جس کے پاس رشد وہدایت ہو اسی کے پاس جایا جائے۔ صحابۂ رسول نے بھی اس سنت کو صرف علم حدیث کے حصول کے لئے زندہ کیا۔ وہ بھی مجمع البحرین تک پہنچے اور زمانہ بھر چلتے رہنے میں فخر محسوس کرتے۔ ایک حدیث کی خاطر شہر شہر اور قصبہ قصبہ گئے خواہ انہیں صحراؤں اور ریگزاروں کی گرمی اور پیاس برداشت کرنا پڑی۔ یہ سفری مشقت محض کثرت روایات سے پرہیز اور حدیث کو قبول کرنے میں حزم واحتیاط پر قائم تھی نیز بالمشافہ علم کا حصول اس پر مستزاد تھا۔ مسند احمد (۴/۱۵۳) میں ہے: سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے محض اپنی یادداشت کی تصدیق کے لئے صرف حدیث مَنْ سَتَرَ مُؤْمِنًا فِی الدُّنْیَا عَلَی خِزْیَۃٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حجاز سے مصر تک کا سفر کیا۔ عقبہ بن عامرؓ سے یہ حدیث سننے کے بعد فوراً ہی اپنی سواری پر بیٹھ کر واپس مدینہ پلٹ آئے۔ سیدنا عقبہؓ بن عامر کا ذاتی مسئلہ مکہ میں کھڑا ہوا تو سواری پر بیٹھ کر مدینہ آئے اور رسول اکرم ﷺ سے اپنی اس مشکل کا حل چاہا جو آپ ﷺ نے آگاہ فرمادیا۔ سیدنا جابرؓ بن عبداللہؓ نے کسی سے ایک حدیث سنی مگر اس کے اصل راوی شام میں تھے۔ محض ان سے سننے کی خاطر سواری خریدی اور کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد جب وہاں پہنچے تو عبداللہ بن ابی انیس انصاریؓ نے ان کا استقبال کیا۔ ان سے عرض کی کہ مجھے علم ہوا کہ آپ کے پاس ایک حدیث رسول ہے جو محض سننے آیا ہوں کہ کہیں آپ سے سنے بغیر میں فوت ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاؤں یا آپ کا یہ علم ہم سے رہ جائے۔ انہوں نے اس موقع پر وہ حدیث سنا دی جس کے الفاظ یہ تھے:

يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ اَوِ النَّاسَ۔۔وَاَوْمَا بِيَدِهٖ اِلَى الشَّامِ۔۔عُرَاةً غُرْلاً بُهْمًا،قُلْتُ:مَا بُهْمًا؟ قَالَ:لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ۔۔ (مسند احمد:۳/۴۶۵) اللہ تعالیٰ بندوں یا لوگوں کو محشر میں جمع کرے گا۔۔۔اور آپ نے شام کی طرف اشارہ فرمایا۔۔۔وہ ننگے اور بغیر ختنہ کے ہوں گے۔ میں نے عرض کی: بہم کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔

☆.....طلبِ علم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضروری علم کے حصول کے لئے خروج کا تقاضا کیا ہے۔ اور یہ سفر مستحب ہوگا اگر مزید طلبِ علم کی خواہش ہو۔ اور یہ سفر اس صورت میں مکروہ ہوگی جب علم اپنے شہر میں موجود ہو۔ یہی سفر اس صورت میں حرام ہوگا جب بیوی بچوں کا یا والدین کا انحصار طالب علم پر ہو اور وہ کس مپرسی کی حالت میں انہیں چھوڑ کر چلا جائے۔ یا پھر سفر کا مقصد ریا و طلبِ شہرت ہو خواہ وہ عَنْ فُلَانٍ یا قَالَ فُلَانٌ بھی کیوں نہ کہے۔

اس کے اثرات:

صحابہ کے شاگردوں نے بھی تلاش حدیث کے لئے سفر کو اپنا شعار بنالیا۔ حتی کہ اگر کسی کو معتمد راوی سے حدیث مل بھی جاتی اور یہ علم بھی ہو جاتا کہ جس سے حدیث سنی گئی ہے وہ مدینہ میں حیات ہیں۔ تو خود سواری خرید کر مدینہ منورہ کا رخ کرتے اور ان سے بلا واسطہ حدیث رسول سن لیتے۔ امام سعیدؒ بن المسیب فرماتے:

اِنْ كُنْتُ لَاَرْحَلُ الْاَيَّامَ وَاللَّيَالِيَ فِي طَلَبِ الْحَدِيْثِ الْوَاحِدِ۔ (الکفایۃ:۴۰۲) میں ایک ہی حدیث کی طلب میں کئی دن اور رات سفر کرتا اور یہ ساری مشقت میں پیدل برداشت کرتا تھا۔

......امام شعبیؒ فرمایا کرتے:

لَوْ اَنَّ رَجُلاً سَافَرَ مِنْ اَقْصَى الشَّامِ اِلَى اَقْصَى الْيَمَنِ،لِيَسْمَعَ كَلِمَةَ حِكْمَةٍ،مَا رَاَيْتُ اَنَّ سَفَرَهُ ضَاعَ۔ اگر ایک شخص شام کے ایک کونے سے یمن کے آخری کونے تک ایک حکیمانہ بات (حدیث) سننے کے لئے سفر کرے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کا سفر رائیگاں گیا۔ (جامع بیان العلم:۱/۹۵)

انہوں نے کسی کو مسئلہ بتاتے وقت فرمایا: اَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ كَانَ يُرْحَلُ فِيْمَا دُوْنَهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ ہم نے تمہیں یہ حدیث مفت دے دی ورنہ اس سے بھی کم مسئلے کے لئے لوگ شام سے مدینہ کا رخ کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

......ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں:

مجھے علم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث (اِنَّ اللّٰہَ لَیَکْتُبُ لِعَبْدِ الْمُؤْمِنِ بِالْحَسَنَۃِ الْوَاحِدَۃِ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ...) روایت کی۔ میں نے اس سال حج کی نیت سے رخت سفر باندھا اور سیدنا ابوہریرہؓ سے ملنے اور حدیث سننے کی خاطر روانہ ہوا۔ جب میں سیدنا ابوہریرہؓ سے ملا تو میں نے عرض کی: حج کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح آپ سے ملاقات کر کے وہ حدیث سن لوں۔ پھر اس جلیل القدر صحابیٔ رسول سیدنا ابوہریرہؓ نے مجھے وہ حدیث سنائی۔ (مسند احمد:۲/۵۲۱)

......عبداللہ بن فیروز الدیلمی کہتے ہیں:

مجھے ایک حدیث بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما پہنچی میں پھر ان کی خدمت میں طائف حاضر ہوا اور ان سے یہ حدیث سنی۔ ابن الدیلمی فلسطین کے رہنے والے تھے۔ (مستدرک الحاکم:۱/۳۰)

......سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں:

اہل کوفہ اس ارشاد الٰہی میں ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا﴾ اختلاف کر بیٹھے تو میں خود سوار ہو کر سیدنا ابن عباسؓ کے پاس طائف آیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا۔ (صحیح بخاری:۴۵۹۰)

......ایک حدیث کی تحقیق کی خاطر امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ مکہ، پھر مدینہ، پھر بصرہ تشریف لے گئے اور آخر میں علم ہوا کہ اس کا راوی شہر بن حوشب ضعیف ہے اور ان کے اپنے شہر کا ہے۔ جس کا انہیں بہت افسوس ہوا۔ فرمانے لگے: اگر یہ حدیث صحیح مل جاتی تو مجھے میرے اہل خانہ، میرے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ (سنن الدارمی:۱/۱۳۶)

......امام شعبی رحمہ اللہ سے کسی نے یہ سوال کیا: مِنْ اَيْنَ لَكَ هٰذَا الْعِلْمُ؟ آپ کے پاس اتنا علم کہاں سے آیا؟ فرمانے لگے:

بِنَفْيِ الْاِعْتِمَادِ، وَالسَّيْرِ فِي الْبِلَادِ، وَصَبْرٍ كَصَبْرِ الْحِمَادِ وَبُكُوْرٍ كَبُكُوْرِ الْغُرَابِ۔ (تذکرۃ الحفاظ:۱/۸۱) ہر سہارا چھوڑا، مختلف شہروں اور علاقوں میں گھوما پھرا اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت پر پہاڑ کی طرح صبر کیا اور علم کے حصول کے لئے کوے کی طرح اندھیرے منہ گھر سے نکلا۔

......رحالہ علماء میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نام بھی لئے جاسکتے ہیں اور محدثین میں امام بخاری، امام مسلم، اصحاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن اربعہ اور امام حاکم وغیرہ نے بھی رحلہ فی الحدیث کا ذوق حاصل کیا ہے۔ شاہ محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

فَطَافَ مَنْ اَدْرَكَ مِنْ عُظَمَائِهِمْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ بِلَادَ الْحِجَازِ وَالشَّامِ، وَالْعِرَاقِ، وَمِصْرَ، وَالْيَمَنِ، وَخُرَاسَانَ، وَجَمَعُوا الْكُتُبَ وَتَتَبَّعُوا النُّسَخَ وَاَمْعَنُوْا فِي الْفَحْصِ عَنْ غَرِيْبِ الْحَدِيْثِ وَنَوَادِرِ الْاَثَرِ۔ اس وقت محدثین کی بڑی بڑی شخصیات نے حدیث کی خاطر حجاز، شام، عراق، مصر، یمن، خراسان کے شہروں کو چھان مارا، کتب حدیث جمع کیں، ان کے مختلف نسخے کریدے، اور غریب الحدیث اور نادر و یکتا آثار پر غور کرنا شروع کر دیا۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

☆ ...... اگر حصول علم بغیر رحلہ کے ممکن نہیں تو رحلہ۔۔ جو علم کے حصول کا سبب ہے۔۔ کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ﴾ تو کیوں نہ ان میں سے ایک گروہ سفر پر نہ نکلا تاکہ وہ دین میں سمجھ پیدا کرتا اور اپنی قوم کو واپس پلٹ کر آگاہ کرتا۔ (التوبہ: ۱۲۲)

اس کے فوائد: اس رحلہ کے مسلمانوں کو جو فوائد حاصل ہوئے وہ درج ذیل تھے:

۱۔ مشائخ عظام سے براہ راست ملاقات ہوئی، ان کی علمی مجالس میں شرکت اور استفادہ کا انہیں موقع ملا۔ ان سے مروی احادیث کو لکھ کر جمع کیا اور مشائخ کی مکتوب احادیث سے ان کا مقابلہ کر کے مزید تصدیق کرالی اور روایت کی اجازت لے لی۔

۲۔ مختلف مشائخ سے احادیث سننے کے بعد ایک ہی حدیث کی مختلف اسانید بھی ان کے پاس اکٹھی ہوگئیں جن میں سے عالی اور صحیح سند کو اختیار کر کے اسے ہی روایت کرتے اور اسے قابل فخر سرمایہ سمجھتے۔

۳۔ کبھی طالب علم ایک شہر کے چند علماء سے بعض زیادات ایسی سن لیتا جو اس نے اپنے شہر کے علماء سے نہیں سنی ہوتیں۔ بلکہ بعض اوقات ایسے علماء کے پاس بہت کچھ پاتا جو وہ اپنے شہر کے علماء کے پاس نہیں پاتا تھا۔

۴۔ ان علمی مباحث میں بھی طالب علم کی شرکت ہوتی جو علمائے حدیث کے مابین برپا ہوتے جن میں احادیث کے مختلف طرق پیش کیے جاتے۔ رواۃ حدیث کی معلومات ملتیں اس طرح ان کی علمی پختگی میں خوب اضافہ ہوتا اور قوی وضعیف احادیث کا مزید علم بھی۔

۵۔ سند عالی و نازل کا فرق بھی اسی رحلہ کا مرہون منت ہے جو بلاشبہ ایک اہم علم ہے۔

۶۔ غریب یا فرد حدیث کی پہچان بھی دوسری احادیث کے ذریعے اس رحلہ سے ہو جاتی۔ اور یوں غرائب و مناکیر کا علم ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔طلبۂ حدیث اوران کے شاگردوں کے مابین تعلقات استوار و مستحکم ہو جاتے۔

۸۔شہروں اوران میں بسنے والے علماء کا تعارف ہوتا اور آنے والے نئے طلبہ سے علمی تبادلۂ خیال جب ہوتا تو علم حدیث آپس میں تقسیم ہوتا۔نتیجۃً علماء وشہروں کی معاجم تیار ہوئیں۔نیز ابتدائی اسلامی مملکت کے نقشے بھی تیار ہوئے۔

نوٹ: اس عمل نے عام وخاص پر حیرت انگیز اثرات مرتب کئے اور عجیب انکشافات ہوئے جو حدیث دانی کے لئے اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کے شاہد بھی ہیں۔مثلاً:

☆......صحیح بخاری کی حدیث جو صبح وضو کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے کی ہے اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تیرہ تابعین نے سنا۔جن میں آٹھ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ایک کوفہ کا، دو بصرہ کے ایک یمن کا اور ایک شام کا رہنے والا تھا۔ان تابعین سے روایت کرنے والے پھر سولہ اتباع تابعین ہیں جن میں چھ مدینہ کے رہنے والے ہیں، چار بصرہ کے، دو کوفہ کے، ایک مکہ کا، ایک یمن کا، ایک خراسان کا اور ایک شام کا۔کیا یہ ان کی گھڑت تھی یا سند میں اس طرح ان کا مل جانا حسن اتفاق ہے؟ یوں تیسری نسل میں راویوں کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے جو نتیجۃً سینکڑوں اسانید کو جنم دیتے ہیں۔

اسی طرح ستر سے زائد صحابہ نے آپ ﷺ سے ایک حدیث سنی۔بعد از وفات نبوی یہ صحابہ مدینہ سے نکل کر شام، عراق، یمن، مصر، حجاز، افریقہ، خراسان وغیرہ ہر طرف پھیل گئے جنہوں نے یہی حدیث اپنے شاگردوں کو سنائی اور عام مجالس میں بھی۔جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی۔سینکڑوں نے پھر یہی حدیث اپنی مجالس علمیہ میں سنائیں جن میں ہزاروں طلبہ ہیں۔یوں ہر علاقے، ہر شہر اور ہر نسل میں اس حدیث کا چرچا ہوتا جو بالآخر کتب میں منضبط ہو گیا اور سند کی تعمیر کرتا گیا۔پھر یہ کام مشکل تھا کہ انہی اسانید میں صرف وہ سند تلاش ہو جس کے تمام راوی ثقہ، ضابط اور قابل اعتماد ہوں۔سینکڑوں کی تعداد میں یہ اسانید ظاہر ہوئیں جن کے ڈانڈے مکہ، مدینہ، شام و یمن، حجاز و عراق اور مصر و خراسان تک جا ملے۔

حدیثی تعلیم کا منہج اور اس کے اصول تحقیق سمجھ لینے کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ محدثین نے ان تحقیقی اصولوں کو مدنظر رکھ کر حدیث کی کتابت کو کب اور کس طرح شروع کیا۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدوینِ حدیث اور اس کی تاریخ

تدوین سے مراد:

☆......امام زہریؒ کے بارے میں علماء حدیث کہتے ہیں: اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ الْعِلْمَ ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ۔ سب سے پہلے جس نے علم (حدیث) کو جمع کیا وہ مشہور تابعی امام ابن شہاب الزہریؒ تھے۔ اس عبارت کے لفظ دَوَّنَ سے مستشرقین نے یہ غلط فہمی پھیلائی کہ احادیث کو ابن شہاب زہریؒ نے خود تصنیف کیا۔ حالانکہ یہ لفظ عربوں کے ہاں قدیم سے اسی معنی میں جانا بوجھا تھا۔ جو علماء نے دَوَّنَ کہہ کر لیا۔ یوں یہ غلط فہمی پھیلا دی گئی کہ احادیث کو اس طرح تصنیف کیا گیا ہے جس طرح صدیوں بعد میز کو ہلا کر (Gospal Writers) نے اپنے انداز ے سے انجیل لکھی۔ ظاہر ہے لفظ تدوین کا یہ غلط مفہوم ہے۔ غلط بیانی اور تحریف تو اہل کتاب کا خاصہ ہے۔ یہ انہی کی کرم فرمائی ہے کہ اپنی میراث پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد یہاں بھی انہوں نے نقب لگانے کی کوشش کی مگر ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ بھی ہے۔ علماء حدیث نے لفظ تصنیف اور تدوین کا لغوی معنی و مفہوم یہ پیش کیا:

تصنیف: عربی زبان میں ایک کو دوسرے سے جدا کرنے کو کہتے ہیں۔ نیز اس کاوش کو بھی تصنیف کہتے ہیں جس میں مؤلف اردگرد سے معلومات لے اور پھر انہیں اپنے الفاظ میں ڈھال کر جمع کرلے۔ انگریزی میں اس کا معنی (To Compose, to Forge a lie) بھی لکھا ہے۔

تدوین: ترتیب دینا۔ دیوان بھی اسی سے ہے جس کا معنی ہے: کتب واشعار وقصائد کا مرتب مجموعہ یا جمع شدہ۔ عرب کہتے ہیں: دَوَّنَهُ اَیْ جَمَعَهُ۔ اس نے معلومات کو جمع و مرتب کر دیا۔ اس میں جامع کے اپنے الفاظ نہیں ہوتے۔ انگریزی میں اس کا معنی (to make a selection of work, Collection) ترتیب دینا اور رجسٹر تیار کرنا ہے۔ تابعین نے صحابہ کرام کے لکھے مسودات حدیثیہ کو حاصل کیا۔ اور دیگر صحابہ سے سنی احادیث کا ان میں اضافہ کر کے ترتیب دے دیا یہی کام تبع تابعین نے تابعین کے لکھے صحف اور مسودات کو اپنی مسموعہ احادیث کے ساتھ مرتب کر دیا۔

مراحل تدوین: تدوین حدیث کے کل تین مراحل ہیں جو اس تاریخ کو اپنے اندر سموتے ہیں کہ حدیث رسول کس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحلہ وار تاریخی اور تحقیقی معیارات سے گذر کر ہم تک پہنچی۔ اور امین وصادق علماء کے ذریعے پہنچی جن پر اعتبار کرنا شاید اس اعتبار سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے جو آج کے دور میں بدعملی، جھوٹ، منافقت اور کینہ وحسد میں ملوث جاہل و لاتعلق لوگوں پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے تدوین حدیث کا یہ عظیم سفر اپنی بھرپور تاریخ رکھتا ہے جس سے ہر طالب علم کا آگاہ ہونا ضروری ہے:

پہلا مرحلہ: یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام وتابعین کا دور ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہ دوسری وتیسری صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ جو امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ خاص اور اصحاب خمسہ سے قبل کا ہے۔

تیسرا مرحلہ: امام بخاری رحمہ اللہ کا زمانہ اور ان کے بعد کا زمانہ ہے۔

پہلا مرحلہ: عصرِ نبوی اور صحابہ وتابعین:

یہ سنہرا دور۔۔ جو پہلی صدی ہجری تک کا ہے۔ اس بحث وتحقیق کا محتاج تھا کہ حدیث کی روایت وحفظ کا اور آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے مکتوبات کو جمع کرنے کا کتنا کام ہوا؟ تاریخ حدیث کا یہی مرحلہ ہے کہ اگر اس کے ڈانڈے رسول اللہ ﷺ سے اور بعد کے محققین سے جڑتے ہیں تو پھر بات محقق ہوتی ہے کہ واقعی تدوین حدیث کا کام ہوا ہے اور اگر نہیں تو پھر (Gospel Writers) انجیل کے مصنفین کی طرح یہ بھی چند ایسے مسودے ہیں جنہوں نے زمانہ بعد بیٹھ کر محض ایسی مفروضہ باتیں لکھ دیں جن کا انہیں بھی یقین نہیں۔ اس کی مثال آگے آ رہی ہے۔

☆...... آپ ﷺ نے مختلف حکمرانوں کو جو خطوط بھیجے وہ تحریر شدہ تھے۔ مصر کے شاہ مقوقس کو ایک خط لکھا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ گذشتہ صدی میں ایک عیسائی گرجا میں رکھی گئی ایک قدیم کتاب کی جلد میں لگا ہوا آپ ﷺ کا یہ خط ملا ہے جس کا انکشاف بھی مستشرقین نے کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ بعینہ وہی نامہ مبارک ہے جو آپ ﷺ نے مقوقس کو لکھوایا تھا۔ کیونکہ اس کا عربی رسم الخط بھی آپ ﷺ کے دور کا ہے، مہر میں نام، اس کی ترتیب اور صورت بھی وہی ہے۔ اس کی تحریر بھی وہی ہے جو صحابہ وتابعین اور محدثین کی سند سے زبانی روایت ہو کر کتب حدیث میں درج ہو چکی ہے۔

★...... رسول اکرم ﷺ کے کئی ایسے صحیفے جو دعوتی اور فقہی مسائل پر مبنی خطوط ہیں وہ آپ ﷺ نے بادشاہوں، حکمرانوں، قبائلی سرداروں، اپنے گورنرز، عمال اور قاضیوں کو لکھے۔ کئی تحریری معاہدے اور عہد وپیمان کئے۔ بیشتر تحریریں ایسی لکھوائیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں معافی نامے اور زمین کی ملکیت دینے کی تھیں۔ان میں کچھ دستیاب بھی ہوگئیں جن کے فوٹو شائع ہو چکے ہیں۔ایسے رجسٹر تیار کروائے جن میں عام مسلمانوں اور مجاہدین کے نام درج ہوں تاکہ ان میں غنائم اور اموال تقسیم ہوسکیں اور شہداء کا علم بھی ہو۔اپنے سفراء کا رجسٹر بھی تیار کروایا۔غلامی سے آزادی اور قرض کے بوجھوں کی ضمانت نامے بھی لکھوائے۔خطبوں اور مختلف احادیث کی کتابت بھی کرائی۔ان سب کا انکشاف گو پچھلی صدی عیسوی میں ہوا ہے جو محدثین کرام کی انتہائی محتاط زبانی روایت وثقاہت کے شواہد ہیں اور سبھی مرفوع احادیث ہیں۔صحیفۂ صحیحہ، صحیفۂ صادقہ، مقوقس کو آپ ﷺ کا لکھا ہوا خط اور خلافت عثمانی کا لکھا ہوا قرآن یہ سب آج بھی موجود ہیں۔

☆......سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا صحیفۂ حدیث جس میں زکاۃ کے احکام تھے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کتاب الجہاد میں کیا ہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا صحیفہ تو معروف ہی تھا جس میں زکاۃ، صدقات، دیت، حرمتِ مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامی دستور کے اہم نکات تھے۔محمد بن الحنفیہ جو سیدنا علی رضی اللہ کے بیٹے ہیں ان کے پاس یہ صحیفہ تھا۔پھر امام جعفرؒ کے پاس آیا اور انہوں نے حارث کو لکھ کر دیا۔(صحیح بخاری:۱۱۱)

☆......ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کا کام Studies In Early Hadith Literature بھی بہت اہم اور بنیادی نوعیت کا ہے۔مشہور مستشرق اے جے آربری کی زیرنگرانی یہ ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔جس میں تقریباً پچاس صحابہ کرام اور ڈیڑھ سو سے زائد تابعین کرام کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حدیثی مواد کے ثبوت فراہم کئے ہیں۔

☆......یوں اس نسل کے مجموعہ ہائے حدیث مرتب ہوگئے جن میں صحیفہ ہمام بن منبہ، صحیفہ معمر بن راشد جسے ان کے شاگرد امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں جمع کیا اور وہ مسند احمد میں بھی آ گیا ہے۔کے علاوہ بے شمار تابعین کے لاتعداد مجموعوں کی دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجودگی ایک حقیقت ہے جن میں کچھ شائع ہو چکے ہیں۔ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ کا صحیفہ ہمام بن منبہ کی تحقیق پر قیمتی نوٹ اور الْوَثَائِقُ السِّيَاسِيَّةُ میں آپ ﷺ کے خطوط، معاہدات، اور خلفاء اربعہ کے معاہدات وغیرہ کا تذکرہ اہل ایمان کے یقین کے لئے کافی ہیں۔وہ لکھتے ہیں: صحیفہ ہمام کے نو دستیاب مخطوطوں سے خود اس کا بھی یقین ہو جاتا ہے کہ امام احمدؒ بن حنبل نے پوری علمی دیانت سے صحیفہ ہمام کے متعلق اپنی معلومات محفوظ کی ہیں انہیں کیا خبر تھی کہ ان کی وفات کے ساڑھے گیارہ سو سال بعد ان کی لکھی حدیث کی توثیق اس طرح ہوگی۔اگر انہوں نے صحیفہ ہمام کی حد تک جعل سازی نہیں کی تو اپنی مسند کے باقی اجزاء میں بھی عمداً کوئی ایسی بددیانتی نہیں کی ہوگی۔(صحیفہ ہمام بن منبہ اردو ترجمہ از بیکن بکس، ص:۵۸) اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح امام اوزاعی، سفیان ثوری، ابن وردان کے صحف حدیثیہ بھی قابل ذکر ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور مجموعہ امام مالکؒ کی موطأ ہے جو دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ہی جمع کر لیا گیا تھا۔

☆......الحمدللہ ہمارے دور کی چند ممتاز شخصیات نے اس موضوع پر علمی وتحقیقی کام پیش کر کے ایسے توہمات کو یقین میں بدل دیا ہے ان میں ایک راہنما کوشش ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی کی ہے جنہوں نے (Hadith Literature) کتاب لکھی اور مستشرقین کے سوالات واعتراضات کا بہت محققانہ جواب دیا۔ ان کے بعد ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے **مجموعة الوثائق السياسيه** لکھ کر اور **صحیفه همام بن منبه** کو ایڈٹ کر کے علم کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور خطوطِ نبوی ودیگر تحریری معاہدات ورسائل کو شائع کر کے روایت وحفاظتِ حدیث کے ایسے ٹھوس دلائل فراہم کر دئے کہ شر اپنا منہ دیکھتا رہ گیا۔

☆......ان معاصر مسلم علماء کی ان کاوشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ استشراق اپنی تمام تر محرف تحقیق اور تنقید کے اپنا منہ دیکھتا رہ گیا۔ کیونکہ ان کے نام نہاد سوالات اور تحقیقات ان علماء کے انکشافات کے بعد اپنی قدر کھو بیٹھے اور حدیث رسول ایک بار پھر توانا ہوگئی اور اس کی خدمات میں اضافہ ہو گیا۔

تابعین: ہر وہ شخص جو صحابیٔ رسول کو حالت ایمان میں ملا ہو خواہ عرفی صحبت نہ ہی ہو۔ نیز حالت ایمان میں ہی وہ فوت ہوا ہو۔ اسے تابعی کہتے ہیں۔ ائمہ حدیث اس آیت میں لفظ اتبعوھم کا مصداق اسی نسل کے مسلمانوں کو ہی سمجھتے ہیں۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ..﴾ پہلے سبقت لے جانے والے مہاجرین وانصار اور وہ لوگ جنہوں نے بڑی خوش دلی سے ان کی اتباع کی۔۔ (التوبۃ:۱۰۰)

یہ نسل براہ راست صحبتِ صحابہ سے مستفید ہوئی اس وجہ سے اسے درجہ وروایت حدیث میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس نسل کی ذمہ داریاں نئی تھیں۔ مختلف گروہ اور فتنے نیز ان کی طرف دعوت دینے والے، ان کی تدلیس وتلبیس بھی حدیث کی مزید حفاظت کے متقاضی تھے۔ تابعین نے نو واردوں کی پھیلائی گرد وغبار کو جھاڑا اور ان کی بدبودار تحریروں کا جواب دیا۔ تابعین نے ان احادیث کو جمع کیا جو انہوں نے صحابۂ رسول سے سنی تھیں نیز ان کے فتاوی کو بھی ان مجموعوں میں شامل کیا۔ یوں اپنے لئے مجموعے مرتب کئے۔ ڈیڑھ سو سے زائد تابعین کے ذاتی مجموعہ ہائے حدیث کا انکشاف ہو چکا ہے۔ اس نسل میں چونکہ کچھ ایسے بھی پائے گئے جو عقل کے مارے اور گروہی سیاست ونفرت کا شکار تھے اس لئے ان کی روایت محدثین کھنگالتے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقد و تبصرہ کے بعد اس پر اپنا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔

تابعین کا زمانہ ۱۵۰ھ تک ہے۔ اولین تابعی جو فوت ہوئے وہ ابوزید معمر بن راشد ہیں جنہیں سن (۳۰ھ) تیس ہجری میں خراسان میں شہید کر دیا گیا تھا۔ اور آخری تابعی خلف بن خلیفہ ہیں جن کی وفات (۱۸۱ھ) ایک سو اکیاسی ہجری میں ہوئی۔

☆...... گو اس زمانہ میں اسناد ذرا طویل ہو گئی تھی مگر پھر بھی اس نسل میں ثقات و غیر ثقات کی تمیز کا شعور بیدار تھا۔ علماء حدیث نے ایک آوازۂ حق بلند کیا اور بہ بانگِ دہل کہا:

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔ یہ علم (سنت و حدیث) ایک دین ہے آنکھیں کھول کر دیکھا کرو کہ تم یہ دین کس سے سیکھ رہے ہو۔ (العلل از امام احمد: ۱۹۹/۳)

یہ آواز محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی تھی جس کا بلند ہونا تھا کہ دفاعِ سنت کے تیار دستے پوری ہمت سے آگے بڑھے اور کذاب و مفتری لوگوں کے جھوٹ کو بے نقاب کرنے اور ان کی تلبیس و تدلیس کو رسوا کرنے میدان میں اتر آئے۔ علم اسناد وجود میں آ گیا جس کے ذریعے حدیث اور سند دونوں کی حفاظت شروع ہو گئی۔

مخضرم تابعین: یہ وہ لوگ ہیں جو زمانۂ رسالت میں پیدا ہوئے مسلمان بھی تھے مگر رسول اکرم ﷺ کی زیارت نہ کر سکے۔ سبط ابن العجمی نے ایسے چالیس مخضرم تابعین کے نام گنوائے ہیں۔

فقہائے مدینہ: یہ مدینہ کے وہ سات فقہاء ہیں جنہیں علمی و فقہی اعتبار سے دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ ان میں:

۱۔ داماد سیدنا ابوہریرہؓ امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ (۱۵-۹۴ھ)، امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق (۳۷-۹۹ھ)، امام عروۃ بن زبیر (۹۴ھ)، خارجہ بن زید بن ثابت (۲۹-۹۹ھ)، سلیمان بن یسار (۳۴-۱۰۷ھ)، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی (۹۸ھ)، ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف (۹۴ھ)، سالم بن عبد اللہ بن عمر یا بعض کے نزدیک ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی (۹۴ھ)۔ کسی شاعر نے ان فقہاء سبعہ کے ناموں کو اس شعر میں پرو دیا ہے:

إِذَا قِيْلَ مَنْ فِي الْعِلْمِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ ... رِوَايَتُهُمْ عَنِ الْعِلْمِ لَيْسَتْ بِخَارِجَةِ

فَقُلْ: هُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عُرْوَةُ، قَاسِمٌ ... سَعِيْدٌ، أَبُوبَكْرٍ، سُلَيْمَانُ، خَارِجَة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثقاہتِ تابعی: محدثین کرام نے قبول روایت کے لئے تابعی کا ثقہ ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ جیسے امام اعمشؒ کو طبقۂ تابعین میں امام مسلمؒ نے لکھا ہے کیونکہ انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حرم پاک میں مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا تھا گو ان کا سماع ثابت نہیں مگر لقاء اور حفظ وثقاہت امام مسلمؒ کے نزدیک مسلّم ہے۔

افضل تابعی: امام احمد اور اہل مدینہ کے نزدیک سب سے افضل تابعی امام سعیدؒ بن المسیب ہیں۔ اہل کوفہ اویسؒ قرنی کو خیر التابعین کہتے ہیں اور اہل بصرہ حسن بصری کو۔ فرق صرف یہ ہے کہ امام احمد علم وروایت حدیث میں سعید بن المسیب کو افضل قرار دے رہے ہیں اور اہل کوفہ صلاح وزہد میں۔

طبقات تابعین: امام حاکمؒ نے ان علماء کے پندرہ طبقات لکھے ہیں مگر دیگر علماء نے انہیں تین میں جمع کر دیا ہے۔

طبقہ اولی: یہ وہ کبار تابعین ہیں جنہوں نے کبار صحابہ سے روایت کی اور علم رسول حاصل کیا۔ جیسے سعید بن المسیب اور فقہاء سبعہ شامل ہیں۔ **طبقہ ثانیہ:** تابعین کا یہ درمیانہ طبقہ ہے جیسے حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ جنہوں نے بعض صحابہ سے روایات کیں اور کچھ دوسرے صحابہ نے انہیں احادیث لکھ کر بھیجیں۔ **طبقہ ثالثہ:** یہ صغار تابعین کا طبقہ ہے جنہوں نے کم عمری میں ان صحابہ سے احادیث روایت کیں جو وفات رسول کے وقت کم عمر تھے۔

خواتین تابعیات میں سیدہ حفصہ بنت سیرین (م:۱۰۰ھ)، عمرہ بنت عبد الرحمٰن (۱۰۰ھ) اور ام الدرداء (م:۸۱ھ) جن کا نام ہجیمہ تھا، ہیں۔

فائدہ: تابعین کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ: ہم مرسل روایت کو متصل روایت سے ممیز کر سکتے ہیں اور اس نسل کے فقہاء تابعین کے منہج فقہ اور فتاوی واجتہاد کو بھی بخوبی جان سکتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ: **عصرِ بنوامیہ:**

اسلامی سلطنت کا دائرہ کار جب وسیع ہوا اور ملک وسلطنتیں فتح ہوئیں، صحابۂ رسول علمِ نبوی کی میراث بانٹنے انہی علاقوں میں جا آباد ہوئے۔ مغرب ومشرق کا فرق یا سیاسی ومعاشرتی ارتقاء ان پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ خود عادل تھے اس لئے یہ خیرات بھی انہوں نے صرف ان میں بانٹی جو صدق، امانت، دیانت اور ثقاہت میں اعلیٰ درجے پر تھے۔ جن کی اکثریت خلیفۂ راشد کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت پر یہ کام کر رہی تھی اور کچھ اپنی دعوتی دل چسپی سے بھی شغف رکھے رہی۔ ہر خلیفۂ وقت نے زیادہ اہم امور نمٹانے میں وقت گذارا۔ اس لئے کہ دینی امور نمٹانے کے لئے صحابۂ رسول تا حال حیات تھے۔ گو حدیث رسول کو ان ادوار میں خلافتی سرپرستی تو حاصل نہ ہو سکی مگر ایسا بھی نہیں ہوا کہ کسی حکمران یا خلیفہ کے لئے حدیث گھڑی گئی ہو۔ دیگر فتنوں کے سر اٹھانے کی وجہ سے توجہ قرآن کے جمع کرنے اور فتنوں کو دبانے میں رہی۔ خوارج اور علویوں کے فتنے بھی تدوین حدیث کے کام میں رکاوٹ بنے رہے۔ تا آنکہ وہ وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے خلافت عمر ثانی کے مختصر عہد میں یہ عظیم الشان کام لے لیا۔

نوٹ: مستشرقین میں اگناز گولڈ زیہر ہی پہلا یہودی محقق ہے جس نے یہ ہوائی اڑائی کہ بیشتر حدیثی روایات دوسری یا تیسری صدی ہجری میں سیاسی، مذہبی اور قانونی اختلافات کی وجہ سے نمایاں ہوئیں جس میں ہر فرقہ نے ان روایات کا سہارا لیا جو ان کے خیالات و آراء کی تائید کرتی تھیں اس لئے ان پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے؟

اسی کے روحانی شاگرد جوزف شاخت نے اپنے استاذ کے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے اسی شک کو مزید پروان چڑھانے کی کوشش کی اور یہ تک لکھ دیا کہ یہ دینی روایات بالکل قابل اعتماد نہیں حتی کہ تاریخی روایات بھی۔ کیونکہ یہ سب تشریعی اغراض کے لئے گھڑی گئیں۔ اسلامی شریعہ تو دین اسلام سے باہر کی چیز تھی نیز قرآن بھی پہلی دو صدیوں میں شریعت کا کوئی مصدر نہیں تھا۔

اگناز گولڈ زیہر کے اس دعوے کی تردید کرتے ہوئے جرمن مستشرق جے۔ ہاروویٹز نے لکھا کہ تدوین حدیث دوسری صدی ہجری کے پہلے ربع میں شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ گولڈ زیہر کے اس فلسفہ تشکیک کو خود مستشرقین کی قابل ذکر تعداد نے قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ کہ ابتدائی دو صدیوں کے بارے میں یہ سوچنا کہ اہل اسلام کا تعلق حدیث سے بالکل نہیں رہا۔ یہ خلاف حقیقت بات ہے۔ منٹگمری واٹ نے یہاں تک لکھا کہ بہترین اسلوب یہی ہے کہ روایات حدیثیہ اور قرآنی اشارات کو اکٹھا لیا جائے تا کہ دونوں سے مستفید ہو کر حقیقت حال کو جانا جا سکے۔ ایک اور مستشرق میکسم روڈنسون لکھتا ہے تدوین حدیث میں ایک صدی کا خلاء تفریط شمار نہیں ہوتا کیونکہ سوڈانی قبائل میں اپنے آباء کے شخصی تاریخی واقعات عام روایت ہوا کرتے جو تقریباً تین صدیوں پرانے ہوا کرتے۔ جیسا کہ ہمارے کئی بزرگ دوست اپنے آباء کے ذکر کی مجلسیں برپا کرتے ہیں جو ۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۸ء تک کی ہوتی ہیں جنہیں وہ Engels کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان مجالس میں کچھ Institute of

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Marxism-Leninism کے مجلّے میں شائع بھی ہوچکی ہیں۔ روڈنسون مزید لکھتا ہے: یہ عائلی اسناد خواہ جوزف شاخت شک کرے۔ ہمارے لئے بہرحال قابل اعتماد ہے۔ (مزاعم المستشرقین حول القرآن الکریم۔ ڈاکٹر مہر علی، ص ۲۸۳)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی تدوینی کوشش: سیدنا عمر بن عبدالعزیز علم حدیث میں گو امام زہریؒ سے کم نہیں تھے مگر خلافتی امور کے ہمراہ وہ تدوین حدیث کے امور کو بھی دردِ دل سے نمٹانا چاہتے تھے۔ سیدنا عمرؓ فاروق کے اصرار پر قرآن جمع ہوا اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے اصرار پر احادیث۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عمروں سے دین کی دو اہم بنیادوں کا عظیم الشان کام لیا۔

☆...... سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی سلطنت کے عمال وعلماء کو جو کچھ لکھا اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پاسداران حکومت کو اہل علم حضرات کی ہر اس کوشش کی حمایت ومدد کرنے کا احساس دلاتے ہیں جو سنتِ رسول کی ترویج واشاعت کا باعث بن سکتی ہے۔ عکرمہؒ بن عمار کہتے ہیں: میں نے جناب عمر بن عبدالعزیزؒ کا خط سنا جس میں انہوں نے فرمایا تھا:

أَمَّا بَعْدُ! فَأْمُرُوا أَهْلَ الْعِلْمِ أَنْ يَنْتَشِرُوا فِي مَسَاجِدِهِمْ، فَإِنَّ السُّنَّةَ كَادَتْ قَدْ أُمِيتَتْ۔ اہل علم کو حکم دو کہ وہ اپنے علاقوں کی مساجد میں پھیل جائیں اور علم حدیث کو پڑھائیں اس لئے کہ سنت کہیں ختم نہ ہو جائے۔

علماء کو انہوں نے نصیحت کی:

وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ، وَلْيَجْلِسُوا حَتّٰى يَعْلَمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُونَ سِرًّا۔ علم حدیث کو علماء پھیلائیں، اور وہ اس غرض کے لئے مجلسیں برپا کریں تاکہ جو علم نہیں رکھتا اسے علم ہو جائے کیونکہ علم ختم ہی تب ہوتا ہے جب وہ ایک راز بن جائے۔ (فتح الباری: ۱/۶۷)

☆...... انہوں نے علماء کے لئے بیت المال سے ایک مشاہرہ مقرر فرمایا جو ان کی ذاتی ضروریات کو پورا کر سکے تاکہ وہ معاش کی فکر سے آزاد ہو کر علم پڑھنے اور پڑھانے میں مصروف ہوں۔ والیٔ حمص کو انہوں نے اپنے ایک خط میں لکھا:

مُرْ لِأَهْلِ الصَّلَاحِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مَا يَقِيتُهُمْ لِئَلَّا يُشْغِلُهُمْ شَيْءٌ عَنْ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَمَا حَمَلُوا مِنَ الْحَدِيثِ۔ بیت المال کے اہل خیر حضرات کو حکم دو کہ وہ ان علماء کو اتنا دیں کہ اپنا گذارہ کرلیں تاکہ کوئی چیز بھی انہیں تلاوت قرآن سے اور حدیث کی راہ میں اٹھائی جانے والی مشقتوں سے نہ روک سکے۔ (شرف اصحاب الحدیث: ۶۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی شاندار اور نمایاں ترین خدمت سنت یہ ہے کہ انہوں نے مملکت کے چاروں طرف حدیث کو جمع کرنے اور مدون کرنے کے بارے میں یہ سرکاری حکم بھیجا:

اُنْظُرُوا حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاجْمَعُوْهُ۔ حدیث رسول ﷺ تلاش کرواور اسے جمع کرو۔ (فتح الباری: ۱/۲۰۴)

☆......اہلِ مدینہ کو انہوں نے لکھا:

اُنْظُرُوا حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِنِّی خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ۔ مدینہ والو! حدیث کو تلاش کرو، مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ (سنن دارمی: ۱۲۶)

☆......مدینہ کے گورنر جناب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (م: ۱۱۷ھ) کو لکھا:

اُكْتُبْ اِلَیَّ بِمَا ثَبَتَ عِنْدَكَ مِنَ الْحَدِیْثِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبِحَدِیْثِ عُمْرَةَ، فَاِنِّی خَشِیْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَهُ۔ مجھے وہ احادیث رسول لکھ بھیجئے جو آپ کے نزدیک مصدقہ ہوں اور سیدہ عمرۃ کی احادیث بھی لکھ بھیجئے کیونکہ میں علم کے مٹ جانے اور اس کے ختم ہو جانے کا خوف رکھتا ہوں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد: ۲/۱۳۴)

ایک اور روایت میں ہے: مجھے عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (خالہ ابوبکر بن حزم) (م: ۱۱۷ھ) اور القاسم بن محمد (م: ۳۷۔۹۹ھ) کی احادیث لکھ کر بھجوایئے۔ سوانہوں نے لکھ کر بھجوادیں۔ (مقدمہ کتاب الجرح والتعدیل: ۲۱) یہ عمرۃ، سیدہ عائشہ ام المومنینؓ کی سب سے بڑی شاگردہ تھیں۔ ام المومنین سے عمرۃ کی روایات کا سرمایہ ابوبکر بن حزم کے پاس محفوظ تھا۔ اس لئے ابوبکر کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے بطور خاص اس کا حکم دیا۔ ایک اور روایت میں ہے:

مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے ختم ہو جانے کا غم ہے۔ کوئی شے بھی قبول نہ کی جائے سوائے حدیث رسول کے۔

☆......ان خطوط کے بعد سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے امام ابن شہابؒ الزہری کو حکم دیا کہ وہ ان گورنرز سے احادیث کو اکٹھا کر کے ایک دیوان کی شکل دیں۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے ان تمام تحریروں کو یکجا لکھ کر یہ کام عین ۱۰۰ھ میں کر دکھایا۔ یہ پہلی تصنیف تھی جو باقاعدہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت اور نگرانی میں اہل اسلام کو نصیب ہوئی اور جس کے نسخے لکھوا کر سلطنت کے مختلف گورنرز کو بھیجے گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاونین ائمہ: جن ذمہ دار اہل علم کو اس منصوبے کا اہل سمجھا گیا۔ اس میں شامل حضرات کی یہ ٹیم ابوبکر بن محمد، القاسم بن محمد اور ابن شہاب زہری پر مشتمل تھی۔ جن کی صلاحیت واہلیت کو وقت کے علماء نے چیلنج نہیں کیا بلکہ انہیں اس کا اہل سمجھا اور علماء وفضلاء نے عزت وتکریم دی۔ علمی رعب ودبدبے کے علاوہ ان کی علم دوستی ہی تھی جو رب کریم نے عام افراد معاشرہ کے قلوب میں محبت کی صورت میں پیدا کر دی تھی۔

امام ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم: ان کے بارے میں صحابیٔ رسول سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: میں نے ابوبکرؒ بن محمد جیسا صاحب مروئت اور مکمل انسان نہیں دیکھا۔ مدینہ کے وہ کیا والی بنے کہ قضاء اور موسم حج کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ عمرۃؒ بنت عبدالرحمٰن کے بھانجے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے انہی کے دادا محترم سیدنا عمروؓ بن حزم کو۔۔یمن کے گورنر۔۔خط لکھا تھا جس میں سنن، فرائض اور دیگر احکام شامل تھے۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ان کے نام اکیس دیگر فرامین نبوی ﷺ بھی ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے فراہم کیے۔ جنہیں ابن طولونؒ نے اپنی کتاب اِعْلَامُ السَّائِلِيْنَ عَنْ كُتُبِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ میں بطور ضمیمہ کے شامل کر دیا تھا اور جو اب چھپ چکی ہے۔

امام القاسمؒ بن محمد بن ابی بکر (م: ۱۰۷ھ، ۹۹ھ) مدینہ کے چیدہ فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ اپنے دور کے ایک سر برآوردہ عالم وامام تھے۔ اپنی پھوپھی محترمہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے علم حاصل کیا۔

امام ابن شہابؒ زہری (م: ۱۲۴ھ) یہ زہریؒ کون ہیں؟ اور تمہیں کیا معلوم کہ زہریؒ کون ہیں؟ اس ٹیم کے روح رواں ممبر جن سے سلاطین بھی مرعوب رہتے تھے۔ جنہوں نے احادیث رسول کو جمع کیا اور لکھا بھی۔ ائمہ حفاظ میں سے ہیں۔ صرف اسی راتوں میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ فرماتے ہیں:

مَا اسْتَعَدْتُ حَدِيْثًا قَطُّ، وَلَا شَكَكْتُ فِيْ حَدِيْثٍ قَطُّ، إِلَّا حَدِيْثًا وَاحِدًا، فَسَأَلْتُ صَاحِبِيْ فَإِذَا هُوَ كَمَا حَفِظْتُ۔ میں نے کبھی کسی حدیث کی تیاری نہیں کی اور نہ ہی کسی حدیث کے بارے میں مشکوک ہوا، سوائے ایک حدیث کے۔ میں نے اس کے بارے اپنے ساتھی سے پوچھا تو وہ ویسے ہی تھی جیسے مجھے یاد تھی۔

مَا اسْتَوْدَعْتُ قَلْبِيْ شَيْئًا۔۔قَطُّ۔۔فَنَسِيْتُهُ۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کوئی شے اپنے دل کے سپرد کی اور میں اسے بھول گیا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثنائے طلبِ علم انہوں نے احادیثِ رسول اور آثارِ صحابہ کو یاد کیا اور لکھا۔فرمایا کرتے: میں نے دو لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھیں۔دس برس ممتاز فقیہ اور تابعی کبیر سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی صحبت میں گذارے۔حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے معاصرین میں عالی مقام رکھتے تھے۔صالح بن کیسان کہتے ہیں:

كُنْتُ اَطْلُبُ الْعِلْمَ اَنَا وَالزُّهْرِيُّ،فَنَكْتُبُ السُّنَنَ فَكَتَبْنَا مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ:تَعَالَ نَكْتُبُ مَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ۔ قَالَ: فَكَتَبَ وَلَمْ اَكْتُبْ فَاَنْجَحَ وَضَيَّعْتُ۔ میں اور زہری طالب علم تھے ہم سنن لکھا کرتے اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے مروی تھا اسے بھی لکھا۔پھر زہریؒ نے کہا: آؤ اب ہم وہ لکھیں جو صحابۂ رسول سے مروی ہے۔صالح کہتے ہیں: انہوں نے لکھا اور میں نے اسے نہ لکھا۔وہ کامیاب رہے اور میں ضائع ہو گیا۔

امام ابوبکر الہذلیؒ کہتے ہیں:

قَدْ جَالَسْتُ الْحَسَنَ وَابْنَ سِيرِيْنَ،فَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْهُ يَعْنِي الزُّهْرِيَّ۔ میں حسن بصری اور ابن سیرین کی صحبت میں بیٹھا مگر ان میں کسی کو ابن شہاب سے بڑھ کر علم حدیث میں نہ پایا۔(تہذیب الکمال:۲۶/۴۳۷)

امام اللیثؒ بن سعد فقیہِ مصر فرماتے ہیں:

مَا رَاَيْتُ عَالِماً قَطُّ يُحَدِّثُ اَجْمَعَ مِنِ ابْنِ شِهَابٍ،وَلَا اَكْثَرَ عِلْمًا مِنْهُ۔لَوْ سَمِعْتَ ابْنَ شِهَابٍ يُحَدِّثُ فِي التَّرْغِيْبِ لَقُلْتَ لَا يُحْسِنُ اِلَّا هٰذَا وَاِنْ حَدَّثَ عَنِ الْعَرَبِ وَالْاَنْسَابِ قُلْتَ:لَا يُحْسِنُ اِلَّا هٰذَا،وَاِنْ حَدَّثَ عَنِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ كَانَ حَدِيْثُهُ نَوْعاً جَامِعًا۔ میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا جو ابن شہاب سے بڑھ کر حدیث کو جامع انداز سے پیش کرتا ہو اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کسی اور کو عالم دیکھا۔اگر تم ابن شہاب سے احادیث ترغیب سنو تو تم ضرور یہ کہو کہ یہی ہیں جو اسے جچتے ہیں اور اگر عربوں اور ان کے انساب کے بارے میں وہ کلام کریں تو تم یہی کہو کہ یہی اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اگر وہ قرآن و سنت پیش کریں تو ان کی گفتگو جامع نوعیت کی ہوتی۔(تہذیب الکمال:۲۶/۴۳۶)

یہی امام اللیثؒ،جعفرؒ بن ربیعہ کی وساطت سے فرماتے ہیں: میں نے عراکؒ بن مالک سے کہا:

مَنْ اَفْقَهُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ؟قَالَ:اَمَّا اَعْلَمُهُمْ بِقَضَايَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَضَايَا اَبِيْ بَكْرٍ،وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَفْقَهُهُمْ فِقْهاً،وَاَعْلَمُهُمْ بِمَا مَضَى مِنْ اَمْرِ النَّاسِ فَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ،وَاَمَّا اَغْزَرُهُمْ حَدِيْثًا فَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَا تَشَاءُ اَنْ تُفَجِّرَ مِنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بَحْرًا اِلَّا فَجَّرْتَهُ۔قَالَ عِرَاكٌ:وَاَعْلَمُهُمْ جَمِيْعاً عِنْدِیْ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ،لِاَنَّهُ جَمَعَ عِلْمَهُمْ اِلٰى عِلْمِهِ۔ اہل مدینہ میں اب کون بڑا فقیہ ہے؟ انہوں نے کہا: رہا یہ کہ کون رسول اکرم ﷺ،ابوبکر صدیق، اور عمر وعثمان کے فیصلہ جات کے بارے میں سب سے زیادہ آگاہ ہے اور یہ بھی کہ ماضی قریب کے واقعات کا بڑا عالم کون؟ تو وہ سعید بن المسیب ہیں حدیث کا گہرا علم رکھنے والے عروہ بن زبیر۔ اور تم عبید اللہ بن عبد اللہ کے بارے چاہو کہ اس سمندر کو میں پھاڑوں تو تم واقعی اسے پھاڑو گے۔عراک کہتے ہیں اور ان تمام کے مقابلے میں میرے نزدیک سب سے بڑے عالم ابن شہاب زہری ہیں جنہوں نے ان تمام حضرات کا علم اپنے علم میں جمع کر لیا تھا۔(تہذیب الکمال:۲۶/۴۳۵)

امام مکحولؒ انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

مَا بَقِیَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَحَدٌ اَعْلَمَ بِسُنَّةٍ مَاضِيَةٍ مِنَ الزُّهْرِیِّ۔ زمین کی پشت پر سنت ماضیہ کا عالم اب زہریؒ سے بڑھ کر کوئی باقی نہیں رہا۔

مشہور تابعی عمرو بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مَا رَاَيْتُ اَنَصَّ لِلْحَدِيْثِ مِنَ الزُّهْرِیِّ،وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا،اَلدِّيْنَارُ وَالدِّرْهَمُ اَهْوَنُ عَلَيْهِ مِنْهُ۔مَا كَانَ الدَّنَانِيْرُ وَالدَّرَاهِمُ عِنْدَهُ اِلَّا بِمَنْزِلَةِ الْبَعْرِ۔ زہری سے بڑھ کر میں نے کسی کو نصِ حدیث کا خیال کرنے والا نہیں پایا اور دینار ودرہم کو غیر اہم سمجھنے والا ان سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ان کے نزدیک تو دینار ودرہم جانور کی مینگنی کی حیثیت رکھتے تھے۔

سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ نے علماء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

عَلَيْكُمْ بِابْنِ شِهَابٍ،فَاِنَّكُمْ لَا تَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالسُّنَّةِ الْمَاضِيَةِ مِنْهُ۔ ابن شہابؒ سے فائدہ اٹھاؤ تم ان سے بڑھ کر سنتِ ماضیہ کا عالم کسی کو بھی نہ پاؤ گے۔(الارشاد فی معرفة علماء الحدیث از خلیلی:۱/۱۸۹)

ان خطوط کے اثرات:

خلیفۂ راشد کے ان بے بہا خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کا مقصد دین اسلام کے اصل مآخذ کی حفاظت اور شعائر کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احیاء ہے۔علم حدیث کے بقاء کی فکر لئے اس خلیفہ محترم نے سرمایۂ حدیث کو جمع کرنے کا کام سرانجام دیا اور جسے اللہ تعالیٰ نے ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ پھر اس قرآن کے بیان کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ کے ذریعے اسے دوام بخش دیا۔اس خدمت سے قبل یہی علم ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔مساجد ہی اس کی تعلیم وتعلم کا مرکز تھیں۔اس منتشر علم کو سمیٹنا مقامی امراء کے بس کی بات نہ تھی۔اس لئے خلیفۂ وقت نے خصوصی توجہ دے کر علماء واصدقاء میں یہ تڑپ پیدا کردی کہ اس سرمایۂ حدیث کو واقعتاً جمع کیا جائے۔جونہی انہیں خلیفۂ راشد جناب عمر بن عبدالعزیزؒ کا خط ملا انہوں نے اس کا عملی نفاذ کرڈالا۔فرماتے ہیں:

> اَمَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بِجَمْعِ السُّنَنِ،فَكَتَبْنَاهَا دَفْتَرًا دَفْتَرًا،فَبَعَثَ اِلَى كُلِّ اَرْضٍ لَهُ عَلَيْهَا سُلْطَانٌ دَفْتَرًا
>
> ہمیں عمر بن عبدالعزیز نے سنن واحادیث کو جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے ان کی کئی نقلیں تیار کیں پھر جہاں جہاں ان کی حکومت تھی وہاں ہر جگہ ایک ایک مجموعہ بھیجا۔(جامع بیان العلم:۱/۷۶)

☆......خلیفۂ راشد نے یہ عظیم تاریخی کارنامہ سرانجام دینے کی مہم امام زہریؒ کے سپرد کی۔کیوں؟خلیفۂ راشد کا یہ انتخاب ان پر کس قسم کا اعتماد ظاہر کرتا ہے؟ کیا ان کی نظر میں دوسرے علماء وفضلاء نہیں تھے؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ علمِ حدیث پر گہری نظر ہونے کی بناء پر خود خلیفہ کو معاصرین میں کوئی ایسا نظر نہ آیا جو اس دقیق فن میں اپنی پوری مہارت وبصیرت وقف کرکے حدیث کو جمع کرسکے اور جس کے حافظہ پر اعتماد کیا جاسکے۔یہی معنی ہے مورخین اور علماء کے اس قول کا: اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ الْعِلْمَ ابْنُ شِهَابٍ۔سب سے پہلے جس نے علم (حدیث) کو مدون کیا وہ ابن شہاب زہریؒ تھے۔یعنی سرکاری طور پر ذمہ دار حکمرانوں کی طرف سے جس نے سب سے پہلے علم حدیث کو مدون کیا وہ آپ ہی تھے۔ان سے جب سوال کیا گیا کہ آپ نے احادیث کیوں لکھیں؟ تو جواب میں انہوں نے یہ فرمایا: اِنَّ هٰؤُلَاءِ الْاُمَرَاءُ اَكْرَهُوْنَا عَلٰى كِتَابَةِ الْاَحَادِيْثِ۔ کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم احادیث کو لکھیں۔یعنی جمع کرکے اسے مرتب کردیں۔

مستشرقین کی عیاری: امام مرحوم کے اس قول میں انہوں نے لفظ كِتَابَةِ الْاَحَادِيْثِ کا استعمال کیا جسے مستشرقین نے بڑی عیاری سے تحریف کرکے اس کا معنی بگاڑ دیا: اِنَّ هٰؤُلَاءِ الْاُمَرَاءُ اَكْرَهُوْنَا عَلٰى كِتَابَةِ الْاَحَادِيْثِ۔ کو كِتَابَةَ اَحَادِيْثَ بغیر الف لام کے لکھ کر اس کا معنی یہ کردیا کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم احادیث کو گھڑیں۔اور یوں امام محترم پر فرد جرم عائد کردی گئی کہ یہی صاحب ہیں جنہوں نے احادیث کو اپنی طرف سے لکھ دیا۔یہی تو وہ صفائی ہے جسے ہمارا دانش ور سمجھ نہ سکا اور اپنی دانش کو غیروں کے حوالے کرکے اپنی دانش کا ماتم کروا رہا ہے۔(مقدمہ السُّنَّةُ وَمَكَانَتُهَا فِي التَّشْرِيْعِ الْاِسْلَامِي از مصطفیٰ سباعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......علماء نے سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی اس کوشش کو تدوین حدیث کی اولین کوشش قرار دیا ہے اور اس عبارت کو اپنے ہاں بار بار لکھا ہے: تدوین حدیث کی ابتداء پہلی صدی ہجری کے اختتام پر سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد مبارک میں ہوئی۔ مسلم تاریخ میں دو دَور بہت اہم ہیں کہ جن میں دین کے بنیادی مصادر کی تدوین سرکاری سطح پر ہوئی اور اہل لوگوں کی طرف سے ہوئی۔ سرکار نے بھی مسلمان ہونے کا فرض نبھایا، کوئی جرم کیا نہ ہی کسی پر زبردستی کی۔ ہمارے لئے ایسی حکومت ان حکومتوں سے صدہا اعتبار سے بہتر اور قابل فخر ہے جو اسلام کا نام لے مگر خدمت دین سے بدکے۔

ان کے بعد پہلے عباسی خلیفہ منصور نے امام مالک علیہ الرحمہ سے استدعا کی کہ حدیث رسول پر ایک ایسی معتدل کتاب لکھیں جس میں مسائل کو احسن طریقے پر پیش کیا گیا ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ نے موطأ لکھ ڈالی۔ ہارون الرشید۔۔ جن کے بارے میں مورخین اور اہل علم کی رائے ہے اگر وہ خلیفہ نہ بنتے تو ایک بہت بڑے صاحب علم ہوتے۔۔۔ نے خود امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر موطأ کا سماع کیا اور موطأ کو دستور مملکت بنانے کی درخواست کی۔ جو امام مالکؒ نے بہت اچھی توجیہ بیان کر کے رد کر دی۔ ہارون الرشید کے دونوں شاہزادے امین اور مامون بھی امام مالکؒ کے شاگرد رہے۔ گویا یہ سرکاری سرپرستی حدیث رسول کو حاصل رہی اور بلاشبہ ایسے حکمران خوش قسمت ہیں جنہوں نے حب اسلامی سے سرشار ایسے دینی اور علمی کاموں کی سرپرستی کی اور اپنا نام اسلام کے محسنوں میں شمار کرا گئے۔

★...... یورپ اور عیسائی دنیا کی حکومتیں تقریباً ہر دور میں اپنے سکالرز کو حکومتی مراعات دیتی رہیں جن کی کوشش یہ رہی کہ کسی طرح ان کے سکالرز بائیبل کا ایک صحیح متفقہ نسخہ تیار کر سکیں مگر افسوس ان کی ہر نئی تحقیق، پہلی تحقیق کی نفی ہی کرتی رہی۔ یورپ کی سرکاری سرپرستی کو نہ مستشرق نے معیوب سمجھا اور نہ ہی ان سے متأثر حضرات نے۔ بس اعتراض یا تکلیف ہے تو صرف یہی کہ مسلم حکمرانوں نے یہ کام کیوں کر دکھایا؟ آج بھی اللہ کے فضل وکرم سے مسلم حکمران ایسی دینی خدمات سے غافل نہیں۔ نیز بے شمار ایسے ادارے ہیں جو حدیثی خدمات کے لئے اپنی بساط بھر کوشش کر رہے ہیں۔

اتباع تابعین اور متنوع تصنیفات: یہ دور بڑا بابرکت ثابت ہوا کیونکہ روافض، خوارج اور معتزلہ کی بدعتوں کا شور بھی اس عہد میں خوب اٹھا۔ خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی تدوینی سرپرستی نے اہل علم میں ہلچل مچا دی تھی۔ اس لئے دوسری صدی کے آغاز سے ہی بے شمار خدام حدیث (Custodians) آگے بڑھے۔ جنہوں نے اپنے مشایخ سے سنی احادیث کو ضبط کیا۔ ان کے اقوال وفتاوی کو بھی جمع کیا۔ حدیثی کتب لکھی۔ ان میں جدت پیدا کی اور ہر قسم کے آثار، فتاوی واحادیث کو بلالحاظ مرتب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرڈالا۔جو درج ذیل ہیں:

۱۔کتب السنن ۲۔مصنفات وجوامع ۳۔موطآت ۴۔مسانید

۵۔کتب مغازی وسیر ۶۔کتب التفاسیر

کتب السنن: ان کتب میں روایات کو فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا تھا جیسے: ایمان،طہارت،صلاۃ وزکوۃ وغیرہ۔مگر ان میں موقوف ومنقطع روایات بکثرت تھیں۔ایسی کتب کی تعداد مصنفات اور جوامع کے مقابل میں بہت کم تھی۔مثلاً:

...... کتاب السنن از عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج البصری (م:۱۵۰ھ)،اصلاً رومی اور قریش کے موالی بھی تھے۔فقیہ حرم مکہ تھے اور اپنے زمانہ کے امام اہل حجاز۔ اولاً انہوں نے حدیث میں ابواب پر مبنی کتاب الجامع کے علاوہ،السنن، الصلاۃ اور التفسیر لکھیں۔جن میں صحابہ وتابعین کے اقوال وفتاوی کے علاوہ احادیث رسول بھی تھیں۔(صحائف الصحابۃ: ۲۳۹، استاذ احمد عبد الرحمٰن الصویان، تہذیب التہذیب: ۴۰۲/۶)امام ذہبیؒ انہیں ثقہ وثبت کہتے ہیں اور مدلس بھی۔ (تذکرۃ الحفاظ:۱/۱۶۹)

...... محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ (م:۱۵۶ھ) جو ابن ابی ذئب کے نام سے مشہور تھے انہوں نے المُوَطَّا اور السنن نام کی دو کتب لکھیں۔یہ موطأ امام مالک کی موطأ سے پہلے متداول تھی۔

...... سعید بن ابی عروبہ مہران عدوی (م:۱۵۶ھ) نے بصرہ میں ہی علم حدیث کو عام کیا۔خود حافظِ حدیث تھے اور بصرہ میں امامت کے درجہ پر فائز۔ان کی کتب میں السنن اور التفسیر کے علاوہ ایک حدیثی جزء بھی تھا۔

...... زائدہ بن قدامہ (م:۱۶۱ھ) نے السنن، الزھد، التفسیر، القراء ات اور المناقب پر کتب لکھیں۔

...... حماد بن سلمہ (م:۱۶۸ھ) کا حدیثی جزء السنن اسی عرصہ کا ہے۔آپ راویٔ حدیث بھی ہیں۔بصرہ کے مفتی اور نحو کے عالم تھے۔ثقاہت ودیانت میں اپنی مثال آپ تھے۔اہل بدعت کے بارے میں بڑے سخت تھے۔بے شمار تصانیف بھی لکھیں۔

...... ابو خازم ہشیم بن بشیر سلمی (م:۱۸۳ھ) نے عطاء بن ابی رباح اور سعید بن المسیب کے علمِ حدیث کو جمع کر کے اہلِ واسط کو اپنی علمی تصنیف حدیث السنن فی الفقہ اور المغازی کا تحفہ پیش کیا۔بغداد میں مقیم ہوئے اور بطور محدثِ بغداد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور ہوئے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: میں ہشیم کے ساتھ چار پانچ سال رہا مگر ان کے رعب اور دبدبے کے باعث اس عرصہ میں صرف دو مرتبہ ہی سوال کر سکا۔ حدیث پڑھاتے وقت بکثرت تسبیح پڑھتے اور لا إله إلا الله کو زور لگا پڑھا کرتے تھے۔

مصنفات اور جوامع: یہ ان کتب کے نام ہیں جن میں سنن کی ترتیب پر روایات مرتب ہوئیں یا جو سنن کے حکم میں آتی ہیں یا جن روایات کا تعلق سنن سے ہو۔ یہ بھی بے شمار کتب ہیں جو ان دو صدیوں میں لکھی گئیں۔ مصنفین میں:

...... ابو عروہ معمر بن راشد الازدی (م: ۱۵۳ھ)، بصرہ سے تھے وہیں مشہور ہوئے مگر سکونت یمن میں اختیار کر لی۔ انہوں نے واپس بصرہ آنے کا ارادہ کیا تو اہل صنعاء نے ان کے علمی مقام و مرتبے کے پیش نظر انہیں واپس نہ جانے دیا۔ ایک یمنی نے اس موقع پر کہا: قَيِّدُوهُ وَزَوِّجُوهُ۔ اسے قید کر لو اور اس کا نکاح کر دو۔ یمنیوں کی اس ترکیب سے پھر معمر نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ یمن میں اپنے حدیثی صحیفۃ کو بھی نمایاں کر چکے تھے۔ علماء رجال کے نزدیک: أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ بِالْيَمَنِ۔ سب سے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے یمن میں الجامع نام کی کتاب حدیث لکھی۔ امام ذہبیؒ نے انہیں أَوْعِيَةُ الْعِلْمِ لکھا ہے۔ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ فیض اللہ میں اور دوسرا انقرہ کے قومی مکتبہ میں موجود ہے۔ شاید اللہ کا کوئی بندہ کسی وقت اسے تحقیق کر کے شائع کر دے۔ (طبقات ابن سعد: ۵/۳۹۷، تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۰)

...... امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (م: ۱۵۷ھ) بلادِ شام کے بلا شرکتِ غیرے امام، فقیہ اور محقق عالم تھے۔ بعلبک میں پیدا ہوئے، بقاع میں پرورش پائی، دمشق میں عمر کا بیشتر حصہ گذارا۔ بنو عباس کا انقلاب آنے پر بیروت آ گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کی حدیثی تصنیف الجامع ہے۔

......سفیان بن سعید الثوری (م: ۱۶۱ھ) ابو عبداللہ کنیت رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام، سید العلماء العالمین اور امام الحفاظ جیسے القاب علماء وقت نے انہیں دیئے۔ امام و مجتہد کے درجے پر فائز تھے۔ ان کے شاگردوں میں ابن المبارک اور یحییٰ بن سعید القطان جیسے نامور ائمہ تھے۔ منصور نے بہت کوشش کی کہ وہ کسی طرح عہدۂ قضاء قبول کر لیں مگر یہ بچتے رہے۔ آخر میں بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ کوفہ میں الجامع نام کی کتابِ حدیث لکھ چکے تھے۔ ان کی مزید کتب التفسیر، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، الفرائض اور الاعتقاد نام کی تھیں۔ (التاریخ الکبیر: ۹۲/۲/۲، تہذیب التہذیب: ۱۱۱/۴)

......مصنف از امام وکیع بن الجراح الرؤاسی (م: ۱۹۷ھ)، ابو سفیان الکوفی۔ ابوداؤد کہتے ہیں: وہ اعور (One Eye) تھے۔ انہوں نے ابن عبداللہ البجلی، جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، سفیانین سے روایت کی اور ان سے امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہویہ، خلیفہ بن الخیاط، عبداللہ بن المبارک، محمد بن الصباح الدولابی وغیرہ نے روایت کی۔ امام احمدؒ بن حنبل انہیں اوعیۃ العلم قرار دیتے۔ فقاہت حدیث کے ساتھ اپنے حافظہ اور اتقان میں بھی لاثانی تھے۔ رقائق وزہد کے مستند عالم تھے۔ امام یحیٰیؒ بن معین انہیں عراق کا ثبت وثقہ عالم تسلیم کرتے۔ جب یہ لڑکے تھے تو امام سفیانؒ بن عیینہ انہیں رؤاسی کہہ کر پکارتے اور بلا کر فرماتے: مجھے احادیث سناؤ جو تم نے سنی ہیں۔ تو یہ ان کے پاس بیٹھ کر سند کے ساتھ احادیث سناتے اور امام سفیانؒ ان کے حفظ پر تعجب کا اظہار کرتے۔ خود کہا کرتے: میں نے پندرہ سال کسی کتاب کو نہیں دیکھا بس حافظے پر اعتماد کیا۔ امام سفیان الثوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہ ان کی مسند تدریس پر بیٹھے۔ عبدالرزاق الصنعانی کہتے ہیں: میں نے ثوری، ابن عیینہ، معمر، مالک اور دیگر علماء کو دیکھا مگر میری آنکھوں نے وکیع جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ علی بن خشرم کہتے ہیں: میں نے انہیں عرض کی کہ حفظ کی کوئی دوائی بتائیں۔ فرمانے لگے اگر میں بتاؤں تو اس کا استعمال کروگے۔ انہوں نے کہا: ضرور۔ فرمانے لگے: تَرْكُ الْمَعَاصِيْ۔ بہترین حافظے کی دوا گناہ چھوڑنا ہے۔ الجامع ان کی تصنیف ہے۔ عاشوراء کے روز ان کا انتقال ہوا۔ (طبقات ابن سعد: ۵/۵۲۰، التاریخ الکبیر: ۸/۲۶۱۵، میزان الاعتدال: ۴/۹۳۵۵)

...... جامع از سفیان بن عیینہ (م: ۱۹۸ھ)، ان کی کنیت ابو عمران الہلالی تھے، کوفی اور مکی بھی کہلاتے ہیں۔ ائمہ اسلام اور حفاظ حدیث وسنت میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۵/۳۶۴، تاریخ بغداد: ۹/۱۷۴)

موطآت: یہ کتب السنن کی طرز پر لکھی گئیں۔ فقہی احکام کے علاوہ ان میں فتاوی، واقوال اور استنباطاتِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین بھی درج ہوئے۔ چونکہ تصحیح وتضعیفِ حدیث کا معیار ابھی قائم نہیں ہوا تھا اس لئے تدوینِ احادیث وآثار پر ہی ان کتب کی زیادہ تر توجہ رہی۔ اس لئے ان کتب میں مراسیل، منقطعات، اور بلاغات کے علاوہ موقوف ومقطوع روایات بھی ہیں۔

موطأ: امام مالک بن انس (م: ۱۷۹ھ) جو امام دارالہجرہ اور عالم المدینہ بھی کہلاتے ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سب سے بڑے امام ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ان کی شاگردی حاصل ہے۔ مالکی حضرات انہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ موطأ میں امام مالکؒ نے اہل حجاز کی قوی احادیث کو درج کرنے کا التزام کیا اور فتاوی صحابہ اور تابعین بھی شامل کردیئے اور ساتھ ہی اپنا نکتۂ نظر بھی پیش کیا۔ اسی کتاب کو خلیفہ ہارون الرشید نے ایک آئینی حیثیت یوں دینا چاہی کہ اسی کے مطابق تمام علماء وفقہاء فتوی دیا کریں مگر امام محترم نے بڑی عاجزی سے فرمایا: یہ صرف میرا علم ہے جبکہ عالم اسلام میں علماء کی خاصی تعداد ہے ان کے علم سے بھی مستفید ہونا چاہیے۔ موطأ کو یہ پذیرائی بھی مل چکی تھی کہ تقریباً سن ۱۳۰ھ میں اندلس پہنچ چکی تھی۔ انہی کے معاصر محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب (م: ۱۵۸ھ) نے بھی اپنی موطأ لکھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسانید: غالباً سب سے قدیم مسند، امام عبداللہ بن المبارک تمیمی (م:۱۸۱ھ) کی ہے جنھوں نے خراسان کی سرزمین کو اپنی حدیثی کتب سے نوازا۔ ابوعبدالرحمٰن کنیت رکھتے تھے۔ بہت سی تصانیف لکھیں جن میں المسند، الزھد اور الجھاد نامی کتابیں ہیں۔ اپنی تمام عمر سفر حج، جہاد اور تجارت کرتے کرتے گذار دی۔ حدیث کے حافظ، فقیہ وقت اور عربی لغت کے علاوہ تاریخی واقعات کے زبردست عالم تھے۔ شجاعت وسخاوت میں بھی لاثانی۔ خراسان میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

......مسند حافظ ابوداؤد طیالسی (م:۲۰۳ھ) کی بھی قدیم ترین کتاب ہے۔ گیارہ اجزاء پر مشتمل یہ کتاب ایک ضخیم جلد میں چھپ چکی ہے۔ مسند کو جمع کرنے کی کوشش ان کی ذاتی نہیں بلکہ بعض حفاظ خراسان نے اس میں ان روایات کو بطور خاص جمع ومرتب کر دیا جو ان سے یونس بن حبیب نے سنی تھیں۔ یہی اس مسند کے راوی ہیں جو علمی اعتبار سے ایک ثقہ اور نیکی وبزرگی میں بہت ہی آگے تھے۔ (عقد الجوہر الثمین از القاسمی:۳۰۸)۔

مغازی وسیر کی کتب: یہ وہ کتب ہیں جن میں سیرت نبوی کے مختلف پہلو جن کا تعلق جہاد، غنائم، امان اور جزیہ سے ہو۔ یا جنگ وصلح اور ان کے معاہدات سے یا حاصل شدہ مال غنیمت، قیدی اور غلاموں سے ہو یا دوسری قوموں کے ساتھ گفتگو ومعاہدات سے ہو۔ کتب مغازی کو ہم تاریخی اعتبار سے چار اہم طبقوں میں مرتب کر سکتے ہیں:

پہلا طبقہ: مغازی اور سیر پر اولین کام عروہ بن زبیر (م:۹۴ھ) اور ابان بن عثمان (م:۱۰۵ھ) کا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: ابان بن عثمان کی ایک کتاب سیر کے موضوع پر تھی۔ ابن سعد نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن کے حالات میں انہیں ثقہ اور قلیل الحدیث لکھا اور یہ بیان کیا کہ مغیرہ نے مغازی رسول اللہ ﷺ کی روایات ابان بن عثمان سے حاصل کی ہیں۔

دوسرا طبقہ: اس کے نمایاں مؤلفین میں عبداللہ بن ابی بکر بن حزم الانصاری (۱۳۵ھ) ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کی تفصیلات روایت کی ہیں۔ وفاتِ نبی ﷺ کے ساتھ ہی جن مختلف قبائل نے ارتداد کا اعلان کیا ان کی تفاصیل بھی فراہم کی ہیں۔ آپ ﷺ کے غزوات کا ذکر بھی مرتب تاریخی صورت میں پیش کیا۔ اسی طبقہ کے ایک اور مصنف عاصم بن عمر بن قتادہ (م:۱۲۰ھ) ہیں جو ابن اسحٰق کے استاذ بھی ہیں۔ اس علم میں رسوخ کی وجہ سے خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیز نے انہیں اجازت دی کہ دمشق کی جامع مسجد میں عوام کو مغازی رسول اور مناقب صحابہ بیان کیا کریں۔ اسی طبقے میں ایک اور جری عالم ومحدث وقت امام ابن شہاب الزہری (م:۱۲۴ھ) کا نام بھی ہے جنھوں نے مغازی وسیر میں خوب مہارت حاصل کی اور روایات بیان کیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا طبقہ: موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش مدنی (م:۱۴۱ھ) جو صغار تابعین میں سے ہیں۔ ان کا نام مغازی وسیر کے علماء میں سرفہرست ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے ان کی مغازی کو صحیح ترین مغازی قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے: مغازی میں ان کی کتاب سے بڑھ کر کوئی اور کتاب صحیح نہیں اگر چہ وہ مختصر ہے اور ان روایات سے بالکل خالی جو دوسری کتب میں ملتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کو لازم پکڑو اس لئے کہ وہ ثقہ عالم ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے استفادہ کیا اور اپنی صحیح میں غزوہ خندق، غزوہ بنی المصطلق اور غزوہ طائف کے حالات روایت کیے ہیں۔ اسی طبقہ کے ایک اور راوی غزوات، محمد بن اسحٰق بن یسار مطلبی (م:۱۵۱ھ) ہیں جو امام زہریؒ کے شاگرد ہیں اور ان سے بہت مستفید ہوئے ہیں۔ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے اپنے بیٹے مہدی کے لئے ان سے درخواست کی کہ ایک کتاب سیرتِ نبوی پر تحریر کریں۔ چنانچہ انہوں نے یہ کتاب لکھی۔ جسے ان کے شاگرد زیاد البکائی اور ان سے ابن ہشام روایت کرتے ہیں۔ یہ کتاب مفقود سمجھی گئی مگر مصر میں اس کے چند اوراق مل گئے اور جس کا بڑا حصہ بعد میں یورپین لائبریریز میں ہی دریافت ہوگیا جسے ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے تحقیق کر کے فاس کے معہد دراسات سے سن ۱۹۸۹ھ میں شائع کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابنؒ اسحٰق کی کتاب سے بھی الجامع میں جابجا اقتباسات پیش کئے ہیں۔

اسی طبقہ کے ایک اور عالم ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری (م:۱۸۶ھ) نے بھی السیر نام کی کتاب لکھی۔ اسی طرح ابوخازم ہشیم بن بشیر سلمی نے بھی المغازی پر کتاب لکھی۔

جرمن مستشرق وستنفلڈ پہلے فرد ہیں جنہوں نے یہ کتاب سن ۱۸۶۰ء میں دو جلدوں میں شائع کرائی۔ عبارت مشکل ہونے کی وجہ سے انہیں مزید ایک جلد بطور ملحق کے اضافہ کرنا پڑی جس میں بہت سی وضاحتیں، حاشیئے اور فہارس وغیرہ ہیں۔ یہ کتاب امام سہیلیؒ کے نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے دوبارہ طبع بھی ہوئی۔ سہیلی کا یہ وہ خاص مخطوطہ ہے جسے انہوں نے اپنے شیخ ابن العربی سے حاصل کیا تھا۔ اس کتاب کی طباعت مسلسل ہوتی رہی۔ مگر اس کی انتہائی عمدہ و دقیق طباعت استاذ محمد مصطفیٰ السقا اور ان کے ساتھیوں کی تحقیق ہے۔

چوتھا طبقہ: یہ وہ مصنف ہیں جنہوں نے سیر اور مغازی پر تصنیفات پیش کیں اور جو امام بخاریؒ کے معاصرین میں سے ہیں۔ ان میں نمایاں ترین نام ابن سعد (م:۲۳۰ھ) کا ہے۔ طبقات کا پہلا حصہ السیرۃ النبویہ اور مغازی رسول پر مشتمل دو جلدوں میں ہے اور بقیہ حصہ میں صحابہ وتابعین اور علماء معاصرین تک کے تراجم ہیں۔ کتاب مطبوع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طبقہ کے ایک اہم عالم ابن ابی خیثمہ (م:۲۷۹ھ) بھی ہیں۔ان کی کتاب بھی طبقات میں مرتب کتاب ہے۔ان رواۃ کے تراجم ہیں جو ان کے زمانہ تک کے ہیں۔اپنی اس کتاب میں تاریخ اور السیر کو بھی انہوں نے داخل کر دیا ہے مگر بھرپور نقد اور علل الحدیث کی وضاحت کے ساتھ۔ان کا منہج بھی ابن سعد کے طبقات جیسا منہج ہے یہ کتاب بھی مطبوع ہے۔

کتب التفاسیر: یہ وہ کتب ہیں جن میں آثار صحابہ موجود ہیں۔ چند اہم تفسیری کتب جو دوسری وتیسری صدی ہجری میں لکھی گئیں ان کے نام یہ ہیں:

ا۔تفسیر مجاہد بن جبر (م:۱۰۱ھ)، تفسیر ابن جریج، تفسیر سعید بن ابی عروبہ اور تفسیر زائدہ بن قدامہ۔تفسیر سفیان الثوری (م:۱۶۱ھ) اس تفسیر میں تمام آیات کی تفسیر تو نہیں ہاں اسلاف کی تفسیری روایات اس میں ضرور موجود ہیں جو تقریباً ۴۹ سورتوں کی ہیں جن کی آخری سورۃ الطور ہے۔ڈاکٹر امتیاز عرشی نے اس کی تحقیق کی اور رامپور ہند سے شائع کرایا۔ بعد میں یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت سے سن ۱۴۰۳ھ میں طبع ہوئی۔

اجزاء: یہ مخصوص ابواب مثلاً نماز، جہاد، ایمان، زکوۃ، اموال، قیام اللیل، نکاح، نذور، زہد، استئذان، ذکر، دعاء، بر و صلہ رحمی پر جمع شدہ احادیث تھیں جو ان دونوں صدیوں میں بکثرت لکھی گئیں۔

خصوصیات: ان کتب کی خصوصیات یہ تھیں:

☆......صحابہ کرام کی روایت کردہ مسند ومرفوع احادیث ان میں آ گئیں۔

☆......صحابہ کرام کے فتاوی اور استنباطات بھی ان میں جگہ پا گئے۔

☆......کبار تابعین کی مسند مرفوع روایات بھی ان کتب میں شامل ہو گئیں۔

☆......ان کے فتوی، اقوال اور استنباطات بھی ان کتب میں لکھ دیے گئے۔

☆......ان روایات میں تصحیح وتضعیف کا اصول نہ اپنایا گیا۔محض جمع وتدوین مواد مقصد تھا تاکہ اس کام کے بعد اس کی تصحیح وتضعیف کی طرف توجہ دی جائے۔یہی وہ زمانہ ہے جس میں نقد حدیث شروع ہوئی اور اگلی و پچھلی کتب حدیث کے درمیان ایک Comparative Study کا آغاز ہوا۔۔جسے پڑھ کر وہ تمام ابہام وشکوک دور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتے ہیں جن کا اسیر آج کا متأثر طبقہ ہے۔تا کہ کتب سنت کے علمی وتحقیقی مناہج اور محدثین کرام کے تنقیدی اسلوب کی روشنی میں یہ موضوع سمجھا جائے۔

تبصرہ: اسلامی مملکت میں پھیلے علماء کی کتب اور روایات اس طرح ان مجموعوں میں جمع ہوگئیں جو تحریری اور زبانی طور پر بالآخر جمع وتدوین کے مراحل میں داخل ہوگئیں۔گو ان سب روایات کا سلسلہ اوپر رسول ﷺ یا صحابی تک ایک ہی ہو جاتا ہے اور یوں اوپر جاتے جاتے احادیث کی تعداد سمٹتی جاتی ہے۔مگر جس راوی نے بھی حدیث روایت کی اس کے بے شمار فوائد ہوئے۔

★......احادیث کا جمع کرنا بلاشبہ بڑا علمی کام تھا۔مگر ان میں صحیح وضعیف کا معیار قائم کرنا اس سے بڑا علمی اور مشکل کام تھا۔ کیونکہ رواۃ حدیث کے حالات اور ان کی ذہنی استعداد، نیز ان کی عادات واطوار معلوم کرنا محدثین نے ضروری جانا تا کہ ہر راوی کی روایت کو علم واصول کی بنیاد پر قبول یا رد کیا جائے۔آپ ﷺ نے اس تاکید کے ساتھ یہ دعا دی تھی کہ جو میری احادیث غور سے سنے، انہیں بخوبی یاد کرے، پھر انہیں آگے پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے تروتازہ رکھے۔یہی رسول اللہ ﷺ کی سند تھی کہ میری احادیث کا پھیلاؤ اہل علم کے ہاتھوں ہوتا کہ امت کو یکساں سلیقۂ تعلیم مل جائے۔قرآن کریم کو بھی آخر لکھنے یا لکھوانے کی کوئی سند الٰہی تو نہ تھی مگر اسے بھی مسلمانوں نے اپنی فراست سے کتابی شکل دی۔اگر قرآن کریم کو مسلمانوں کی انفرادی کوشش کے نتیجے میں قبول کیا جاسکتا ہے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر ذہن میں یہ شک کیوں آئے کہ احادیث زبانی طور پر منتقل جب ہوئی ہوں گی تو کیا معلوم راوی کے الفاظ وہ نہ ہوں جو اس کے استاذ کے تھے؟ کیا یہی شک قرآن کریم کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا؟ مزید وضاحت آگے بھی آرہی ہے۔صحابہ کرام نے بھی آیات کے رد وقبول کا دارومدار اپنی ذاتی بصیرت کو بنایا تھا جو سب انفرادی کوششیں ہی تھیں اور جنہیں اللہ ورسول نے کوئی سند عطا نہیں کی ہوئی تھی۔

★......دین ایسی چیز نہیں جو بے عمل، بدکردار یا جاہل لوگوں کے ذریعے مسلمانوں کو منتقل ہوا ہو۔الحمد للہ ہر دور میں سینکڑوں علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین اس کے محافظ رہے ہیں۔ایک لمبی قطار ہے صحابۂ رسول کی، تابعین کی اور تبع تابعین کی۔جسے پیارے رسول نے خیر القرون سے یاد فرمایا ہے۔اس منتقلی کا اپنے آپ سے یا اپنے دور سے تقابل مت کیجئے۔ہمارے دور میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو بات کو مروڑ کر لکھ دیتے ہیں، غلط سمجھتے ہیں، تحریف کرتے ہیں جھوٹ بولتے اور لکھتے اور اپنا چھوٹا قد بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔قرآن وسیرت رسول سے اور اہل دین سے بغض، کینہ وعناد ان کے دل میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے۔میڈیا پر بیٹھے جنگ لڑتے ہیں اور اتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ وہ حقیقت نظر آنے لگتا ہے۔کیا یہ سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت ہے؟ یا جھوٹ سچ کا کوئی معیار ہے؟ محدثین کرام نے نا اہل لوگوں کو ہی چلتا کیا ہے اور جن کرداروں کو پیش کیا ہے کیا ان کی سوانح حیات میں اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟

★......الحمد للہ صحابہ کرام نے اور ان کے بعد کی نسلوں نے رسول اکرم ﷺ کی قولی احادیث کو لفظ بہ لفظ یاد کیا ہے۔ رہیں فعلی اور تقریری احادیث، جو ذخیرۂ حدیث میں تقریباً پچھتر فی صد ہیں انہیں ظاہر ہے صحابہ کرام نے اپنے الفاظ دینا تھے۔ ان میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ محض سمجھنے کی ضرورت ہے۔

★......حدیث کے بارے میں معترضانہ گفتگو کرنے سے بہتر ہے کہ عیسائیوں کی انجیل پر یہ لوگ لکھ ڈالتے جسے کم از کم خدمت دین تو کہا جا سکتا۔ عیسائی حضرات نے اپنی بائیبل کے ساتھ جو کچھ کیا آج یہ انہی کے اندر کے سوالات ہیں: Who wrote the Bible? یا What Did Jesus really Say? مگر پھر بھی انہوں نے سینٹ پال کے خطوط کو جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پہ اٹھ جانے کے برسہا برس بعد لکھے تھے۔ Holy قرار دیا اور بائیبل کا حصہ بنا دیا۔ مگر حیرت ہے کہ اس آگاہی کے باوجود بھی عیسائی مشنریز اس کی اندھی قائل ہیں اور اپنے اداروں، جامعات، سکولوں اور عبادت گاہوں میں کئے گئے کاموں پر مفتخر ہیں۔ کیا ہم مسلمانوں نے ایسا سلوک اپنے دین کے ساتھ کیا؟ لینن، مارکس اور ماؤ کے ملحدانہ نظریات تو الحمد للہ بڑی ذلت کے ساتھ رخصت و دفن ہو گئے۔ اس کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ توبہ و انابت الی اللہ کرتے مگر مقام حیرت ہے کہ اب بھی جھوٹے سہاروں پر جینے میں انہیں مزہ آتا ہے۔ مرعوبیت کی حد یہ ہے کہ اپنے دینی شعائر پر دوسروں کے سامنے یہ لوگ جھینپتے ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہوئے دین اسلام کے معترض بن جاتے ہیں۔

★★★★★

نَظَرُوْا بِعَيْنِ عَدَاوَةٍ لَوْ أَنَّهَا عَيْنُ الرِّضَا لَاسْتَحْسَنُوْا مَا اسْتَقْبَحُوْا

انہوں نے ان پاکباز لوگوں کو نظر عداوت سے دیکھا اگر رضا کی نظر ہوتی تو انہیں بجائے ہر بات بری لگنے کے اچھی لگتی۔

یہ بھی ایک قاعدہ ہے

كُلُّ اُذُوْنٍ وَلُوْدٌ وَكُلُّ صَمُوْخٍ بَيُوْضٌ۔

ہر کان والی بچے جنتی ہے اور جس کے کان اندر ہوں وہ انڈے دیتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی معنوی روایت اور اعتراض

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ذخیرہ حدیث میں فعلی وتقریری احادیث تقریباً ۷۵ فیصد ہیں جو بالاتفاق معنوی ہیں۔ قولی احادیث جو ذخیرہ حدیث میں ۲۰ فیصد ہیں۔ ان کی روایت میں پیدا شدہ لفظی اختلاف اتنا زیادہ نہیں جس طرح اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ ہم یہ بات زور دے کر کہیں گے کہ روایت بالمعنی میں اختلاف کو احادیث رسول اللہ ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری تقسیم کو ضرور پیش نظر رکھا جائے۔ علم حدیث کا طالب علم اس کے متعدد اسباب سے واقف ہونے کے بعد محدثین کرام کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اسباب درج ذیل تھے:

......اس دور کی کتابت وتحریر بغیر نقطوں اور اعراب کے تھی جسے پڑھنے یا سمجھنے میں کوئی اندازہ یا قیاس نہیں چل سکتا تھا۔ اس کا استاذ سے سننا اور پھر اسے یاد رکھنا ہر طالب حدیث کے لئے بہت ضروری تھا۔ اس لئے طالب علم کے لئے اہم بات یہ تھی کہ وہ شیخ سے حدیث کا سماع خود کرے۔ جس طالب علم نے سماع کے بعد شنیدہ احادیث کو درست پڑھا شاذ ہی اس سے غلطی ہوئی۔ اس کا سماع، شیخ سے درست ثابت ہوا اور اسے ثقہ قرار دیا گیا۔ جس کے درجات بھی مقرر کئے۔ لیکن جس نے بعد از سماع اپنے حفظ یا اپنی تحریر کو پڑھتے وقت غلطی کی اور بار بار کی اس کا سماع کمزور اور اس کی روایت کو شذوذ کہا گیا۔ اور پہلے راوی کی نسبت اسے ضعیف بھی قرار دیا گیا۔

......اپنی تحریر کو بعد میں پڑھتے وقت جو غلطی ہوئی وہ دو قسم کی تھی۔ یا تو اس نے اعراب بدل دیا گیا جیسے عُقَیل کو عَقِیل پڑھا اسے تحریف کہتے ہیں یا اس نے حروف کو بدل دیا جیسے حَبان کو حَیان پڑھ لیا۔ اسے تصحیف کہتے ہیں۔ محدثین نے ایسی معمولی غلطی کو بھی معاف نہیں کیا اور اس کی نشاندھی کی۔ ایسے راویوں کے درجات بتائے۔ یہی وجہ ہے موطأ یا صحیحین وغیرہ کی کتب کے متعدد نسخوں میں اس نسخے کو اصح سمجھا گیا جو براہ راست مؤلف سے سن کر لکھا گیا اور بعد میں اس کی تصحیح مؤلف کے نسخے سے بھی کی گئی اور مؤلف کی اجازت تصحیح وروایت بھی اس پر ثبت کی گئی۔ مگر جو نسخے فرق رکھتے تھے انہیں باقاعدہ شروحات میں یا اصل کتاب کے حاشیہ میں واضح کر دیا گیا۔

......محدثین خود اس باب میں مختلف الرائے ہوئے کہ آیا ایسی صورت میں لفظی روایت ضروری ہے یا بالمعنی بھی انہیں روایت کیا جا سکتا ہے؟ اس اختلاف کے ذکر سے قبل یہ امور ذہن میں رہیں۔

☆......جن الفاظ حدیث کا تعلق عبادات سے ہے یا اصولی احکام سے۔ ان کی روایت باللفظ پر محدثین کا اختلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ نہ کہ فعلی یا تقریری احادیث پر۔

☆...... احادیث لکھی بھی گئیں اور حفظ بھی ہوئیں۔ انہیں دونوں طریقے سے روایت بھی کیا گیا۔ کیونکہ دونوں طریقے ایک دوسرے کی موافقت کر رہے تھے۔

☆...... کتب حدیث شاہد ہیں کہ یہ الفاظ انتہائی محفوظ ذرائع سے محدثین نے جمع کئے اور اگر کہیں فرق نظر آیا تو اوثق کی روایت کو ترجیح دی اور دوسرے راوی کو شاذ قرار دیا۔

☆...... یہ بچوں کا کھیل نہیں تھا بلکہ احادیث رسول کا معاملہ تھا جس میں جو کہا گیا وہی کچھ آگے منتقل ہوا۔ ثقاہت واتقان سے معمور یہ حضرات بخوبی واقف تھے کہ اپنی طرف سے کچھ کہنا ہے نہ کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دینی ہے۔ کیونکہ معمولی سی غفلت یا لاپروائی الٰہی منصوبے کو خراب کر سکتی ہے۔

☆...... انہیں آپ ﷺ کی اس دعا سے بھی فیض یاب ہونا تھا:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ۔ اللہ تعالی اسے تر و تازہ رکھے جو میری بات غور سے سنتا ہے اور پھر آگے اسے ویسے ہی پہنچاتا ہے جیسے اس نے سنا ہوتا ہے۔

☆...... یہ وہ لوگ تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ کی ہر دیکھی یا سنی شے یاد کرنے کی عادت تھی کیونکہ وہ امی تھے۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع جو دیا کیا اس وقت صحابہ رسول قلم کاغذ لے کھڑے تھے مگر ابوشاہ یمنیؒ کے مطالبہ پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اُكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ۔ ابوشاہ کو میرا خطبہ لکھ دو اور صحابہ نے اسے اپنے حافظے سے لکھ کر دیا۔

☆...... جب کاغذ و قلم کا زمانہ آیا تو حفظ کم ہوتا گیا اور تحریر پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ مگر حفاظ موجود رہے۔ ہمارے دور میں بھی بازار میں لگے سائن بورڈرز کی تحریریں اور ان کی ترتیب کو یاد رکھنے والے کئی نوجوان موجود ہیں۔ ان بورڈز پر مختلف نام اور مختلف کام درج ہوتے ہیں ان تمام کو یاد کر کے ترتیب وار پڑھنا اگر آج کے ہنگامہ خیز زمانہ میں ممکن ہے تو زمانہ سابق میں ہنگامہ خیزی کے بغیر اسانید و احادیث کا یاد کرنا بھی ممکن تھا۔ قابل ستائش ہیں محدثین جنہوں نے ان ایروں غیروں کا بھانڈا پھوڑا۔ ورنہ کون تھا جو اس کار خیر کو بجالاتا اور اہل دین کو اس کی روایت کے بارے میں معلومات دیتا؟

☆...... معنوی روایت کا انکار کرتے کرتے لوگ لفظی روایت کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ہر وہ روایت جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہی، جماعتی یا نظریاتی تعصب کے آڑے آئی اسے بآسانی یہ کہہ دیا گیا کہ بہر حال بخاری اور مسلم بھی تو انسان تھے کہیں نہ کہیں ان سے بھی خطا ہو سکتی ہے۔ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ آنجناب بھی آخر اولاد آدم ہیں کہیں نہ کہیں خطا آپ سے بھی تو ہو سکتی ہے اور عمداً کتنی ہوئی ہیں اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے۔

☆......آخر امام بخاری ودیگر ائمہ حدیثؒ کی اہلیت سے اتنی چڑ کیوں؟ یہ نکتہ نظر بھی انکار حدیث کا سا لگتا ہے ورنہ ثقاہت واتقان کے اعلی درجہ پر فائز علماء کی طرف سے بھی زبانی روایت ہوئی ہے۔ آخر یہ کیسے ممکن ہوا کہ عرصہ دراز کے بعد دریافت شدہ خطوط وصحیفوں کی تحریر اور انہی کی زبانی روایت میں شمہ برابر کا فرق نظر نہیں آیا؟ آخر یہ سب کیا ہے؟ باقی بہت سے ایسے متون ہیں جن میں معنوی اختلاف عام ہے۔ دراصل اختلاف کا مسئلہ حدیث میں نہیں بلکہ ہمارا مسلکی، مذہبی اور شخصیت پرست ہونے کا ہے۔ ذہن اگر ان تعصّبات سے پاک ہو تو حدیث کا تنقیدی مطالعہ بھی بڑا مفید ہو سکتا ہے اور حدیث نہ صرف اپنی حقیقت وفوقیت باور کرائے گی بلکہ رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کو ہر شخصیت سے عزیز تر بنا دے گی۔ ان شاء اللہ تعالی۔

☆......مجتہد ائمہ کرام کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال موجود ہیں جو روایت بالمعنی ہیں۔ ان پر بھی اختلاف کی وجہ سے ترجیحات قائم کی گئی ہیں۔ کبھی ایک کو باقی اقوال پر ترجیح دے کر قابل عمل بتایا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی اس اختلاف کو ذکر کیا جاتا ہے اور ترجیح میں بھی اختلاف در اختلاف کا ذکر آتا ہے اور بالآخر مُفْتٰی بِهَا پر بات آکر ٹھہرتی ہے۔ کیا حدیث کے بارے میں یک طرفہ نقطہ نظر رکھنا درست ہوگا؟ یہ تو اسلاف میں جاری وساری عادت تھی۔ مگر اس کے کچھ میزان تھے جو ہر ایک نے قائم کئے اور اصولاً انہیں تسلیم کیا۔

......الفاظ حدیث میں روایت بالمعنی کو اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ہر فن کے ماہرین بھی اسے اپنے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ مثلاً قال الشافعیؒ یا قال ابو حنیفة رحمهما الله تعالیٰ۔ جو ان کے قول کی ایسی ترجمانی ہے جو بلاسند ہے اور روایت باللفظ تو ہے ہی نہیں۔ اگر یہ سب تسلیم شدہ ہے تو محدثین کی سخت شروط کے ساتھ ایسی احادیث کو قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟

......ائمہ اربعہ کے اکثر مقلد حضرات، اصول وعقائد میں ائمہ اربعہ کی بجائے امام ابوالحسن اشعریؒ اور امام ابومنصور ماتریدیؒ کو اپنا مقتدا مانتے ہیں مگر فروع میں ائمہ اربعہ کو۔ گویا عقیدت دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ فروع میں ائمہ اربعہ کی تقلید اور اصول میں ان دونوں بزرگوں کی۔ جبکہ سلف صالحین ائمہ اربعہ سمیت اصول میں تاویل سے بچتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے اور تفویض کے سختی سے پابند رہے۔ یہی منہج صحابہ کرام اور تابعین عظام کا تھا۔

☆......محدثین کرام نے روایت حدیث کی سخت شروط عائد کیں تا کہ حدیث رسول الفاظ میں بغیر کسی کمی یا بیشی کے امت تک پہنچ پائے۔ جس سے سبق یہ دیا کہ حدیث رسول کو قبول کرنے میں اگر اتنی شدت وسختی ہے تو پھر کسی مجتہد یا امام کے مزعومہ قول یا عمل کو بھی بغیر سند ہرگز قبول نہ کیا جائے اور ایسے بلاسند مروی اختلافی الفاظ کو ترجیح دینے یا ان کی تاویل کرنے کی بجائے حدیث رسول ہی پر اپنی توجہ مرکوز کرے۔ اس لئے کچھ محدثین نے حدیث کی معنوی روایت کا سختی سے انکار کیا مگر کچھ نے سخت شرائط کے تحت اس کی اجازت دی۔

نوٹ: معنوی روایت کا مطلب یہ ہے کہ راوی، حدیث رسول کی عبارت کو اپنے الفاظ میں بیان کرے۔

☆......آپ ﷺ کی اس بارے تاکید ہے اور سختی بھی کہ میرے الفاظ کو من وعن آگے پہنچایا جائے۔ اس لئے محدثین بالاتفاق قائل ہیں کہ الفاظ حدیث کی بھرپور حفاظت کی جائے۔ اس لئے ثقہ اور متقن راوی الفاظ حدیث ہی کو لیتا، محفوظ کرتا۔ عمل کرتا اور اسی کی دعوت استنباط دیتا اور اسے اہل لوگوں تک پہنچاتا۔

☆......محدثین کا یہ بھی اتفاق ہے کہ جو راوی، الفاظ حدیث، ان کے مدلولات اور مقاصد سے آگاہ نہیں اور نہ ہی وہ الفاظ کو صحیح معنی پہنانے کی شدھ بدھ رکھتا ہے اور نہ ہی وہ لفظ اور اپنے معنی کے مابین فرق کی بصیرت رکھتا ہے تو وہ معنوی روایت کا اہل نہیں ہوسکتا بلکہ اسے صرف الفاظ ہی روایت کرنے چاہئیں۔ (الارشاد: ۲/۶۶۴)

ابن الصلاح (مقدمہ: ۱۹۰) اور نووی (تدریب الراوی: ۳۱۱) وغیرہ (توجیہ النظر للجزائری: ۲۹۷) نے اس اتفاق کا ذکر کیا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لفظ حدیث کو چھوڑ کر اس کی معنوی روایت کرنا اس جاہل کے لئے حرام ہے جو خطاب کے موقع ومناسبت کو نہ جان سکے اور الفاظ کی دقت سے آشنا نہ ہو۔ رہا محتمل اور غیر محتمل معنی کے درمیان فرق کرنے والا عالم، یا ظاہر واظہر اور عام واعم کے فرق کو جاننے والا عالم تو اسے امام شافعی، مالک، ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء نے معنوی روایت کی اجازت دی ہے۔ (المستصفی: ۱/۱۶۸)

اس لئے عام علماء، اگر قرآن کریم کے محتمل الفاظ کی معناً توضیح کر سکتے ہیں اور اس میں اختلاف رائے کی گنجائش بھی پاتے ہیں اور اسے بھی حق تسلیم کرتے ہیں بشرطیکہ جھگڑا کرنا مقصود نہ ہو تو حدیث کے بارے میں اس کے ماہرین کی طرف سے بعض الفاظ کی معنوی توضیح قابل اعتراض کیونکر ہوسکتی ہے؟

ہاں محدثین کے نزدیک اس میں اختلاف ضرور ہے کہ جو عالم الفاظ حدیث کے مزاج سے باخبر ہو اور صاحب بصیرت بھی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اسے اجازت دی جائے؟ بعض محدثین نے تو اس کی قطعاً اجازت نہیں دی اور بعض نے متعدد شرائط سے مقید کر کے اس کی روایت کی اجازت دی۔ یہ شروط درج ذیل ہیں:

۱......راوی الفاظ حدیث کی باریکیوں سے بخوبی آگاہ ہو۔ الفاظ حدیث اور اپنے معنوی الفاظ میں فرق پر اس کی گہری نظر ہو۔ وہ الفاظ حدیث کو جو معنی دے رہا ہے اس پر بھی خوب غور کر لے۔ معنی حدیث کو اپنے حفظ وضبط میں رکھ سکے۔ محتمل اور غیر محتمل معنی سے بھی واقف ہو۔ اسی طرح ظاہر واظہر اور عام واعم معنی سے بھی آگاہ ہو۔

۲......معنوی روایت صرف ایسی خبر کی کرے جس کے الفاظ بالکل ظاہر وواضح ہوں۔ جس حدیث کے معنی میں احتمال ہو اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔ اس لئے کہ ممکن ہے مراد رسول کچھ اور ہو اور معنوی روایت کچھ اور بن جائے۔

۳......روایت بالمعنی ایسی بھی نہ ہو جس میں الفاظ حدیث سے کم فائدہ ہو اور نہ ہی اس میں کوئی اضافہ ہو۔ بلکہ اصل الفاظ کے ظاہری ومخفی معانی کے مساوی یہ معنی ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا خطاب کبھی محکم ہوتا اور کبھی متشابہ۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ایسے راوی کے لئے لفظ حدیث کی معنوی تبدیلی اس وقت جائز ہوگی جب وہ لفظ اصل لفظ کے مساوی یا مرادف ہو۔ جسے دیکھ کر یا سن کر اس سے استنباط وفہم میں کوئی فرق تک نہ آنے پائے۔ اس سے مختلف فیہ استدلال بھی نہ ہو۔

☆......روایت بالمعنی کے مانعین اور مجیزین کے دلائل حسب ذیل ہیں:

مانعین کے دلائل:

☆......پہلی دلیل یہ مشہور حدیث ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثاً فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ،فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ،وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ۔ اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے ایک حدیث سنتا ہے پھر اس کی بخوبی حفاظت کرتا ہے حتی کہ وہ اسے دوسرے تک پہنچا دیتا ہے۔ بہت سے فقہ کے حامل اسے ایسے تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے فقہ کے حامل فقیہ بھی نہیں ہوا کرتے۔ (مسند احمد وسنن دارمی، ترمذی وابن ماجہ بسند صحیح)

☆......خلیل بن احمد الفراہیدی جو لغت کے مشہور امام ہیں کہتے ہیں:

مَنْ رَوَاهُ بِالْمَعْنَى فَقَدْ اَزَالَهُ عَنْ مَوْضِعِهِ وَمَعْرِفَةِ مَا فِيهِ (الباعث الحثیث:۱۴۲) جس نے حدیث کو بالمعنی روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا اس نے حدیث اور اس کی معرفت کو اصل مقام سے ہٹا دیا۔

☆......اسی طرح سیدنا عمرؓ بن خطاب، سیدنا صہیبؓ اور دیگر اصحاب رسول، روایت باللفظ کے سخت خلاف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے اسے ناجائز سمجھا اور کہا: جب یہ بزرگ کسی کمی وبیشی کے خوف سے روایت حدیث چھوڑ دیتے تھے تو بعد والوں کے لئے یہ کیسے جائز ہے؟ ہاں جو ماہر تھے ان پر انہوں نے ایسا معاملہ چھوڑ دیا تھا۔

☆......ان علماء نے اس لئے بھی یہ جائز نہ سمجھا کہ متاخر راوی کسی آیت یا خبر سے ایسے فوائد مستنبط کرے جو شاید متقدم کے وہم وگمان میں بھی نہ گذرے ہوں اور لفظ کے جو فوائد اپنے مقام پر ہوں، ضروری نہیں کہ ان سے سامع فوراً ہی مستفید ہو خواہ وہ کتنا ہی فقیہ وذکی کیوں نہ ہو۔ اس لئے اگر روایت بالمعنی جائز ہوتی تو اتنا بڑا فرق راوی کیسے سمجھ سکتا؟

☆......منع کی ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابی کو دعائیہ الفاظ میں لفظ نَبِیِّکَ کی بجائے لفظ رَسُوْلِکَ کہنے کی اجازت بھی نہیں دی۔ جبکہ یہ دونوں قریب المعنی لفظ ہیں۔

☆......اسی طرح یہ عقلی استدلال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اگر راوی کو لفظی تبدیلی کی اجازت دے دی جائے تو متأخر بھی اسے تبدیل کرتے جائیں گے اور آخری راوی تک حدیث کا حلیہ ہی بدلا ہوگا اور وہ اپنے اصل الفاظ سے کوسوں دور جا چکی ہوگی۔

☆......رہی وہ روایت جو عبد اللہ بن سلیمان بن اکیمۃ اللیثی سے کی جاتی ہے کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ سے حدیث سنتا ہوں مگر اسے ویسے ادا نہیں کر پاتا جیسے آپ سے سنا ہوتا ہے بلکہ ایک آدھ حرف کی کمی یا بیشی ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِذَا لَمْ تَحِلُّوْا حَرَامًا، اَوْ تُحَرِّمُوْا حَلاَلاً، وَاَصَبْتُمُ الْمَعْنَی فَلاَ بَأسَ۔ جب تم حرام کو حلال نہ کرو اور حلال کو حرام نہ کرو اور معنی درست پیش کر دو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ حدیث امام طبرانی نے روایت کی ہے جس کی سند میں الولید بن سلمہ ہے جسے امام دحیم نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں: یہ شخص حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام ہیثمی نے بھی **مجمع الزوائد** (۱/۱۵۴) میں اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے اور کہا ہے: اسے طبرانی نے **المعجم الکبیر** (۶۴۹۱) میں روایت کیا ہے۔ نیز یعقوب بن عبد اللہ بن سلیمان بن اکیمۃ اللیثی، عن ابیہ عن جدہ جیسی سند کو کسی نے ذکر نہیں کیا۔

☆......جو علماء حدیث کی معنوی روایت کی سختی سے مخالفت کرتے ہیں ان میں القاسم بن محمد، رجاء بن حیوۃ اور محمد بن سیرین ہیں۔ ابن عون کہتے ہیں: ان تینوں کو میں نے متشدد پایا۔ علیؒ بن المدینی بھی انہی علماء میں شامل تھے۔ قاضی عیاضؒ نے تجویز دی کہ اب روایت بالمعنی کا باب بند ہونا چاہئے تاکہ حدیث میں جو کمزور ہے وہ اس پر مسلط نہ ہو جائے۔ (الإلماع: ۱۸۶)

☆......امام مالک رحمہ اللہ مرفوع احادیث کی روایت بالمعنی کے سخت مخالف تھے۔ حتی کہ باء کو تاء میں بدلنے پر بھی حافظہ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزور قرار دیتے۔ ظاہریہ اور محدثین کی ایک جماعت کی رائے بھی یہی ہے۔ اسی طرح ابوبکر بن العربی (م:۵۴۴ھ) کی رائے یہ ہے کہ غیر صحابہ کے لئے تو روایت بالمعنی قطعاً جائز نہیں۔ ہاں صحابہ کے لئے اگر جائز تھی تو اس کی دو وجوہات تھیں:

ا۔ ان کی فصاحت و بلاغت ایک بڑی وجہ تھی۔ کیونکہ ان کی عربی جبلت تھی اور انہیں اپنی لغت کا سلیقہ آتا تھا۔

۲۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے قول وفعل کا مشاہدہ کیا۔ ان کا مشاہدہ ہی تمام معنی حدیث اور اس کے مقصد کلی کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوا۔ اس لئے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

قائلین کے دلائل:

☆......حدیث کا راوی اگر نص کا معنی جانتا ہے اور اس کا صحیح معنی ادا کر سکتا ہے تو وہ روایت کر سکتا ہے۔ صحیح احادیث میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ واقعہ کبھی ایک ہوتا ہے مگر بوجوہ اس کے الفاظ مختلف ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے تو سیدنا ابن مسعود، انس بن مالک اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم جب حدیث روایت کرتے تو اس کے آخر میں یہی کہا کرتے: اَوْ نَحْوَ ھٰذَا، اَوْ شِبْهُهُ اَوْ قَرِیْباً مِنْهُ۔

☆......ایک دلیل یہ بھی ہے: امام مکحولؒ فرماتے ہیں: میں اور ابوالأزہر دونوں واثلہ بن الأسقع کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں عرض کی: آپ ہمیں رسول اکرم ﷺ کی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اکرم ﷺ سے خود سنی ہو اور جس میں کسی قسم کا وہم یا کمی دبیشی نہ ہو۔ فرمانے لگے: کیا آج رات تم میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں۔ مگر دوران قراءت اس میں واؤ یا فاء کو بڑھاتے یا تبدیل بھی کر دیتے۔ فرمانے لگے: اتنے عرصے سے تم قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہو جسے یاد کرنے کی مکمل قدرت تم میں نہیں اور جانتے ہو کہ اس میں واؤ یا فاء کو گھٹا بڑھا دیتے ہو۔ ان احادیث کے بارے میں پھر تمہارا کیا خیال ہے جس کا معنی رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا جاتا ہے جسے ہم نے آپ ﷺ سے صرف ایک بار سنا ہوتا ہے۔ کہ اسے ہم تمہیں من وعن سنا دیں؟ سنو! جب میں تمہیں رسول اکرم ﷺ سے حدیث سنا دوں تو اسے کافی سمجھا کرو۔ (سنن دارمی: ۱/۹۳) اسنادہ صحیح۔

☆......امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کُنْتُ اَسْمَعُ الْحَدِیْثَ مِنْ عَشْرَۃٍ، الْمَعْنَی وَاحِدٌ، وَاللَّفْظُ مُخْتَلِفٌ۔ میں دس محدثین سے ایسی حدیث سنتا جس کا معنی ایک ہی ہوا کرتا مگر الفاظ مختلف ہوا کرتے۔

اس لئے کہ احادیث جب ضبط ہوئیں تو لوگوں کا ضبط پر اعتماد، صحیح سماع کے ذریعے ہی ہوتا تھا جیسے آج کل ہے۔ نیز اس دور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تحریر میں تشکیل تھی اور نہ ہی نقطے تھے۔اس لئے ایک ہی لفظ کو پڑھنے میں معانی کی تبدیلی کا بھی امکان تھا۔قرآن پاک کی تدوین وضبط میں سماع ہی کام آیا۔

☆......امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے: اِنَّمَا نُحَدِّثُكُمْ بِالْمَعَانِي۔ ہم تمہیں معنیٰ حدیث روایت کیا کرتے ہیں۔حسنؒ بصری بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے اگر کوئی عالم اسے درست معنی میں بیان کردے۔امام شعبی، امام نخعی اور امام شافعی رحمہم اللہ روایت بالمعنی کو جائز سمجھتے تھے۔(المحدث الفاصل:۵۳۴)، (الجامع از خطیب:۱۷/۲)

☆......ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر شرع کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اس کا عجمی زبان میں ترجمہ ہوسکتا ہے اور عربی کو عجمی میں بدلا جانا جائز ہے تو پھر ماہرین کے لئے عربی کو عربی میں بدلنا بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

☆......فَاَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سے مراد اس کا حکم ہے نہ کہ لفظ۔

☆......صحیح بات یہی ہے کہ صحابہ وتابعین کی جماعت کو اگر کوئی اپنی میزان پر رکھ کے دیکھتا ہے تو اسے تو ہر غلطی کا امکان نظر آئے گا ورنہ یہ محض مفروضے ہیں اور حدیث تو آپ ﷺ کے دور سے ہی ضبط تحریر میں آنا شروع ہوگئی تھی۔زیادہ احتیاط آپ ﷺ کے اقوال کو ضبط کرنے میں کی گئی جو افعال وتقریرات کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔ہاں افعال وتقریرات کو صحابہ کرام نے دیکھا اور پھر اپنے ہی لفظوں میں انہیں بیان کیا۔

☆......حدیث کی روایت بالمعنی کی اجازت بیشتر صحابہ نے بھی دی ہے جن میں سیدنا علی، ابن عباس، انس بن مالک اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔تابعین میں الحسن بصری، الشعبی، عمرو بن دینار، امام زہری، ابراہیم نخعی، مجاہد، عکرمہ اور بہت سے دیگر ائمہ امام شافعی وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔

ہاں جس نے نص حدیث میں عمداً تحریف کی تو وہ ہماری اس بحث سے خارج ہے۔امام ابنؒ الصلاح فرماتے ہیں: پھر یہ اختلاف ختم ہوگیا اور علماء نے اس کا تذکرہ اپنی کتب میں کرنا مناسب ہی نہ سمجھا۔اب کسی حدیثی کتاب میں لفظی تبدیلی کی اجازت نہیں۔یہ خیانت ہوگی۔کیونکہ روایت بالمعنی کی اجازت جس نے دی اس وقت اسے دی جس کے لئے حدیث کے الفاظ ضبط کرنا مشکل تھا۔(ملخص از مقدمہ ابن الصلاح:۱۸۹، الحدیث النبوی از مصطفیٰ لطفی صباغ)

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقد و تحقیق کا آغاز

نقد و تحقیق کا آغاز قرآن کریم میں سورۃ حجرات:۶ میں کر دیا گیا تھا۔ اہل علم کو اس میں چند اصولی باتیں سمجھا دی گئیں کہ جب:

☆......کوئی اہم خبر ہو

☆......اسے دینے والا فاسق ہو

☆......اہل اسلام میں سے کسی تک یہ خبر پہنچے

☆......تو اسے قبول کرنے سے پہلے اس فاسق کی تحقیق ضروری ہے۔ ورنہ

☆......اسے قبول کر لینے پر ایسے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں کہ جن پر شرمندگی ہوگی۔

اس شرمندگی میں سب سے بڑی چیز یہ ہوگی کہ اس خبر کو قبول کرنے والوں پر لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا۔

......آپ ﷺ نے بھی نقد کی اور بروقت کی تاکہ فرد کی اصلاح ہو یا لاعلم اصل حقیقت سے آگاہ ہو اسے آپ ﷺ نے غیبت کے دائرہ سے باہر رکھا اور خیر خواہی فرمایا۔

صحابہ کرام اور نقد حدیث:

☆......قبول حدیث میں انتہائی محتاط شخص سیدنا ابوبکرؓ صدیق تھے۔ جن کے بارے میں امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: كَانَ أَوَّلُ مَنِ احْتَاطَ فِي قَبُوْلِ الْأَخْبَارِ۔ قبول حدیث میں پہلے محتاط شخص تھے۔

☆......سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں ثبوت مانگتے اور اس کے وہ مؤسس (Founder) تھے۔

هُوَالَّذِیْ سَنَّ لِلْمُحَدِّثِیْنَ،اَلتَّثَبُّتَ فِی النَّقْلِ وَرُبَمَا کَانَ یَتَوَقَّفُ فِی خَبَرِ الْوَاحِدِ إِذَا ارْتَابَ۔

(تذکرۃ:۶) سیدنا عمرؓ نے احادیث کے ضبط وحفظ اور روایت کے کمال ثبوت کا اس درجہ اہتمام کیا کہ تمام محدثین کے ہاں آپ کا یہ طرز عمل ایک بہترین نمونہ بن گیا۔ بسا اوقات ایک حدیث میں محض شک کو دور کرنے کے لئے توقف بھی فرما لیتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......براءؓ بن عازب کہتے ہیں: صحابہ ایک دوسرے سے احادیث سنتے اور كَانُوا يَشُدُّونَ عَلَى مَا يَسْمَعُونَ مِنْهُ۔ جس سے سنتے انتہائی توجہ سے سنتے۔

☆......عقبہؒ بن نافع اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہیں: لَا تَقْبَلُوا الْحَدِيثَ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ۔ حدیث کو صرف ثقہ سے ہی قبول کرو۔

☆......خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں ﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ (الزخرف: ۴۴) بلاشبہ یہ آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے ایک ذکر ہے۔ اس سے مراد آدمی کا یہ کہنا ہے: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے میرے دادا محترم سے۔

☆......تنقید حدیث اور اس کا نفاذ دورِ صحابہ میں شہادتِ ذوالنورین سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ امام محمد بن سیرین (م: ۱۱۰ھ) کا یہ قول صحیح مسلم کے مقدمہ میں مذکور ہے:

لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا حَدَثَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدْعَةِ لَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ۔

اس کا طریقہ کیا تھا: صحیح مسلم میں ہی ہے: بشیر عدوی سیدنا ابن عباسؓ کے پاس آیا اور آتے ہی کہنے لگا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ۔ سیدنا ابن عباسؓ نے کوئی توجہ نہ دی۔ کہنے لگا: ابن عباسؓ! خیریت ہے! میں حدیث پڑھ رہا ہوں اور آپ بے اعتنائی برت رہے ہیں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میاں! ایک وقت تھا جب ہم کسی سے یہ سنتے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: اِبْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا، فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ، لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ۔ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے: تو ہماری آنکھیں فوراً اس کی طرف اٹھ جاتیں اور ہم گوش بر آواز ہو جاتے۔ مگر جب لوگوں نے ہر ایری غیری چیز اپنا لی تو صرف ہم وہی احادیث لینے لگے جنہیں ہم جانتے۔

یہ تنقیدی تجزیہ حدیث رسول اور سند حدیث دونوں کا ہے۔ نقدِ حدیث کے یہ رویے بہت بعد کے نہیں بلکہ دورِ صحابہ سے ہی ہیں جس میں آخر تک سینکڑوں نقادانِ فن حدیث نرم وگرم نظر آتے ہیں۔ سیدنا ابن عباسؓ کی سرد مہری اور ان کے اس رویے پر خود ان کا جواب ہی نقد ہے کہ لاتعلق لوگ ہمارے نزدیک بے وزن اور غیر اہم ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......شہادت ذوالنورین نے مسلمانوں کے درمیان اخلاص ونفاق کی ایک واضح لکیر کھینچ دی۔ حق خلافت کو روافض نے نسب سے منسلک کر کے پہلے تین خلفاء کو غاصب قرار دیا جس کا نتیجہ سبھی صحابہ سے نفرت اور ان کے مرتد ہو جانے کا عقیدہ بنا۔ بارہ اماموں کو پیدائشی معصوم اور براہ راست اللہ تعالیٰ سے راہنمائی وصول کرنے والا بنا دیا۔ جس میں رسول کی اہمیت کم اور غیر ضروری سمجھی گئی۔ نیز توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ بھی کمزور ہو گیا کہ یہی ائمہ معصومین اِلٰہ کا درجہ پا گئے۔ کسریٰ کی سلطنت کا عرب مسلمانوں کے ہاتھوں زوال بھی اس میں مزید نفرت بھرتا گیا۔ روافض نے صرف اسی روایت کو معتبر قرار دیا جو ان کے کسی امام تک منتہی ہوتی۔ اس لئے ان کے مجموعہ ہائے روایت اہل السنۃ سے علیحدہ ہو گئے کیونکہ اہل السنۃ کے یہ عقائد نہیں تھے اور نہ ہی وہ ان کے ساتھ شریک ہیں۔ وہ روایت حدیث میں سوائے رسول کے کسی کو معصوم نہیں جانتے۔ اس لئے وہ براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حدیث لینے اور اسی پر عمل کرنے کے روادار ہیں اور ہر روایت کو نقد وجرح کی چھلنی سے گذارنے کے قائل بھی۔

☆......مختار ثقفی کذاب کے زمانۂ عروج میں بھی علماء حدیث نے ہر ظاہر ہوتی حدیث کی اسناد کے بارے میں خوب سوال کئے۔ کیونکہ بعض ایسی روایات ظاہر ہوئیں جن میں سیدنا علیؓ کے بارے بکثرت جھوٹ پھیلایا گیا۔ (شرح علل الترمذی:۳۶)

دورِ تابعین میں نقدِ حدیث:

☆......سند اور کی اہمیت کو علماء نے آیتِ قرآنیہ سے مستنبط کیا۔ امام مطر الوراقؒ کہتے ہیں: اس آیت ﴿أَوْ أَثَٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ یا کوئی علمی دلیل (الاحقاف:۴) سے مراد اسنادِ حدیث ہے۔ انہوں نے اثرۃ سے مراد علم اسناد لیا ہے۔

☆......راوی حدیث یا استاذ حدیث کون اور کیسا ہو؟ اس کے بارے میں امام ابنؒ سیرین کا یہ قول بھی بہت مشہور ہے:

اِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔ یہ علم، دین ہے تو دیکھا کرو تم کس سے اپنے دین کو لے رہے ہو۔

دین کے معاملے کسی کے جھوٹ، گھڑت اور بدعت کو ان صحابہ اور تابعین نے کھل کر اگر بتایا ہے تو یہ دماغی تعزیر ہی سہی۔ مگر اس طرزِ عمل سے ایسے لوگوں کی روایت کشی ضرور ہوئی اور لاتعلق لوگ پرے ہٹا دئے گئے اور عام مسلمان نے اپنے دل کو اسفنج کی طرح نہیں بنایا کہ جو اودے نیلے قطرے بھی اس میں آ پڑیں اسے قبول کر لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......امام زہری رحمہ اللہ فرمایا کرتے:

اَمَا اِنَّ الْحَدِیْثَ یُعْجِبُهٗ ذُکُوْرُ الرِّجَالِ وَیَکْرَهُهٗ مُؤَنَّثُوْهُمْ۔ غور سے سنو! حدیث ایسا موضوع ہے جسے مذکر مرد پسند کرتے ہیں اور ان کے مؤنث حضرات اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔

☆......امام زہریؒ، اسحٰق بن ابی فروۃ کے پاس تھے انہوں نے حدیث بیان کرنا شروع کی تو کہا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔ اس پر امام زہریؒ کو جلال آیا اور فرمایا:

قَاتَلَكَ اللّٰهُ يَا ابْنَ اَبِي فَرْوَةَ،مَا اَجْرَاَكَ عَلَى اللّٰهِ؟ اَلَا تُسْنِدُ حَدِيْثَكَ؟تُحَدِّثُنَا بِاَحَادِيْثِ لَيْسَ لَهَا خُطُمٌ وَلَا اَزِمَّةٌ۔ ابن ابی فروہ اللہ تم سے پوچھے تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کے خلاف اتنی جرات کیسے ہوئی؟ تم حدیث کو سند کے ساتھ کیوں نہیں بیان کرتے؟ ہمیں تم ایسی حدیث بیان کرتے ہو جس کی نہ نکیل ہے اور نہ ہی کوئی باگ۔

☆......امام ابن شہاب زہریؒ فرمایا کرتے:

اِنَّ لِلْحَدِيْثِ آفَةً وَنَكِدًا،وَهَجْنَةً،فَآفَتُهٗ نِسْيَانُهٗ،وَنَكِدُهُ الْكِذْبُ وَهَجْنَتُهٗ نَشْرُهٗ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ۔ کہ حدیث میں آفت بھی ہے اور عسرت وتنگی بھی اور عیب بھی۔ اس کی آفت اس کا بھولنا ہے اس کی تنگی اس میں جھوٹ بولنا ہے اور اس کا عیب یہ ہے کہ نااہل کو یہ علم بخش دیا جائے۔ (العلل ومعرفۃ الرجال: ۹۲/۱)

☆......فقیہ مدینہ ابوالزناد کہتے ہیں:

اَدْرَكْتُ بِالْمَدِيْنَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَاْمُوْنٌ،مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمُ الْحَدِيْثُ،يُقَالُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهٖ۔ مدینہ میں سو لوگ تھے۔ تمام امین بھی۔ مگر ان سے حدیث نہیں لی جاتی تھی۔ وجہ یہی بتائی جاتی کہ اس کے اہل ہی نہیں۔

☆......ابواسحٰق طالقانی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے عرض کی: ابوعبدالرحمٰن! یہ حدیث: نیکی کے بعد ایک نیکی یہ بھی ہے کہ تم اپنے والدین کے لئے نماز پڑھو اپنی نماز کے ساتھ اور ان کے اپنے روزوں کے ساتھ روزے بھی رکھو۔ عبداللہ نے فرمایا: ابواسحٰق: یہ حدیث کس سے روایت کی جاتی ہے؟ میں نے عرض کی: شہاب بن خراش سے۔ فرمانے لگے: یہ ثقہ ہیں۔ وہ کس سے؟ میں نے عرض کی حجاج بن دینار سے۔ فرمانے لگے: یہ بھی ثقہ ہیں۔ یہ کس سے روایت کرتے ہیں؟ میں نے کہا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانے لگے: ابواسحٰق! حجاج بن دینار اور رسول اللہ کے درمیان تو بنجر راستہ ہے جن میں اونٹوں کی گردنیں کٹ گئی ہیں۔ مگر صدقہ میں اختلاف نہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

☆...... یہ علماء حدیثِ رسول کے محافظ وامین تھے۔ نقدِ حدیث میں امام سفیان ثوریؒ (۹۷۔۱۶۱ھ) کی اڑان بہت اونچی ہے۔ راوی ثورؒ بن زید قدری تھے اور ناصبیت کی طرف بھی رجحان رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں امام سفیانؒ فرمایا کرتے:

خُذُوا عَنْ ثَوْرٍ وَاتَّقُوا قَرْنَيْهِ۔ ثورؒ سے حدیث لے لو مگر اس کے دو سینگوں سے بچو۔

☆......علماء حدیث نے اصول تنقید اور درایت یعنی عقلی حیثیت سے روایات کو پرکھنے کے اصول وقواعد ترتیب دئے جو حدیث کی تصحیح وتضعیف یا تغلیط کی چھان بین کا ایک منفرد اسلوب ہے۔ بڑے بڑے خلفاء وامراء نے اگر روایت حدیث میں ذرہ برابر غلطی کی تو ان کو بھی نہ چھوڑا اور انہیں وہی درجہ دیا جس کے وہ مستحق تھے۔

☆......زمانہ صحابہ وکبار تابعین میں ہی گو احادیث کے ساتھ اقوال وفتاوی جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ موضوع وضعیف اور صحیح احادیث کو ایک دوسرے سے الگ اور ممتاز کرنے کی کوششیں بھی اسی عرصہ میں شروع ہوئیں۔ خبر واحد، متواتر، صحیح، ضعیف، موضوع، مرفوع، موقوف، مقطوع وغیرہ کی اصطلاحات زبان زدعوام تھیں۔ ناسخ ومنسوخ، مرسل ومنقطع سے بھی ہر طالب حدیث واقف تھا۔ اختلاف حدیث اور رفع تعارض کے اصول بھی وضع ہو گئے۔ رواۃ پر نقد اور تبصرہ کی ریت بھی پڑ چکی تھی۔ درجات حدیث وکتب بھی مقرر ہوئے۔

☆...... یہ فن حفاظتِ حدیث کی خاطر شروع ہوا اور بتدریج بحث وتحقیق کے انتہائی اعلی وارفع مقام کو چھو گیا جس میں بجا طور پر اور بجا مقام پر سخت رویے بھی تھے اور معتدل وبے لاگ تبصرے بھی۔ طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ از امام ذہبی اور طبقات الحفاظ از امام سیوطی یا وہ کتب جن میں صحابہ کرام کے حالات لکھے گئے ہیں جیسے: اسد الغابہ از ابن الاثیر، الاستیعاب از ابن عبد البر یا معرفۃ الصحابہ از ابونعیم یا الاصابۃ از امام حجر عسقلانی وغیرہ جیسی کتب میں ان اہل علم کی حدیثی درایت وروایت کا نہ صرف تذکرہ ملتا ہے بلکہ درجات کا بھی علم ہوتا ہے۔

آغاز نظام اسناد: اسناد کیا ہے؟ کسی بات کی حقیقت تک پہنچنے کا ایک ذریعہ۔ ایک واسطہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی نسلوں کی باتیں، ان کے کارنامے۔ بعد کی نسلوں کے لئے سبق آموز، دلچسپ اور باعث فخر ہوتے ہیں۔ ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدت بھی ہوتی ہے مگر بعض اوقات مبالغہ آرائی میں ان کی طرف تمام رطب ویابس منسوب اقوال اور واقعات قبول کر لئے جاتے ہیں بلکہ انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کرنا بھی ایک مذہبی فریضہ سمجھا جاتا ہے۔

اقوال اور واقعات خواہ اگلی نسل کے ہوں یا پچھلی نسل کے۔کیا انہیں حقیقت حال جانے بغیر قبول کرنا ایک اسلامی طریقہ و منہج ہے؟ قرآن کریم نے ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کا درس اس لئے دیا ہے کہ حقیقت حال کا اگر علم نہیں تو شبہاتی نظریے برائے نام ہوتے ہیں۔اس کے زمرہ سے نکل کر مسلمان کو یقینی علم کی طرف آنا چاہئے۔ورنہ ﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ کا اتہام اس پر لگ جائے گا۔﴿اَوَلَوْ كَانَ آبَاءُ هُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ جیسی بے بنیاد بات کو آدمی کیونکر تسلیم کرے؟ ﴿يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ جیسی بے سند عقیدت کیوں اپنائے؟ حقیقت تک پہنچنے کے لئے یہ سب غلط اسانید ہیں جنہیں ماضی میں اپنایا گیا اور عقیدہ تک بگاڑ لیا گیا۔ ہاں صحیح سند کے ساتھ بات کو قبول کرنا صحیح اسلامی ذوق کی علامت ہے۔﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا. بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ یہ الٰہی بات ہے۔اور یقینی ہے۔

مگر انسانوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں صحیح سند پر یقین نہیں ہوتا۔معمولی بات پر کئی مفروضے قائم کر لیتے ہیں اور دین کو مشکل بنا دیتے ہیں۔موسیٰ علیہ السلام کا بنو اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا فرمانا بھی ایک سند ہے۔مگر انہیں تسلی نہ ہوئی تو رب کریم کو آخری سند ماننے پر تیار ہو گئے۔یہی تو سند ہے جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے:﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ..﴾ یہ دینی افلاس تھا کہ رسول وقت کی بات نہ ماننے کو وہ دین داری سمجھتے تھے۔

عقیدت یا محبت میں غلو سے بالاتر ہو کر اپنے میلانات اور رغبات کو تحقیق کی بنیاد پر اپنانا چاہئے جو گناہ نہیں۔قرآن مجید اس معیاری ذوق کا اہم اصول یہ بتاتا ہے:﴿اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا..﴾ فاسق کے احوال کی حقیقت معلوم ہونی چاہئے تاکہ عادل وثقہ اس سے ممتاز ہو جائیں۔اکابر کے ان دیکھے اور ان سنے واقعات واقوال جب قابل اعتماد اور عادل افراد بتائیں گے تو وہ بغیر کسی ذریعہ وسند کے نہیں بتائیں گے۔قرآن وحدیث تو اس سے زیادہ کا استحقاق رکھتے ہیں۔محقق بھی یہی پسند کرتا ہے ورنہ عقیدت ومحبت کی چھاؤں میں ہر خرابی بھی ٹھنڈک پہنچاتی رہتی ہے۔تورات وانجیل میں تحریف، اسی اسناد سے غفلت برتنے کا نتیجہ ہے۔قرآن کریم یہی تو کہتا ہے:

> تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور پھر کہہ دیتے ہیں ﴿هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ یہ تبدیلی اللہ کی طرف سے ہے۔(البقرۃ:۷۹)

اللہ تعالیٰ کے کلام (تورات وانجیل) کو سمجھنے کے باوجود اسے جانتے بوجھتے تبدیل کرنے کا سبب آخر کیا ہے؟ سند کا غائب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردینا۔ جسے عقیدت مندوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اسے ہی مقدس سمجھا اور ضلالت وغضب کا شکار ہوگئے۔

......ماضی میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث پاک میں تحریف، تبدیلی، جھوٹ، غلو سب کچھ شامل کرنے کی کوشش ہوئی الحمدللہ صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین نے اسے راوی کی عدالت وثقاہت کی شرط سے ناکام بنایا۔ ایسے رجحانات کا مقابلہ یا علاج اسی شرط سے ہی ہوسکتا تھا۔ ان روایات کی تنقیح وتہذیب کے لئے رجال کار کی ضرورت تھی جو ثبوت فراہم کرتے کہ آپ ﷺ کی احادیث کی روایت ایسے نظام سند سے وابستہ ہے جو انتہائی پختہ اور منطقی ہے جسے ماہر علماء نے نشو ونما دی ہے اور جس کی اہمیت یہ ہے کہ ہر راوی پر ممکنہ تحقیق کرلی گئی ہے۔ یوں ہر حدیث وسنت کو صحیح وضعیف اور موضوع کی صف میں لا کھڑا کیا۔ نیز فقہ واستنباط کی بنیاد بھی فراہم کردی۔ مگر کچھ مستشرقین اور مستغربین نے اس کوشش کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ معترض بن کر اپنی آزادروی ولاعلمی کے باوصف وہی ایک دوسرے کو روکرتے رہے۔ اس طرح ہر ایک کو جوابات بھی اپنوں سے مل گئے اور علماء حدیث نے بھی دے دیئے۔

......کسی بھی خبر یا حدیث میں وہم، غلطی یا جھوٹ درآئے تو اس کا اصل سبب راوی ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی خبر یا روایت جھوٹی ہو یا غلط اور اس کے راوی کا اس میں دخل نہ ہو۔ یہی وہ اصل چیز ہے جسے محدثین کرام نے نقد حدیث کا مبنی برصواب طریقہ سمجھا۔ اس لئے انہوں نے نقد سند پر توجہ دی اور راوی کے احوال کی تحقیق وتفتیش کو ضروری خیال کیا۔

......عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے آفَةُ الْأَخْبَارِ رُوَاتُهَا۔ یعنی خبروں کی بے اعتباری ان کے بیان کرنیوالوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جو بالکل صحیح بات ہے۔ لوگ کہیں کے رہنے والے ہوں۔ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں یا کسی بھی ثقافت کے حامل ہوں وہ جھوٹے کو کبھی بھی قابل اعتماد نہیں سمجھتے اور اس کی باتوں پر ہمیشہ غیر مطمئن رہتے ہیں۔ خواہ وہ کبھی کبھی سچ بھی بولنے لگے۔ مگر اس کے برعکس ایک سچا انسان ہر بات اور خبر میں قابل اعتماد ہوتا ہے۔ اس کی روایات کی تصدیق بھی لوگ کر لیتے ہیں۔ اس لئے وہی حدیث ہی صحیح اور قابل عمل ہوتی ہے جب اس کا راوی صادق وعادل اور ضابط ہو۔

سند کا ثبوت قرآن کریم سے:

ا۔ مکی دور میں مشرکین سے کہا جارہا ہے: ﴿اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء کرام) سے کوئی روایت پیش کرو۔ (الاحقاف:۴)

مشہور تابعی حضرت عطاءؒ بن ابی رباح ﴿او اثرة من علم﴾ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ أَوْ شَیْءٌ تَأْثُرُوْنَهُ عَنْ نَبِيٍّ كَانَ قَبْلَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ یا کوئی ایسی چیز پیش کرو جس کو تم محمد ﷺ سے پہلے کسی نبی سے روایت کرتے ہو۔ مفسر مقاتلؒ بھی تقریباً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اَوْ رِوَایَۃٌ مِنْ عِلْمِ الْاَنْبِیَاءِ۔ یا علم انبیاء میں سے کوئی روایت پیش کرو۔

(فتح القدیر: الاحقاف ۴۱)

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنْ جَآئَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوْا... الخ﴾ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ (الحجرات: ٦)

یہ آیت محدثین کرام کے لئے راوی کی جانچ پرکھ کے لئے مینارہ نور ثابت ہوئی۔ انہوں نے اسی کی روشنی میں جرح و تعدیل جیسے اہم علم کی بنیاد رکھی اور یہ ضابطہ بھی متعارف کرا دیا کہ حقیقت حال جاننے کے بعد بات کو قبول کیا جائے اور آگے منتقل کیا جائے۔ جو سند سے ہی ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ. آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرنے لگے۔ (سنن أبی داود: ۲۰۲)

ابن حبانؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ آدمی کوئی بات سنے تو اسے دوسروں کو اس وقت تک بیان نہ کرے جب تک کہ اسے خود اس کی صحت کا یقین نہ ہو جائے۔ (ابن حبان: ۷)

۳۔ ﴿قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ﴾ سلیمان نے فرمایا۔ اب ہم دیکھیں گے تم نے سچ کہا یا تم جھوٹوں میں سے ہو؟ تحقیق حال کے بعد ہی سلیمان علیہ السلام چاہتے ہیں کہ ہد ہد کی بات (سند کے ساتھ) قبول کی جائے۔ (النمل: ۲۷)

٤۔ ﴿وَاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ....﴾ اور اپنے میں سے دو عادل افراد کو گواہ بنا لو۔ (الطلاق: ۲)

راوی بھی ایک اعتبار سے گواہی دے رہا ہوتا ہے اور اس کی عدالت یعنی اس کی سیرت میں پاکیزگی اس کی بنیادی صفت شمار کی جاتی ہے۔

سند کا ثبوت سنت سے:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے حج کے موقع پر قربانی کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ۔ فَاِنَّ الشَّاھِدَ عَسٰی اَنْ یُّبَلِّغَ مَنْ ھُوَ اَوْعٰی لَہٗ مِنْہُ۔ جو حاضر ہیں وہ میری باتیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ ایسا ممکن ہے کہ حاضر کی نسبت غائب زیادہ قوت حافظہ کا مالک ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔غائب سے مراد وہ لوگ بھی تھے جو زندہ تھے مگر وہاں موجود نہ تھے۔

۲۔غائب سے مراد بعد میں آنے والی نسلیں بھی ہیں اس لئے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے اقوال وافعال کو تابعین رحمتہ اللہ علیہم تک پہنچایا اور تابعین نے سنت کا ذخیرہ اپنے تلامذہ تبع تابعین کو منتقل کیا۔اس طرح احادیث مبارکہ سینہ بہ سینہ اور سفینہ درسفینہ یعنی کتاب درکتاب ہم تک پہنچ گئیں۔

۳۔اگر آپ ﷺ کی احادیث کی دین میں کوئی اہمیت نہ ہوتی تو پھر آپ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ حاضر غائب کو پہنچادیں اور مقصد یہ بیان فرمایا کہ ممکن ہے غائب لوگ موجودلوگوں سے بھی اچھے حافظے کے مالک ہوں اور وہ آئندہ نسل تک علم حدیث بطریق احسن منتقل کرسکیں اور واقعتاً ایسا ہی ہوا۔

۴۔حدیث قدسی میں آپ ﷺ کا یہ فرمانا: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ یہ اسناد کورواج دینے کی طرف اشارہ ہے۔

یہی وہ قدیم معلومات ہیں جن کا حوالہ اسانید میں دیا گیا اور شیخ کے نام کے ساتھ دیا۔ بلکہ شیخ کے استاد کے اساتذہ کے مکمل نام فراہم کئے گئے۔ یہ سب چشم دید اور خود شنید حالات ہیں۔جن پر اعتماد کرکے ہمارے مؤلفین نے انہیں کتب حدیث کی زینت بنالیا ہے۔اس سے بڑھ کر دیانت داری کیا ہوسکتی ہے کہ جہاں کہیں نام چھوٹا یا کوئی ضعف پایا فوراً اس پر اپنا فیصلہ صادکیا کہ یہاں استادوشاگرد کا تعلق اس اس بنیاد پر ناممکن ہے۔کیا ایسا تلمود و بائبل کی روایت میں ہوا ہے؟

سند کا ثبوت دور صحابہ میں:

حضرات شیخین سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا میراث جدہ کے لئے اور استئذ ان کے لئے دوسرے صحابہ کرام سے پوچھنا اور ان کا گواہی دینا، اسناد اور اس کی (Authenticity) کو قائم کرنا ہے۔

نیز رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام جب آپس میں ملاقات کرتے تو ایک دوسرے سے حدیث نبوی کا ذکر کرتے۔ بلکہ باری باری آپ کی مجالس میں بیٹھ کر جو استفادہ سننے یا دیکھنے کی صورت میں کرتے تو ایک دوسرے سے اس کا ذکر کرتے۔ظاہر ہے جب وہ ایک دوسرے کو ذات رسول کے حوالے سے جو بھی بات سناتے ہونگے وہ ضرور اس قسم کے لفظ کا استعمال کرتے ہونگے میں نے آپ سے سنایا میں نے آپ کو دیکھا یا آپ نے یہ فرمایا یا آپ نے ایسا عمل کیا۔اسی طرح دوسرا شخص جب تیسرے کو حدیث نبوی بیان کرتا ہوگا تو اس وقت اس کے ذریعہ حصول کا ٹھیک ٹھیک حوالہ دیتا ہوگا۔

سیدنا علیؓ نے دور فتنہ میں بھی اپنے ساتھیوں کو یہ نصیحت (مواہب لدنیہ:۴۵۴/۵) فرمائی تھی:

إِذَا كُنْتَ تَكْتُبُ الْحَدِيْثَ فَاكْتُبْهُ بِالْإِسْنَادِ۔ اگر تم نے حدیث لکھنی ہی ہے تو اسے سند کے ساتھ لکھو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الْإِنْسَانِ، فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكِذْبِ، فَيَتَفَرَّقُوْنَ۔ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ: سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ لَا أَدْرِيْ مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں شیطان انسانی بھیس میں لوگوں کے پاس آتا ہے اور انہیں جھوٹ سچ سناتا ہے۔ پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ انہی میں سے ایک کہتا ہے کہ میں نے کسی سے یہ بات تو سنی ہے اس کی صورت بھی پہچانتا ہوں مگر اس کا نام یاد نہیں رہا۔ (مقدمہ صحیح مسلم: ۷۸)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب بالکل واضح ہے کہ کسی بات پر یقین واعتماد کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ اس کی پوری شخصیت سے اچھی طرح واقفیت ہو۔ محض صورت شناسی کافی نہیں ہوتی۔ یہ تاکید اگر عام بات چیت کے سلسلے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں تو حدیث نبوی میں تو بدرجہ اولیٰ احتیاط کی ضرورت ہے۔

☆......ابو ہند عبد الرحمٰنؓ جو صحابی رسول ہیں اپنے طلبہ کو چھڑی دکھا کر تنبیہ کرتے کہ کوئی حدیث بغیر سند کے پیش نہ کریں۔ (اسد الغابہ)

☆......حدیث رسول کی ابتدائی روایت دو ستونوں پر قائم تھی۔ سماعت اور کتابت۔ بعد میں کتابت میں قراءت بھی آ گئی جس کا لازمی حصہ سماعت ہو گیا۔ بصورت دیگر اختلاف واختلاف کی صورت میں تصحیف وتحریف کا امکان تھا۔ بالخصوص جب تحریر وکتابت بغیر اعراب ونقاط کی ہو۔ اس لحاظ سے ذاتی سماعت اور اہمیت اختیار کر گئی۔ چنانچہ اہل علم بچشم خود دیدن وبگوش خود شنیدن کے خوگر بنے تاکہ اسناد میں کوئی جھول نہ رہے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اسناد سسٹم پہلی صدی ہجری کے وسط میں ہی بڑی احتیاط سے شروع کر دیا گیا تھا۔

روایت حدیث میں سند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

☆......اہم مقصد یہ تھا کہ ان احتیاطی تدابیر سے جھوٹے، زندیق اور مبتدع کی باتوں کی رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں ملاوٹ نہ ہونے پائے اور صحیح ذرائع سے امت تک حدیث پہنچ جائے۔ یہی تدبیر اجازت حدیث کی ہوتی جو طلبہ حدیث کے لئے دنیا کی کسی اہم ترین یونیورسٹی کی ڈگری سے کم نہ تھی۔ طلبہ حدیث میں بھی اس کی پہچان کا مکمل شعور تھا۔ اسناد عالی ہوتی یا صحیح ترین سند ہوتی اور کسی اہم شیخ کی ہوتی تو دنیا اس سے سماع کے لئے ٹوٹ پڑتی تھی۔

☆......حدیث ارشاد فرما کر آپ ﷺ کا صحابی سے خود سننا یا اسے بخوبی یاد رکھنے اور صحیح ابلاغ کی تاکید کرنا یا مؤلف کا اپنی مصدقہ تالیف کے آخر میں سندی اجازت دینا بھی احادیث یا کتاب کو معتمد علیہ بنانا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......یہ سسٹم بغیر کسی تکلف کے اپنی سادگی کے ساتھ پروان چڑھا۔ جو الہام تھا جس نے مسلمان کو ظن وجہل کی دنیا سے نکالا اور قابل اعتماد ذرائع سے بغیر کسی دراندازی کے اقوال واقعات کو قبول کرنے کا مزاج دیا۔

☆......محدثین نے لکھا ہے اسناد، حدیث کا ایک بہت اہم جزء ہے۔ اس کے بغیر کسی بھی حدیث کے متن کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ سند کو حدیث کا جزء بنانے کا مقصد یہ ہے کہ سلسلہ اسناد سے حدیث کو تحفظ دیا جائے اور حدیث باقی رہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی بھی جو چاہے اللہ کے رسول کی طرف منسوب کر دے۔ جیسا کہ صحیح متن کا غلط ترجمہ کر کے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو نعوذ باللہ داغ دار بنانے کی کوشش کی ہے۔ اب ہم علم اسناد کے سلسلے میں کی گئی ان کی اصولی کوششوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

اس امت کی متعدد علمی خصوصیات میں سے ایک خاص اور اہم خصوصیت سند کا نظام ہے جو دین میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ مثلاً اس نظام نے دین میں ہر قسم کی تحریف وتبدیلی کا امکان ختم کر دیا۔ علماء کہتے ہیں اگر یہ نظام نہ ہوتا تو اسلام کی عظمت مٹ چکی ہوتی۔ یعنی ملحد اور مبتدع اپنی طرف سے اسانید کو بدل کر یا کئی احادیث گھڑ کر اسلام کو گھن لگا دیتے۔ کیونکہ خبریں جب بغیر سند کے ہوں تو وہ محض افسانہ ہوا کرتی ہیں۔ یہود کی روایات کٹی سند کی طرح ہیں ان کے پاس تو تمیں ادوار کی سند ہی غائب ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام تک پہنچ سکیں۔ الحمد للہ امت مسلمہ اس اعتبار سے سرخرو ہے کہ وہ اپنے رسول اکرم ﷺ تک ہر زمانہ کا ریکارڈ اور ذریعہ رکھتی ہے۔ نصاریٰ میں سند کا وجود شاذ ونادر ہے سوائے طلاق کی حرمت کے۔ باقی ماندہ روایات ان دونوں مذاہب میں کذاب اور مجہول العین افراد کی ہیں جن سے وہ خود بھی لاعلم ہیں۔ ہمارے ہاں تو اقوال صحابہ وتابعین بھی محفوظ ہیں جبکہ سیدنا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے صحابہ وحواریین کے حالات قطعاً نہیں ملتے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: پھر دین میں یہ خصوصیت بھی اہل سنت کو حاصل ہے۔ روافض اس سے محروم ہیں کیونکہ وہ صرف اس بات کی تصدیق کرتے ہیں جو ان کے رجحانات کے موافق ہو اور ان کے نزدیک کذب کی علامت یہ ہے کہ کوئی روایت ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔

امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدی فرمایا کرتے:

اَهْلُ الْعِلْمِ يَكْتُبُوْنَ مَالَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ وَاَهْلُ الْاَهْوَاءِ لَا يَكْتُبُوْنَ اِلَّا مَا لَهُمْ۔ محدثین ہر وہ روایت لکھتے ہیں جو ان کے حق میں یا ان کے خلاف ہو۔ مگر اہل اہواء صرف وہ لکھتے ہیں جو ان کے حق میں ہو۔

☆......ابن معین یہ بھی فرمایا کرتے:

اَلْاِسْنَادُ النَّازِلُ قُرْحَةٌ فِي الْوَجْهِ وَالْاِسْنَادِ الْعَالِيُ قُرْبَةٌ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ۔ (الأربعون البلدانیۃ لابن عساکر) اسناد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل چہرے پر ایک بدنما پھوڑے کی طرح ہے اور اسناد عالی اللہ اور اس کے رسول سے قربت نصیب ہونے کا نام ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: كَتَبْتُ عَنْ أَلْفِ شَيْخٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَزِيَادَةٌ، وَلَيْسَ عِنْدِي حَدِيْثٌ إِلَّا أَذْكُرُ إِسْنَادَهُ۔ میں نے ہزار سے زائد علماء سے علم لکھا ہے میرے پاس کوئی ایسی حدیث نہیں جسے میں نے بغیر سند کے ذکر کیا ہو۔ (ہدی الساری)

تحقیق سند کا آغاز: تابعین کرام کا دور بھی صغار صحابہ کا یہ اثر لے کر ابھرا کہ حفاظت وروایت حدیث میں بہر صورت محتاط رہنا ہے۔ جہاں سند کے بارے میں وہ سوال کرتے وہاں خود بھی اس کا التزام کرتے۔ روایت حدیث میں سند کا طلب کرنا کب شروع ہوا؟ امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں: معروف فقیہ و قاضی امام شعبیؒ اپنے ذوقِ تحقیق کا ذکر یوں کرتے ہیں:

میں نے ربیع بن خثیم سے ایک روایت سنی کہ جو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ دس بار کہے گا۔ اسے ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ شعبیؒ کہتے ہیں۔ میں نے ربیع بن خثیم سے عرض کی۔ آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ کہنے لگے: عمرو بن میمون الاودی نے۔ چنانچہ میں عمرو بن میمون الاودی سے ملا۔ ان سے پوچھا۔ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے۔ میں ابن ابی لیلی کو ملا۔ ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی۔ انہوں نے کہا۔ کہ صحابیٔ رسول ابوایوب الانصاری نے۔ (مقدمہ التمہید: ۱۴)

امام یحییٰؒ بن سعید اس پر یوں تبصرہ فرما ہیں:

وَهٰذَا أَوَّلُ مَنْ فَتَّشَ عَنِ الْإِسْنَادِ۔ (المحدث الفاصل: ۲۰) یعنی امام شعبی پہلے فرد ہیں جنہوں نے اسناد کے بارے میں تحقیق وجستجو کی بناء ڈالی۔

آج یہ ذوق محض تکیہ پر ٹیک لگائے آمدہ اطلاعات پر قائم ہے مزید برآں وہ قاضی بھی بن جاتا ہے۔

☆......محدثین کرام نے بعض اسانید حدیث میں جھوٹ، ادراج، تدلیس وغیرہ جیسی عام خرابیوں کی نشان دہی کی۔ نیز سند وروایت میں راوی یا مؤلف اور ان کے تاریخی مغالطوں کو انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت سے طشت از بام کیا۔ مثلاً:

☆......امام شعبہؒ بن الحجاج العتکی (۸۲-۱۶۰ھ) سند کے بارے میں کہا کرتے: لَا يَجِيْئُكَ الشَّاذُّ إِلَّا مِنَ الرَّجُلِ الشَّاذِّ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہیں حدیث شاذ وہی پیش کرے گا جو خود شاذ ہوگا۔ یہ وہ تجزیہ ہے جو انہوں نے راوی کی نفسیات اور اس کی خود پسندی و علمی غرور اور منفرد رویہ جس میں حب نام و شہرت چھلکتا ہو، پر کیا ہے۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَسْمَعُ الْحَدِيْثَ وَنَعْرِضُهُ عَلَى اَصْحَابِنَا كَمَا نَعْرِضُ الدِّرْهَمَ الزَّائِفَ،فَمَا عَرَفُوْا مِنْهُ اَخَذْنَاهُ وَمَا اَنْكَرُوْا مِنْهُ تَرَكْنَاهُ۔ (الکفایہ: ۴۳۰) ہم حدیث سنا کرتے اور پھر اسے اپنے مشائخ کی خدمت میں پیش کرتے جس طرح ایک سکہ اس کے پہچاننے والے کو پیش کیا جاتا۔ وہ جس حدیث کو پہچانتے ہم اسے لے لیا کرتے اور جسے ناپسند فرماتے یا لاعلمی کا اظہار کرتے اسے ہم ترک کر دیا کرتے۔

☆......ابو اسحٰق فزاریؒ کے حالات میں یہ لکھا ہے کہ ہارون رشید نے کسی زندیق (بے دین) کو گرفتار کیا کہ اسے قتل کرے۔ تو وہ کہنے لگا: پھر آپ ان ہزار احادیث کا کیا کریں گے جو میں نے گھڑ کر پھیلا دی ہیں۔ ہارون رشید نے اسے کہا: او دشمن خدا! تم شاید ابو اسحاق فزاری اور ابن المبارک کے بارے میں غافل ہو وہ نہ صرف تمہاری پھیلائی ہوئی احادیث کو واضح کریں گے بلکہ اس کے ایک ایک حرف کو کھنگال لیں گے۔ یہ کہتے ہی اسے قتل کر دیا۔ الزامات لگانے والے سوچیں کہ آخر وضع حدیث کو کیا برداشت کیا گیا؟

☆......یحییٰؒ بن سعید القطان (۱۲۰، ۱۹۸ھ) بھی حدیث کو قبول کرنے میں بہت سخت تھے۔ عبد الرحمٰنؒ بن مہدی (۱۳۳، ۱۹۸ھ) معتدل نقاد میں سے تھے۔ ان سے پوچھا گیا:

اِنَّكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ هَذَا صَحِيْحٌ وَهَذَا لَمْ يَثْبُتْ فَعَمَّنْ تَقُوْلُ ذَلِكَ؟فَقَالَ:اَرَاَيْتَ لَوْ اَتَيْتَ النَّاقِدَ، فَارَيْتَهُ دَرَاهِمَكَ،فَقَالَ هَذَاجَيِّدٌ وَهَذَا بَهْرَجٌ،اَكُنْتَ تَسْاَلُ عَمَّنْ ذَاكَ اَوْ تَسْلِمُ لَهُ؟قَالَ اَسْلَمُ لَهُ الْاَمْرَ۔فَقَالَ كَذَلِكَ بِطُوْلِ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُنَاظَرَةِ وَالْخِبْرَةِ۔ (تدریب: ۱۶۲) آپ کسی حدیث کے بارے میں یہ فرماتے ہیں صحیح ہے اور کسی کے بارے میں یہ کہ وہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ آپ یہ بات کس اتھارٹی پہ فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: سوچو! اگر تم کچھ درہم کو ایک ماہر صراف کے پاس لے آؤ جو انہیں دیکھتے ہی کہے کہ یہ چند درہم تو درست و صحیح ہیں اور باقی یہ کھوٹے ہیں تو کیا تم اس سے یہ سوال کرو گے کہ کیوں اور کیسے؟ یا اس کی بات مان لو گے؟ سائل نے کہا کہ میں تو اس کی بات مان لوں گا۔ فرمایا: کہ یہ علم بھی ماہرین کے ساتھ کافی طویل نشستوں، ان سے سوال و جواب کے سیشنوں اور لمبے تجربے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......اختلافی نکتۂ نظر کو دلیل سے پیش کرنے کے بعد مخالف کا حد درجہ احترام صحیح بخاری کے اس جملے میں نظر آتا ہے جو قَالَ بَعْضُ النَّاسِ یعنی بعض لوگ یہ کہتے ہیں، سے ادا کیا گیا ہے۔ جو سنت رسول ہے۔ اختلاف کا یہ باوقار انداز ہمیں رواۃ حدیث پر نقد کرتے ہوئے بھی ملتا ہے الا یہ کہ جو کذاب ہو یا بے دین ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے تنقیدی ریمارکس بھی بہت وزنی ہیں۔ گو ان الفاظ میں شدت نہیں مگر محدثین متفقہ طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام بخاری کے یہ الفاظ سخت ترین نقد کے حامل ہیں۔ جیسے فِیهِ نَظَرٌ، لَمْ یَصِحّ حَدِیثُهُ، یُخَالِفُ بَعْضَ حَدِیثِهِ، ان کے سخت سے سخت تر الفاظ صرف مُنْکَرُ الْحَدِیثِ کے ہیں۔ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ میں گو انہوں نے احترام مخالف ظاہر کیا ہے اس کا نام نہ لیا اور نہ لکھا مگر واقعی کچھ لوگوں کے لئے یہ الفاظ بھی بہت تنقیدی ٹھہرے۔ کَذَّابٌ وَوَضَّاعٌ جیسے لفظ تو شاذ ہی ہیں۔ ہاں اتنا کہہ دیتے ہیں کہ فلاں نے اسے وضاع کہا ہے یا فلاں نے اس پر تہمت لگائی ہے۔

☆......عصرِ صحابہ سے تیسری صدی ہجری کے وسط تک نقد روایت کے درجہ بالا چند نقدی کلمات ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تنقیدِ متن اور رواۃ کسی بھی دور میں مفقود نہیں رہی بلکہ حالات وعوامل کے ہمراہ دن بدن اس میں بھی نکھار آتا گیا۔ اور حدیثِ رسول کی روایت کے منہج کو مستقیم بنانے کے عمل میں کتنے اخلاص، سنجیدہ کوشش اور نیک نیتی کا دخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے اس مصدر کی حفاظت کا کام ان صالح افراد سے لیا۔

☆......محدثین آخر کوئی Gospal-Writer نہ تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پہ اٹھ جانے کے بہت عرصہ بعد بغیر کسی سند کے انجیل کی تالیف وتدوین کرتے ہیں اور الفاظ وترجمہ تک بدل دیتے ہیں۔ بلکہ ایک آدھ لفظ کو سامنے رکھ کر اس پر صفحات کے صفحات لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر یہی کہتے ہیں: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ دیکھئے (Gospal of Barnabas)۔ بلکہ محدثین نے اس کے برعکس آپ ﷺ کے اقوال واعمال کو پیش کرنے کے بے شمار شواہد فراہم کئے ہیں کہ صحابہ کرام سے تابعین نے اخذ کیا اور پھر یہ سب احادیث مکمل چھان بین کے بعد ضبط تحریر میں لائی گئیں۔ ان شواہد میں یہ تک خیال رکھا گیا کہ اپنے شیخ سے حدیث لینے یا سننے کا انداز کیا تھا اور پھر اس کی ادائیگی، حدیث لینے والے نے کس طرح کی۔ ہمیشہ براہ راست سماع کو محدثین نے ترجیح دی اور کوشش کی کہ (early sources) سے بات لی جائے تاکہ رسول کی بات پہنچانے میں کم سے کم واسطے ہوں نااہل اور بدعمل لوگوں کو وہ خاطر میں نہ لائے بلکہ ان کے حالات جان کر ان پر جرح کر دی اور ہمیشہ کے لئے انہیں ٹھکانے لگا دیا۔ راوی میں صدق ودیانت کا غائب ہونا ایسا ہی ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اس لئے کہ معاملہ حدیث کا ہے اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا کیا کام؟ اس لئے محدثین کا وہ لکھا قابل قبول ہونا چاہئے جو صحیح نسبت اور سند رکھتا ہو۔

اسانید سے لاپروائی: نظام اسناد ایک محکم علم دیتا ہے اور الحمد للہ شریعت کے مآخذ کو اسی سے ہی نشر کیا گیا ہے۔ مگر شبہات اور متشابہات کا علم اس علم کی ضد ہے جسے دین دینا چاہتا ہے۔ کچھ مکاتب فکر نے علم اسناد کا بے جا استعمال کیا۔ کچھ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ نتیجۃً لوگوں کے مزاج بگڑ گئے۔ آج کسی واقعے اور قول کی اسنادی حیثیت کا پتہ لگانا عداوت وبغاوت سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً:

تصوف میں: متاخر تصوف فلسفہ یونان اور رومن کیتھولک سے خاصا متأثر نظر آتا ہے اور ان دونوں کو بھی متاخرین صوفیاء اپنے لگتے ہیں۔ وحدت وجود کا مسئلہ ایک یونانی فلسفہ ہے جو تصوف کا جز ولاینفک ہے۔ اَنَا الْحَقُّ کا نعرہ ہو یا بقول شاعر:

پنجہ در پنجہ خدا داریم ماچہ پروائے مصطفیٰ داریم

اسی تصوف کا نتیجہ ہے۔ محدثین کو یہ طعنہ دیا گیا کہ تم عبد الرزاق سے حدیث طلب کرتے ہو اور ہم رزاق سے۔ وجود باری تعالیٰ کو ہر مقام وجگہ اور چیز میں سمجھنا، مخلوق کو خالق میں اور خالق کو مخلوق میں جذب کر دینا اور:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جیسی فکر تصوف ہی کے نتائج ہیں۔ یہی تصوف بتدریج ہندوؤں، برہمنوں، جوگیوں، جوتشیوں اور گبروں کے اختلاط سے اور رنگ اختیار کر گیا۔ جس کی مثال تصور شیخ ہے جو تصوف کا لازمی جزو قرار دیا گیا اور جو ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ کی صحیح عکاسی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور دیگر بزرگان دین کو حاضر وناظر ماننا بھی اسی کا حصہ ہے۔ مزید عملیات، ریاضیات، علم جفر، دست شناسی، ستاروں کی گردش وغیرہ جو برہمنوں اور گبروؤں (آتش پرست) کی میراث تھی اسے سنبھال لیا گیا۔ جس سے تعویذ فروشی کے لامتناہی سلسلہائے فلوس چل نکلے۔

مولانا شبلی نعمانیؒ نے الندوہ جلد۲ کے صفحہ نمبر۴ پر تصوف کی یہ تحقیق کر کے صورت حال کو اہل علم کے سامنے رکھا ہے تاکہ وہ جھوٹی سند اور اصلی سند میں فرق کر سکیں۔ وہ لکھتے ہیں:

بہت سے مسلمانوں کے فضلاء نے آذر کیوان (ایک گبری) کی شاگردی کی اور چونکہ وہ موحد صوفی تھا اس لئے سلوک کے مقامات اس سے طے کئے۔ ان میں سے محمد علی شیرازی، محمد سعید اصفہانی، عاشور بیگ اور محمود بیگ کا حال مصنف دبستان نے تفصیل سے لکھا ہے۔ لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ شیخ بہاء الدین عاملی نے بھی آذر کیوان کی صحبت سے فائدہ اٹھایا تھا۔ آذر کیوان کا موبدان سے سلوک کے مقامات حل کرنا یہ بین دلیل ہے کہ تصوف نہ اسلامی چیز ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بواسطہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ بہ سینہ آیا ہے اسی واسطے آج دنیا میں یہود ونصاری، گبر وہنود وغیرہ تمام فرقوں میں صوفی پائے جاتے ہیں۔

مولانا مزید لکھتے ہیں: موبد سروشی، زرتشت کی نسل سے تھا اکثر خوارق عادت اس سے صادر ہوتے۔ موبد خوشی مجوسی بھی ایک مدت تک حق کی تلاش میں تمام دنیا میں پھرتا رہا۔ آخر آذر کیوان کی خدمت میں پہنچا اور اس سے مقامات سلوک حاصل کیے۔

شخصیات میں: بے سند باتیں گھڑنے کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں میں تحقیق وجستجو کی عادت کو ختم کیا جائے کہ وہ کسی حدیث کو بغیر سند کے تسلیم کرلیں۔ ورنہ لوگ شخصیات میں کی گئی مبالغہ آرائی کو بھی قبول نہیں کریں گے۔ اس لئے یہ بات بنائی گئی کہ یہ علم سری ہے جو سینہ بہ سینہ جناب صدیق اکبر یا سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہما سے چلا آرہا ہے اور جس کے مختلف سلاسل ہیں۔ ائمہ ربعہ کے اقوال وحالات میں جو غلو کیا گیا ہے اسے بھی بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

کتب میں: علمائے حدیث کا ایک طریقہ یہ رہا ہے کہ اپنے سلسلہ سند کو صاحب کتاب تک پہنچانے کا انہوں نے التزام کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک نہیں بلکہ بے شمار طرق واسانید بھی پیش کردیں۔ ان میں بیشتر ایسی اسانید ہیں جن کی نسبت ائمہ ستہ، امام مالک ودیگر مؤلفین حدیث تک ثابت شدہ ہے۔ مگر کچھ ایسی ہیں جن کا سلسلہ سند ہی نہیں اور اگر کہیں مل بھی گیا تو محدثین نے اس میں مجہول، مستور اور ناقابل اعتبار راویوں کی بھرمار دیکھی اور اسے صحیح متصل نہ کہہ سکے۔ مسند خوارزمی جو ساتویں صدی ہجری کی تالیف ہے کا یہی حال ہے۔ مولانا شبلی نعمانی سیرت نعمان میں لکھتے ہیں:

جو لوگ امام ابوحنیفہؒ صاحب کے سلسلہ کمالات میں تصنیف وتالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہی مفصلہ بالا کتابوں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے۔

ان تمام مسانید کا نام لکھ کر مندرجہ بالا قول کے بعد فرماتے ہیں:

مسند خوارزمی کو امام صاحب کا مسند کہنا مجازی اطلاق ہے خوارزمی خود ساتویں صدی میں تھے جن مسندوں کو جمع کیا ہے وہ بھی اکثر تیسری صدی یا اس سے بھی بعد کی ہیں۔ حماد اور قاضی ابو یوسف البتہ امام صاحب کے ہمعصر ہیں اور ان کا مسند بے شبہ امام ابو حنیفہؒ کا مسند کہا جاسکتا تھا لیکن خوارزمی کے سوا اور کسی نے ان مسندوں کا نام نہیں لیا ہے حالانکہ حدیث کی کتاب جب تک مشہور اور مستند روایتوں سے نہ ثابت ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہمارے نزدیک اس بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ کافی ہے۔ وہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں جن کے مصنفوں نے ایک مدت دراز کے بعد ان روایتوں کو جمع کرنا چاہا جو دو پہلے طبقوں میں موجود نہ تھیں اور گمنام مسندوں اور مجموعوں میں پائی جاتی تھیں ان لوگوں نے ان کو بلند نام کرنا چاہا حالانکہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں ان لوگوں کی زبانوں پر تھیں جن کا محدثین اعتبار نہیں کرتے مثلاً زیادہ گو واعظین، اہل بدعت اور ضعیف الروایہ۔ یا وہ صحابہ و تابعین کے آثار یا بنی اسرائیل کے قصے تھے یا حکماء اور واعظین کے مقولے تھے جن کو راویوں نے رسول اللہ ﷺ کے کلام سے مخلوط کر دیا تھا یا قرآن اور حدیث کے محتمل مضامین تھے جن کو ان نیک آدمیوں نے بالمعنی روایت کیا جو فن روایت کی باریکیوں سے واقف نہ تھے ان لوگوں نے ان باتوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا یا ایسے مضامین تھے جو قرآن اور حدیث سے مستنبط ہوتے تھے ان کو قصداً حدیث نبوی بنا دیا گیا یا مختلف حدیثوں کے ٹکڑے تھے جو ایک عبارت میں مرتب کر دیئے گئے۔ اس قسم کی حدیثیں کتاب الضعفاء ابن حبان، الکامل ابن عدی، تصنیفات خطیب، وابونعیم و جوزقانی، ابن عساکر، ابن نجار و دیلمی میں مل سکتی ہیں۔ مسند خوارزمی بھی قریباً اسی طبقہ میں داخل ہے۔ شبلی مزید فرماتے ہیں:

شاہ محدث دہلوی کا فیصلہ گو ذرا سخت ہے مگر بات صرف اتنی ہے کہ محققانہ رو سے اگر یہ دیکھا جائے کہ جن مسانید کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ نے انہیں لکھا ہے ان کا تاریخ میں ذکر ملتا ہے اور نہ خود وہ کہیں پائے جاتے ہیں۔ جو مسانید امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ کے بہت عرصہ بعد لکھی گئیں وہ البتہ موجود ہیں۔ مگر ان کی احادیث کا سلسلہ سند امام موصوف تک بہ سند صحیح متصل پہنچنا نہایت مشتبہ ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض مسانید میں بے اعتباری کی اندرونی شہادتیں تو یہ ہیں کہ مسند حصکفی میں کئی روایات امام موصوف کی طرف ایسی منسوب ہیں جن کو انہوں نے خود صحابہ کرام سے سنا اور روایت کیا ہے۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ سے روایت کرنا محدثانہ تحقیقات کی رو سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

خوارزمی نے آثار امام محمد کو بھی امام کی مسانید میں داخل کیا ہے۔ بے شبہ اس کتاب میں اکثر روایتیں امام صاحب ہی سے ہیں۔ اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو ابوحنیفہ کا مسند کہیں یا آثار امام محمد کے نام سے پکاریں لیکن یاد رہے کہ امام محمد نے اس کتاب میں بہت سے آثار اور احادیث دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہیں۔ اس لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب امام محمد کی طرف زیادہ موزوں ہے۔ (سیرۃ النعمان: ۱۲۹ تا ۱۳۲، ادارہ علوم شرعیہ، کراچی۔۔۔۔ راول پنڈی)

آخر میں ہم شاہ محدث دہلوی کی اس بات پر اپنی گفتگو سمیٹتے ہیں۔ شاہ صاحب کتب حدیث کے چار طبقات اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں۔ پہلے طبقہ میں موطا اور صحیحین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صحیحین کی صحت قطعی اور ان کے متواتر ہونے پر محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ جو کوئی بھی ان کے مقام کو نیچا کرنے کی سوچ کا وہ مبتدع ہوگا اور اہل ایمان کے راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اپنا رہا ہوگا۔ اگر ایسے دعوے کا سچا ثبوت اگر تمہیں چاہیے تو ان کا مقابلہ مصنف ابن ابی شیبہ، امام طحاوی کی کتب اور مسند خوارزمی کے ساتھ کریجیے صحیحین اور ان مذکورہ کتب کے درمیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ مشرق ومغرب کا بعد پائیں گے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۳۸۶)

خوابوں میں: اسناد کا ایک سلسلہ خواب کو بنالیا گیا۔ جس میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا سیدنا علی حیدر کرار ہوں ان سے خواب میں سب کچھ لینے اور پھر اس سب کچھ کو پھیلانے اور اس کی سند چلانے کا رواج عام ہوگیا۔ سلسلے، مراقبے اور سری ملاقاتیں زباں زد عام ہوگئیں اور خلیفہ مجاز وگدی نشینی کی اصطلاحات نے عوام پر ایک مذہبی رعب ڈال دیا۔ روحانی خلافت کی تقسیم کے متعدد سلسلے وجود میں آگئے اور ہر سلسلے نے نئے ذکر وفکر کو بذریعہ خواب وکشف ثابت کیا اور رواج دیا۔ انسان پیر بھائی کا اعزاز پانے کے بعد اس غم سے آزاد ہوگیا کہ اب آخرت کی فکر نہیں اس لئے کہ ہم ایک دوسرے کو ثواب ودعا واستغفار دنیا میں اگر بخش سکتے ہیں تو کل قیامت کو بھی یہ بزرگ اور پیر بھائی جیسے سہارے ہمیں کامیابی سے ضرور ہم کنار کردیں گے۔

تحقیق حدیث کا طریقہ:

۱۔ جس سے روایت سنی ہے اس کے حالات معلوم کیے جائیں کہ کون ہے؟ اس کی نشوونما کہاں ہوئی ہے؟ کون اس کے مشائخ تھے؟ اس کی اپنی دینی حالت کیسی ہے؟ مثلاً: راوی کے حالات پر گہری نظر رکھنا کہ کیا وہ بندگی پر قائم اور معاصی سے مجتنب ہے۔ یہ سب طریقہ ہائے تحقیق تھے جو حدیث کی روایت اور سند کے ایک ایک راوی پر استعمال کیے گئے۔ واقفِ حال لوگوں سے اس کے بارے میں سوالات بھی کر ڈالتے۔ حسنؒ بن صالح کہتے ہیں:

> كُنَّا إِذَا أَرَدْنَا أَنْ نَكْتُبَ عَنِ الرَّجُلِ سَأَلْنَا عَنْهُ حَتّٰى يُقَالَ: أَتُرِيدُونَ أَنْ تُزَوِّجُوهُ۔ (الکفایہ: ۳۹)۔ جب ہم چاہتے کہ کسی راوی کی احادیث لکھیں تو اس کے بارے میں واقف حال لوگوں سے کچھ سوالات کرتے۔ یہاں تک کہ ہمیں لوگ یہ کہہ دیتے: کیا تم نے اسے رشتہ دینا ہے؟

۲۔ تحقیق کا یہ بھی انداز تھا کہ راوی نے اگر ایسے مشائخ سے احادیث روایت کیں جو فوت ہوگئے۔ ان احادیث کو انہی مشائخ کے دیگر ثقہ راویوں کی روایات سے جانچا جاتا۔ یوں محفوظ اور شاذ کی اصطلاح متعارف کرائی۔ پھر یہ دیکھا گیا کہ کیا یہ راوی کسی بھی شے میں منفرد ہے؟ اگر منفرد ہوکر وہ ثقہ کی مخالفت کرتا ہے تو منکر کی اصطلاح وضع ہوئی۔ اگر حدیث کے متن یا سند میں راوی کچھ اضافہ کرتا ہے تو اسے مدرَج کا نام دیا۔ غرضیکہ اصطلاحات کا کام خالصتاً تحقیقی بنیادوں پر ترقی پذیر تھا۔

۳۔ اسی طرح راوی احادیث سنتا، لکھتا اور یاد بھی کرتا۔ کچھ عرصہ بعد اس سے انہی احادیث کے بارے میں پوچھا جاتا اور بار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بار اس سے سوال کیا جاتا تاکہ فیصلہ کیا جائے کہ آیا وہ حدیث میں تبدیلی کرتا ہے؟ بھولتا تو نہیں یا متن حدیث میں کچھ بڑھاتا یا گھٹاتا تو نہیں؟ یاد رہے یہ اصول راویوں کے ہاں پسندیدہ تھے اور ان کا سامنا کرنے کو وہ ہر وقت تیار بھی رہتے۔ مثلاً: شعبہؒ بن الحجاج پہلے فرد ہیں جنہوں نے صحیح وضعیف میں تمیز پیدا کی جس میں کوئی نرمی نہیں دکھائی۔ فرماتے ہیں: میں نے طلحہ بن مصرف سے ایک حدیث سنی۔ جب بھی ان کے پاس سے گذرتا تو ان سے وہ حدیث سنانے کی درخواست کرتا۔ شعبہؒ سے کہا گیا ابو بسطام! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ جواب میں کہا:

أَرَدْتُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى حِفْظِهِ فَإِنْ غَيَّرَ فِيهِ شَيْئًا تَرَكْتُهُ۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے حفظ کا امتحان لے لوں اگر وہ اپنی روایت میں ذرا سی تبدیلی کرتے ہیں تو میں انہیں چھوڑ دوں گا۔

کہا کرتے: میں نے اگر کسی سے تیس احادیث سنی ہیں تو تیس مرتبہ اس کے پاس جا کر اس سے یہی احادیث سنیں۔ اطمینان پر انہیں روایت کیا۔ امام احمدؒ بن حنبل کا مضبوط موقف: لے آؤ کوئی آیت یا حدیثِ رسول جسے میں مان سکوں کہ قرآن ایک مخلوق ہے، مگر معتزلہ اور خلفاء کی وقتی دھمکیاں نیز ہاتھ اور پاؤں میں زنجیروں کے بوجھل ہار انہیں متزلزل نہ کر سکے۔ نقدِ حدیث اور اس کی راہ میں اٹھائی ہوئی تکالیف کے یہ نرالے اصول محدثین کا خاصہ ہیں جو روایت اور درایت دونوں پر مبنی تھے۔

چند شاندار تاریخی مثالیں:

☆......کسی گورنر نے سیدنا ابو ہریرہؓ کو بلا بھیجا اور کہا: وہ مجھے یا اہل دربار کو احادیث سنائیں۔ پس پردہ اس نے کاتب کو اس طرح بٹھایا کہ اس کا علم سیدنا ابو ہریرہؓ کو نہ ہو سکا۔ سیدنا ابو ہریرہؓ نے احادیث سنا دیں۔ کاتب نے انہیں لکھ لیا اور گورنر نے انہیں محفوظ کر لیا۔ سال بعد دوبارہ سیدنا ابو ہریرہؓ کو بلوا بھیجا اور کہا: مجھے پچھلے سال والی احادیث دوبارہ سنائیں۔ اس مرتبہ بھی اس نے کاتب کو یہ کہہ کر چھپایا کہ اگر ہماری لکھی احادیث میں جونہی یہ غلطی کریں تو خبردار کرے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ نے دوبارہ بغیر کسی غلطی یا کمی وبیشی کے وہی احادیث سنا دیں۔ (مستدرک: ۵۱۰/۳) گورنر کی چال ناکام رہی۔

☆......بعینہ یہی واقعہ امام زہریؒ (۵۸۔۱۲۴ھ) کے ساتھ پیش آیا۔ آپ بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح مدینہ منورہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جا کر مردوں حتی کہ پردہ نشین خواتین سے جنابِ رسالت مآب ﷺ کے اقوال وحالات پوچھتے۔ کسی خلیفہ نے ان سے درخواست کی: میرے بچے کو چند احادیث املاء کرا دیں۔ خلیفہ نے کاتب کو بلوایا۔ امام محترم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار سو احادیث املاء کرا دیں۔ عرصہ بعد خلیفہ نے امام زہریؒ سے کہا: وہ تحریر کہیں کھو گئی ہے آپ ذرا دوبارہ وہی احادیث لکھوا دیں۔ امام زہریؒ نے ان احادیث کو پھر املاء کرا دیا۔ ان کے جانے کے بعد خلیفہ نے پہلی تحریر کو دوسری تحریر کے ساتھ ملا کر دیکھا تو حیرت میں ڈوب گیا کہ امام محترم نے ایک حرف میں بھی غلطی نہیں کی تھی۔ (ترجمہ زہری تہذیب التھذیب)

☆...... امویوں کا دور شیعیت سے نفرت اور عباسیوں کا دور شیعیت کی حمایت کی تاریخ ہے۔ معروف امام وفقیہ امام محمد بن شہاب زہریؒ، جن کی شجاعت اور حق گوئی پر محدثین نازاں تھے انہوں نے احادیث رسول کو چھانا، پرکھا اور تدوین حدیث کا تاریخی کام سرانجام دے کر امت پر احسان عظیم کیا۔ عجیب بات ہے کہ یہودی اور عیسائی مستشرقین کی طرح اپنے بھی ان سے خار کھائے بیٹھے ہیں۔ ہمیں یہ بھی علم ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ کی طرح انہیں طعن وتشنیع کا کیوں نشانہ بنایا جاتا ہے اس لئے کہ اہم احادیث کی روایت کے تمام ڈانڈے انہی سے جا ملتے ہیں۔ عیار ذہن یہ چاہتا ہے کہ ان کی ذات مشکوک بنا دی جائے تا کہ احادیث کا بیشتر حصہ خود بخود درڑ ہو جائے۔ کیوں کہ وہ ہر اس روایت کے راوی ہیں جن سے ہمارے رجحانات پر زد پڑتی ہے۔ مگر ان کی شفاف طبیعت نے جس طرح خلفاء کو دین پر مستقیم رکھا، ان سے دین کا کام بھی نکلوایا۔

☆...... یہ سیدنا عمرؒ بن عبدالعزیز نہیں تھے جنہوں نے انہیں شہرت دلوائی۔ نہیں! بلکہ ان کی جرأت وبسالت تو پہلے سے ہی تسلیم شدہ تھی جس نے اہل دربار کو بھی وقت کے دھارے میں بہنے کی بجائے جینے کا سلیقہ سکھایا۔ یہ وہ عالم تھے جو علم کے بلند وارفع مقام پر فائز تھے۔ ان کی ذات سے علمی جاہ وجلال اور شکوہ جھلکتا تھا۔ حق گوئی نے انہیں یہی شان وعظمت دلوائی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہر مقام پر برملا کرتے۔ ان کی قربت بادشاہاں پر محدثین وفقہاء فخر محسوس کیا کرتے تھے کہ کوئی تو ہے جس کی نصیحت خلیفۂ وقت کے کام آتی ہے۔

☆...... سلیمانؒ بن یسار، ہشام بن عبدالملک کے دربار میں آئے۔ ہشام نے ان سے پوچھا: سلیمانؒ! یہ بتاؤ کہ ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ سے مراد کون ہے؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن ابی منافق ہے۔ خلیفہ نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ انہوں نے کہا: پھر امیر المومنین جو سوچ کر کہہ رہے ہیں۔۔۔ اسے وہ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اتنے میں امام زہریؒ داخل ہوئے۔ خلیفہ نے انہیں کہا: ابن شہاب! ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ﴾ کون ہے؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن ابی۔ خلیفہ نے انہیں کہا: آپ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ اس سے مراد فلاں ہے۔ امام زہریؒ کو جلال آ گیا اور خلیفہ سے کہا: کیا میں جھوٹ بولتا ہوں تیرا باپ نہ ہو۔ اللہ کی قسم اگر آسمان سے بھی کوئی آوازیں دے کر پکار پکار کر کہے کہ اللہ نے جھوٹ کو حلال قرار دیا تب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جھوٹ بولنے کا نہیں۔ مجھے حدیث بیان کی عروہ، سعید، عبید اللہ اور علقمہ نے انہوں نے ام المومنین عائشہؓ سے کہ ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ﴾ سے مراد عبداللہ بن ابی ہی ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں پھر چچا نے سارا قصہ سنا دیا۔ جس میں یہ بھی ہے کہ ہشام ان سے بہت ہی معذرتیں کرتا رہا اور ان کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ (فتح الباری، باب حدیث الافک فی المغازی۔ تہذیب الکمال ترجمۃ ابن شہاب)

☆......سلیمانؒ نے جو جواب ہشام کو دیا اس میں بھی بڑا لطیفہ ہے۔ یہ نہیں کہا کہ امیر المومنین زیادہ جانتے ہیں بلکہ خاموش ہو کر پھر کہا کہ خلیفہ اپنے دل میں جو کچھ ہے اسے بخوبی جانتا ہے جس کی حقیقت حال میں نہیں جانتا۔ مگر اس موقع پر اس کے لئے یہی بات کافی نہیں تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے فوراً بعد امام زہریؒ کو ہشام پر مسلط کر دیا اور انہیں حق کہنے کی توفیق عطاء کی۔ امام زہریؒ کا خلیفہ کو یہ کہہ دینا لَا اَبَالَكَ تیرا باپ نہ ہو بہت بڑی جرأت و بہادری ہے اور قابلِ داد ہے وہ خلیفہ بھی جس نے اپنے اقتدار و سلطنت کو ایک امانت سمجھا اور طاقت کے نشے میں نہ آیا اور نہ ہی امام محترم کے مقام و مرتبے میں آئندہ کبھی تقصیر کی۔ کیونکہ وہ بھی سمجھ گیا کہ حدیث کا یہ امین و محافظ اگر میرے الزام کی وجہ سے بدنام ہوتا ہے تو نقصان دین کا ہے۔

☆......امام مؤملؒ کہتے ہیں کہ ایک زاہد شیخ نے مجھے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل پر مبنی ایک حدیث سنائی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے روایت کی ہے۔ اس نے کہا ایک ایسے شخص نے جو مدائن میں تھا اور وہ زندہ ہے۔ چنانچہ میں مدائن اس شخص کے پاس آیا اس سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ نے کس سے سنی ہے؟ اس نے جواب دیا: واسط کے ایک بزرگ سے۔ میں واسط آیا اور اس سے ملا۔ عرض کی کہ آپ نے یہ حدیث روایت کی ہے کس سے سنی ہے؟ وہ کہنے لگے کہ بصرہ کے ایک شیخ سے یہ حدیث سنی تھی۔ میں بصرہ آیا ان سے پوچھا تو کہنے لگے کہ عبادان کے ایک شیخ سے یہ حدیث سنی تھی۔ عبادان میں اس بزرگ سے جب میں نے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے سنائی؟ تو میرا ہاتھ پکڑ کر ایک گھر میں لے گئے جہاں متصوف حضرات کی ایک جماعت موجود تھی جن کے ساتھ ان کے شیخ بھی تھے۔ تو انہوں نے اس شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ حدیث ان سے سنی تھی۔ میں نے اس شیخ سے عرض کی کہ آپ نے یہ حدیث کس سے سنی؟ تو کہنے لگے: مجھے کسی نے یہ حدیث نہیں سنائی بلکہ ہم نے محسوس کیا کہ لوگ قرآن مجید سے منہ موڑتے جا رہے ہیں تو ہم نے ان کے لئے ایسی احادیث وضع کر دیں تاکہ ان کے دلوں کو قرآن کی طرف مائل کر سکیں۔ (التقیید والایضاح: ۱۱۲)

علمِ حدیث کی خدمت پر مبنی یہ تمام تر سرگرمیاں عظیم مقصد کے تحت تھیں اور جو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی عمل نے حدیث واصولِ حدیث کی تدوین کے مناہج بھی متعین کردیے۔

☆......حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ اس سنجیدہ کوشش میں بھرپور اخلاص، انتھک محنت اور سخت جستجو کے بعد ہی صحیح وضعیف حدیث کی دریافت ہوتی ہے۔ یہ کام اس لئے بھی بابرکت اور دوام بخش رہا کہ محدثین کے نہ تو کوئی مخصوص مذہبی میلانات و رجحانات تھے اور نہ ہی ذاتی پسند ونا پسند کا عمل دخل تھا بلکہ ان کے لئے ذاتِ رسول اور حدیثِ رسول کا معاملہ ہی سب سے اہم تھا۔ امام علی بن المدینیؒ سے تلامذہ نے پوچھا کہ آپ کے والد محترم حدیث بیان کرتے ہیں کیا ان سے ہم روایت کریں؟ فرمانے لگے: سَلُوا عَنْ غَیْرِیْ۔ کسی اور سے پوچھو۔ طلبہ نے اصرار کیا تو گردن جھکالی اور خود سے فرماتے ہیں: علی! یہ تو دین ہے جس کے متعلق تم سے سوال کیا جارہا ہے اور تم خاموش ہو؟ فوراً سر اٹھا کے فرمایا: اِنَّہٗ ضَعِیْفٌ۔ سنو! میرے والد روایتِ حدیث میں ضعیف ہیں ان سے مت روایت کرو۔

☆...... دوسری طرف ابوالمحاسن نے امام ابوحنیفہؒ کی سیرت میں یہ واقعہ لکھا ہے جو فقہاء احناف کے ہاں کافی مقبول ہے مگر تاریخی اور علمی ذوق سے خالی۔ امام ابوحنیفہؒ کو حماد بن ابی سلیمان کے بعد کوفہ کی مسند درس پر بٹھایا گیا تو آپ نے بمشکل قبول فرمایا۔ انہی دنوں خواب میں دیکھا کہ وہ پیغمبر خدا ﷺ کی قبر مبارک کھود رہے ہیں۔ ڈر کر چونک پڑے اور سمجھے کہ میری نااہلی کی طرف اشارہ ہے۔ امام ابن سیرینؒ علم تعبیر کے استاذ مانے جاتے تھے۔ انہوں نے تعبیر بتائی کہ اس سے ایک مردہ علم کو زندہ کرنا مقصود ہے۔ امام صاحب کو تسکین ہوگئی اور اطمینان کے ساتھ درس میں مشغول ہوگئے۔ اس واقعہ میں یہ چند پہلو قابل غور ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہؒ کا بعد از انتقالِ حمادؒ بن ابی سلیمان، ان کی مسند درس پر بیٹھنا۔ ۲۔ خواب دیکھنا۔ ۳۔ امام ابن سیرینؒ سے تعبیر پوچھنا وغیرہ۔

مگر حمادؒ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا اور دس برس قبل امام ابن سیرینؒ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ اس لئے یہ خواب تاریخی اعتبار سے تبھی درست ہوسکتا ہے جب بلا تامل یہ تسلیم کرلیا جائے کہ امام ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھنے سے دس برس پہلے تعبیر پوچھ لی ہوگی۔

☆......یہی حال اس مفروضہ واقعے کا ہے جو سیدنا عمرؓ کے بارے میں ایام محرم میں میڈیا پر بہ تکرار سنایا جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اور بچوں سمیت خلیفۂ وقت جناب عمرؓ کے پاس فدک کی وراثت لینے گئیں۔ وہ اس وقت حاملہ بھی تھیں۔ سیدنا عمرؓ کو ویسے بھی خاندان نبوت سے رنجش تھی۔ اس لئے وہ یہ مطالبہ سنتے ہی دختر رسول پر یہ ظلم ڈھاتے ہیں کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر سے کنبے کو اپنے گھر کے بڑے کواڑ کے پیچھے دھکیل کر زور سے دباتے ہیں جس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چیخیں نکل گئیں اوران کا حمل ساقط ہوگیا۔ یہ واقعہ اس لئے موضوع ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوگئی تھیں لہٰذا ان کا جناب عمرؓ رضی اللہ عنہ کے پاس آنا ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔

☆......محدثین کے نام، کنیت، نسبت اور لقب وغیرہ تک آپس میں بہت ملتے جلتے ہیں۔ان کی عدالت وثقاہت اور ضعف وارسال وغیرہ میں فرق کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔اس فرق کو علماء حدیث نے بتایا اور کتب لکھیں۔مثلاً چھ راوی ایسے ہیں جن کا نام زید بن اسلم بن محمد ہے مگران میں ہر ایک دوسرے سے کنیت، نسبت، لقب یا شجرۂ نسب میں مختلف ہے۔ایسی معلومات کا فائدہ یہ ہے کہ ثقہ وضعیف راوی میں تمیز کرنا آسان ہوجاتا ہے۔اس پہچان کے بغیر ضعیف راوی کو ثقہ باور کرکے یا ثقہ راوی کو ضعیف سمجھ کر حدیثی روایات پرعمل یا ردِعمل ہوسکتا ہے۔تصحیح حدیث کا میدان خالی رہ جاتا ہے۔ بہت سے علماء کی مطبوعہ کتب اس کی شاہد ہیں۔ یہ اشتباہ کیسے ہوسکتا ہے اور فرق کیسے کیا جاسکتا ہے؟ بہت سی مثالیں کتب میں عام ملتی ہیں۔

☆......دوسری صدی ہجری شروع ہوتے ہی امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ کی کتب نے بتدریج اس فن کی اہمیت اہل علم کو باور کرادی۔مصنفات، موطآت اور مسانید جیسی کتبِ حدیث بھی منصۂ شہود پر آچکی تھیں۔جن میں فقہی ابواب پر مبنی احادیث مرتب تھیں اور اسمائے صحابہ میں حروف تہجی کا لحاظ کرکے اسمائی قاموس یعنی مسانید مرتب کردی گئیں۔علماء مشرق ہوں یا مغرب (اندلس) ان سب نے اپنی ذہانت کے انبار لگادئے۔مقبول ومردود احادیث ورواۃ کے موازین طے کرکے تخریج حدیث کو بھی بتدریج آسان بنادیا گیا۔تخریج کا ذوق جب آگے بڑھا تو صحیح وضعیف، مرسل ومعلل اور موضوع احادیث پر الگ الگ مستقل کتب ظہور پذیر ہوئیں۔ثقہ وعادل رواۃ ہوں یا ضعیف ومدلس اور وضاع، ان کے احوال پر بھی علماء رجال نے عرق ریزی کی۔غرض حدیث کے ہرتانے بانے کو درست کرنے کے لئے حقیقت پسندی سے کام لیا گیا۔مقصد یہ تھا کہ رسول محترم کا فرمایا ہوا افرادِ امت کے پاس بغیر کسی تحریف وتصحیف کے پہنچ جائے اور امت تفریق کا شکار ہونے سے بچ جائے۔

☆......یہ ہے ابتدائی تین نسلوں کا تنقیدی تجزیہ اور نقدی نمونہ۔جس میں روایت حدیث خواہ صحیح تھی یا ضعیف، کچی تھی یا پکی، مقبول تھی یا مردود سبھی روایات کا انبار آج بھی موجود ہے اور انہی اصولوں کے مطابق ہر واقعہ وروایت کی تحقیق وتنقید کی جاسکتی ہے اور کھرے کھوٹے کو علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......معاشرے میں نقاد علماء کی قدر و اہمیت کیا تھی؟ صرف اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عام لوگ جب کسی کے ہاتھوں تنگ آتے تو ہاتھ اٹھا کر رب ذوالجلال کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ رَجُلًا مُحَدِّثًا۔ اے اللہ! اس پر کسی محدث کو مسلط فرما دے جو اس کے احوال کو منکشف کرے اور اپنی کتاب میں لکھ ڈالے۔

اس کے مفید نتائج: احادیث کی جانچ پڑتال کے اس نظام میں صحیح احادیث کو ضعیف و موضوع احادیث سے نکھارا گیا اور روایت کی اسانید اور متون دونوں پر نقد کی گئی۔ اصول و قواعد پر مبنی یہ نظام اس قدر غیر جانبدارانہ تھا کہ بعد میں محدث کی طرح ہر فقیہ، مفسر اور متکلم کو بھی انہی اصول و قواعد کی روشنی میں جانچا اور پرکھا گیا۔ صرف وضع حدیث کی پہچان کے لئے گیارہ اصول بنائے گئے۔ حلقۂ حدیث میں جب کبھی رواۃ پر بحث ہوتی تو محض راوی کے زہد، وعظ یا اس کی فقاہت کو نہیں بلکہ اس کی ثقاہت اور درایت سمیت رجحانات اور قول و عمل کو بھی زیر بحث لایا جاتا۔ صرف صحابہ ہی مستثنیٰ تھے کہ جن کا حفظ و ضبط مسلمہ، عدالت غیر مشکوک اور علم و فہم، درایت و فقاہت سبھی معتمد علیہ تھے اور جن کی حیثیت افتاء کی تھی۔

ایک قابلِ مذمت پہلو: تیسری صدی کے اواخر تک حدیث کے تصفیہ اور تزکیہ کا کام ہوتا رہا۔ مگر محدثین کی ان کوششوں کو تاریخ کہہ دیا گیا۔ ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تاریخ و مورخین کے علم کی بنیاد کیا ہے؟ کیا کتبِ حدیث میں محض خبر برائے خبر ہے یا ان افواہ سازوں کے نام اس میں گم ہیں؟ یا اس علم میں قرائن و قیاسات ہیں؟ یا یہ کوئی قدیم دیمک خوردہ دستاویز ہے یا پتھر یا دھات پر دفن شدہ ملی ہوئی تحریر ہے؟ مورخ جب تاریخ لکھتا ہے تو اس کے پیش نظر اصول کیا ہوتے ہیں؟ ابن خلدون کے تاریخ لکھنے کے اصول تو مستشرقین کو بھی بہت پسند ہیں۔ اس الزام تراشی سے قبل اگر ان اصولوں کو ہی پڑھ لیا ہوتا تو شاید ایسی بات لکھنے میں شرافت مانع ہوتی۔ بہر حال جس نے اپنے قلم کو بغیر کسی اصول و راہنمائی کے چلانا ہو تو اس سے ایسی زلتوں کا ہونا ممکن ہے۔ علم حدیث ایک مسلمہ علم ہے جس کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہے۔ اسے تنقیدی اور علمی دیانت سے پڑھئے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ اثاثۂ رسول کو محفوظ رکھنے کے لئے کس خوبی و محنت سے محدثین نے یہ فرض نبھایا ہے۔

تیسرا مرحلہ: زمانہ عروج

یہ تیسری اور چوتھی صدی کا عرصہ ہے۔ دونوں صدیاں علم حدیث کے عروج کی ہیں۔ ہزاروں طلبہ اپنے معاصر کبار مشائخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ارد گرد بیٹھے علم حدیث وسنت حاصل کرتے ہیں۔ مختلف ریاستوں کے مراکز میں طالبان حدیث کا ازدحام ہے۔ مسجد، منزل، اور کھلے میدان، جہاں کہیں شیخ کا بسیرا ہے طلبہ کی وہاں آمد ورفت ہے ان کے پاس قلم، دوات اور کاغذ ہیں۔ صحرا، سڑکیں اور سرائیں سبھی اس زمانہ میں ایک عجیب منظر پیش کر رہی ہیں کہ طلبہ سے لدی سواریاں جوق در جوق رواں ہو رہی ہیں۔ قافلے در قافلے بخارا سے قرطبہ واشبیلیہ کی طرف اور قوقاز سے صنعاء وعدن کی طرف متحرک ہیں اور ایک سفر کے بعد دوسرے سفر کا تسلسل ہے۔ یہ سب رحلہ فی الحدیث کے مناظر ہیں جو شاید ان دو صدیوں کے بعد آسمان نے نہیں دیکھے۔ اس دور میں بے شمار علوم نے انگڑائی لی اور ان علماء کے ذریعے لی جو اس وقت حیات تھے اور علم ودین کے پیکر اور آنے والی نسلوں کے لئے قدوہ (Role model) تھے۔

تیسری صدی علم حدیث کی صدی قرار پائی۔ یہ صدی مسند احمد کے علاوہ امام بخاری ومسلم کی صحیحین کی صدی ہے اور کتب سنن کی بھی۔ یعنی اصحاب ستہ کی۔ چنانچہ حدیث کو زیادہ مربوط صورت میں پیش کرنے کا خیال محدثین کے ذہن میں یوں سمایا۔

☆......اس صدی میں فقہاء محدثین میں یہ شعور بیدار ہوا کہ علوم اسلامیہ کی مختلف انواع میں انفرادی کتب تو ضرور موجود ہیں جن میں عقیدہ، فقہ، تفسیر، مغازی، سیر، زہد، رقاق، فضائل اور آداب جیسے موضوعات میں بے شمار احادیث وآثار جمع کر دئے گئے ہیں۔ نیز سنن، جوامع اور موطآت بھی محض فقہی احکام کی احادیث وآثار کو اپنے پہلو میں لئے ہوئے ہیں۔ کتب السیر اور المغازی بھی مخصوص موضوع پر روشنی ڈال رہی ہیں، یہی حال کتب تفسیر کا ہے کہ وہ فقہ ومغازی کی احادیث وآثار کا ذکر ہی نہیں کرتیں۔ رہے اجزاء حدیثی ان کا ہر جزء خاص موضوع اور خاص باب کی احادیث وآثار کو بیان کرتا ہے۔ تو کیوں نہ کچھ کتب ایسی لکھی جائیں جن میں ان تمام مضامین پر سیر حاصل مواد ہو اور جامع قسم کی ہوں؟

☆......جو کتب موجود تھیں ان میں احادیث وآثار نیز فتاوی وغیرہ سبھی موجود تھے مگر ان میں در آئی کمزوریوں کے بارے میں ماہرین حدیث کے علاوہ کوئی بھی آگاہ نہیں تھا جب کہ دیگر ماہرین ان سے مستفید ہو کر فقہ، استنباط اور استدلال کو بھی اپنا رہے تھے۔ ایسی صورت میں یہ خیال فقہاء محدثین کے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ ایک کوشش ایسی کی جائے جو ان کتب میں صحیح، حسن، ضعیف اور مرسل ومنقطع کو نکھار دے تاکہ علماء وفقہاء صحیح استنباط واستدلال پر مبنی فقہی مسائل طلبہ اور عوام کو دے سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......سابق مصنفین، حدیث کے ساتھ فقہی مسائل بھی درج کردیا کرتے جیسے موطأ امام مالکؒ اور مصنف عبد الرزاق میں یہ امتزاج ملتا ہے۔ان میں علماء امصار اور فقہاء تابعین کی آراء اور مسائل کو بھی مختصراً بیان کیا۔ چنانچہ صحیح احادیث پر مشتمل مجموعے لکھنے، صحیح وغیر صحیح احادیث کو چھانٹنے، صرف صحیح حدیث پر عمل کرنے، علل حدیث کو واضح کرنے، رواۃ حدیث کی تاریخ لکھنے اور موجودہ وسابقہ فقہی واستنباطی کاوشوں کا درست میزان قائم کرنے کے لئے علماء حدیث نے:

......کسی سے تاثر لئے بغیر نقد حدیث کے پیمانے مقرر کئے جو مناقشہ ومذاکرہ کے بعد اصول وقواعد کی صورت اختیار کر گئے۔حدیث کی مصطلحات کو لغوی واصطلاحی معانی دئے۔

......اقوال وفتاوی کو ان کتب نے بطور استشہاد اپنی کتب کی زینت بنایا مگر اصل توجہ صحیح مسند مرفوع متصل احادیث کی طرف رہی۔

......ضعیف وموضوع احادیث ورواۃ پر بھی کتب لکھ دی گئیں۔

......نقاد علماء نے اپنی علمی، تنقیدی، اصولی اور تجزیاتی وتجرباتی آراء اتنی پختگی سے پیش کیں کہ شاید ہی ان کے بعد کوئی ایسا ہو جو حدیث کی تصحیح وتضعیف میں، اسانید ومتون کی علل میں یا جرح وتعدیل میں جدید شے لایا ہو۔

......ان نقاد علماء کے سرخیل تین شیوخ الاسلام ہیں جو بلا شرکت غیرے اپنے وقت کے امام فقہ الحدیث ہیں اور وہ ہیں: امام احمد بن حنبلؒ (م:۲۴۲ھ)، امام یحییٰ بن معینؒ (م:۲۳۳ھ) اور امام علی بن المدینی (م:۲۳۴ھ)۔

......سابقہ تمام صحائف اور کتب میں احادیث، اقوال اور فتاوی وغیرہ جمع تھے۔ان کی وہ روایات جو متصل ومرفوع تھیں اور صحت کے تمام لوازمات کو پورا کرتی تھیں اس دور کے مولفین اپنے مشائخ سے سنداً سن کر انہیں اپنی کتب کی زینت بنالیا۔جس کی تصدیق منکشف ہونے والے صحیفوں نے بھی کردی اور یہ باور کرادیا کہ زبانی روایت بھی اس دور میں انتہائی قابل اعتماد تھی۔مثلاً موطأ امام مالک کی چھ سو مسند مرفوع صحیح روایات صحیح بخاری میں سنداً سما گئیں اسی طرح دیگر صحیفوں اور کتابوں کی احادیث بھی روایت کے ساتھ کتب میں جمع ہوگئیں۔مثلاً صحیفہ ہمام بن منبہ کی ایک سو اڑتیس احادیث مسند احمد میں سما گئیں۔مقوقس کو لکھا ہوا آپ ﷺ کا مکتوب بھی سنن وغیرہ کی کتابوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ چکا۔ جس کی سند کی اب ضرورت نہیں۔ صحیفۂ صادقہ جو عبداللہ بن عمروؓ بن العاص (م:۶۵ھ) کا ہے اس میں ایک ہزار کے قریب احادیث تھیں جس کا بیشتر حصہ مسند احمد اور دیگر کتب سنن میں آ گیا ہے جب کہ ان محدثین کے پاس نہ صحیفہ تھا اور نہ ہی کوئی نامۂ رسول۔ اسی طرح صحیفہ جابر بن عبداللہ انصاری (م:۷۸ھ) جسے مشہور تابعی قتادۃ بن دعامۃ سدوسی (م:۱۱۸ھ) بہت اہمیت دیتے تھے اور کہا کرتے: لَأَنَا بِصَحِيفَةِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَحْفَظُ مِنِّيْ لِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ۔ میں صحیفہ جابر بن عبداللہ کو سورہ بقرہ سے زیادہ یاد رکھتا ہوں۔ سیدنا جابرؓ کا مسجد نبوی میں ایک حلقہ قائم تھا جس میں وہ اپنے شاگردوں کو احادیث رسول املاء کرایا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب:۲۱۴/۴)

☆......دوسری اور تیسری صدی ہجری کا عرصہ مصطلحات واصولِ حدیث ومناہج استنباط کی پختگی اور ان کے نفاذ کا بھی ہے۔ اس صدی میں علماء حدیث نے متداول اصطلاحات کو مزید دلائل سے مدلل کیا۔ جو متکلمین اور فلاسفہ کی اصطلاحات کی وضاحت اور جواب بھی تھے۔

☆......انہی کے معاصرین دیگر فقہاء محدثین مثلاً: امام حمیدیؒ، عبداللہ بن الزبیرؒ (م:۲۱۹ھ)، امام سعید بن منصور مروزیؒ (م:۲۲۷ھ)، ابوعبید القاسم بن سلامؒ (م:۲۲۴ھ)، محمد بن سعدؒ (م:۲۳۰ھ)، ابوخیثمہ زہیر بن حربؒ (م: ۲۳۴ھ)، ابوبکر بن ابی شیبہؒ (م:۲۳۵ھ)، اسحاق بن راہویہؒ (م:۲۳۸ھ)، خلیفہ بن خیاط العصفریؒ (م:۲۴۰ھ)، عمرو بن علی الفلاسؒ (م:۲۴۹ھ)، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ (م:۲۵۵ھ)، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانیؒ (م:۲۵۶ھ)، محمد بن یحییٰ ذہلیؒ (م:۲۵۸ھ)۔ جیسے عظیم علماء امت جن کی مثبت حدیثی اور فقہی سوچ نے ان کے لائق شاگردوں میں تلاطم پیدا کر دیا جنہوں نے نکھارنے کا عمل شروع کر دیا۔

☆......یہ تلامذہ بھی علم حدیث واصول فقہ کے ماہر ومؤسس تھے۔ جن میں محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م:۲۵۶ھ)، ابو زرعہ عبید اللہ بن عبدالکریم الرازیؒ (م:۲۶۴ھ) امام عجلیؒ، احمد بن عبداللہ بن صالحؒ (م:۲۶۱ھ)، ابو حاتم محمد بن ادریس الرازیؒ (م:۲۷۷ھ)، مسلم بن الحجاجؒ (م:۲۶۱ھ)، یعقوب بن شیبہؒ (م:۲۶۲ھ)، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث سجستانیؒ (م:۲۷۵ھ)، ابوعیسیٰ ترمذی محمد بن عیسیٰؒ (م:۲۷۹ھ)، ابن ماجہ محمد بن یزیدؒ (م:۲۷۵ھ)، یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م:۲۷۷ھ)، احمد بن زہیر بن حربؒ، ابن ابی خیثمہؒ (م:۲۷۹ھ) کے اسماء گرامی لئے جا سکتے ہیں۔

☆......ان دونوں صدیوں کی یہ ہستیاں بھی قابل افتخار سرمایہ ہیں۔ ابوزرعہ دمشقی، عبدالرحمٰن بن عمرو (م:۲۸۱ھ)،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی عاصم، احمد بن عمر النبیل (م:۲۸۷ھ)، عبداللہ بن احمد بن حنبل (م:۲۹۲ھ)، صالح بن محمد جزرۃ (م:۲۹۳ھ)، ابوبکر احمد بن عمرو البزار (م:۲۹۲ھ)، محمد بن نصر المروزی (م:۲۹۴ھ)، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی (م:۳۱۷ھ)، ابوعوانہ، یعقوب بن اسحٰق الاسفرائینی (م:۳۱۶ھ)، امام علل ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (م:۳۰۳ھ)، ابویعلی الموصلی، احمد بن علی بن المثنی (م:۳۰۷ھ)، ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (م:۳۱۰ھ)، محمد بن اسحٰق بن خزیمہ (م:۳۱۱ھ)، محمد بن جریر الطبری (م:۳۱۰ھ)، ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی (م:۳۲۰ھ)، اسی طبقہ میں ابومحمد عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس جو ابن ابی حاتم الرازی (م:۳۲۷ھ) رحمہم اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مشہور تصانیف:

☆...... یہ دونوں صدیاں علم حدیث کی پختگی کے ادوار ہیں۔ نقد حدیث کے ذریعے احادیث کی تنقیح وتہذیب کا دور ہے۔ سنت رسول سے استنباط واستدلال اور فقہیات میں مجتہدانہ سوچ کا دور ہے۔

☆...... اس دور کی مشہور ترین تصانیف میں الجامع الصحیح از امام بخاری ہے۔ امام محترم سے قبل بیشتر علماء علومِ دینیہ میں اپنی کتب تصنیف فرما چکے تھے۔ امام مالک اور سفیان ثوری نے فقہ میں، ابن جریج نے تفسیر میں، ابوعبید نے غریب القرآن میں، محمد بن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ نے سیر میں اور عبداللہ بن المبارک نے زہد ومواعظ میں اور کچھ نے بدء الخلق اور قصص الأنبیاء میں جبکہ یحییٰ بن معین نے احوال صحابہ وتابعین میں اور کچھ نے ردّیا، ادب، طب اور شمائل میں اور بعض نے اصول حدیث، اصول فقہ اور مبتدعہ کے رد میں کتب تصنیف کردی تھیں۔ امام بخاریؒ نے ان سب علوم پر غور کیا اور ان کے جزئیات وکلیات کو چھانٹا۔ ان میں سے جو علوم احادیثِ صحیحہ سے امام بخاری کی شرط پر پورے اترے انہیں وہ اپنی کتاب میں لائے۔ تاکہ اہل اسلام کے ہاتھ میں ان علوم میں سے ایک قطعی حجت ہو جس میں شک نہ ہو۔ ان علوم کی مہارت میں وہ اپنے سابقین سے منفرد ہیں کیونکہ سابقین کے پاس ایک یا دو علم کی مہارت تھی۔ مگر امام بخاریؒ نے ایک ماہر کی حیثیت سے ان تمام فنون پر گفتگو فرمائی۔ جبکہ ایسے علوم کے اصول، احادیث سے مستنبط کرنا اور انہیں پرکھنا ایک بہت بڑا شرعی کام ہے جو ذہن رسا اور حفظ بے بہا کا متقاضی ہے۔ نیز فقاہت کے لئے علمی ثقاہت کے علاوہ معتمد علیہ ہونا بڑا ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ہم سیر، تفسیر اور زہد کی تنقید سے عاجز آ گئے کیونکہ ان فنون میں اکثر احادیث مرسل اور ضعیف ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقوفاتِ صحابہ وتابعین کے ذریعہ انہوں نے ہرفن کے بارے میں اہم فوائد کا اضافہ کیا ہے۔ جو تراجم ابواب میں منتشر ہیں۔

جو بھی مسئلہ ہو اس کے حل کا طریقہ امام محترم نے بتایا ہے کہ حدیث رسول کو کس طرح ذہن میں لائیں؟ اور کس طرح اس کی نص سے استدلال لیں؟ امام محترم نے اپنی صحیح میں چند اہم مصطلحات حدیث کو بھی پرو دیا ہے اور کتاب العلم میں حدیث، علم حدیث کی مختلف فروعات، نیز تحمل حدیث اور الفاظ اداء حدیث وغیرہ ذکر کر کے مہر ثبت کر دی ہے کہ یہ اصطلاحات صرف لغت عربی ہی کی نہیں بلکہ حدیثِ رسول یا زمانۂ خیر سے ماخوذ ہیں۔

☆...... امام مسلم کی الجامع الصحیح، میں ان کا لکھا مقدمہ انتہائی جامع اور علوم حدیث میں ایک وقیع شے ہے۔ سنن أربعه، بھی فقہ الحدیث کی ترجمان کتب ہیں اور منتشر ضعیف وصحیح احادیث پر ذاتی محاکمہ پیش کر کے علوم حدیث کے شعور کا پتہ دیتی ہیں۔

☆...... مسند امام احمد بن حنبل، علم الاسناد کی اہمیت کو اجاگر کرنے، ایک ہی متن کی مختلف روایات کا پتہ دینے، رحلات علمیہ کے فروغ کا شعور دینے اور بلاد واقطار کے علماء حدیث سے مستفید ہونے کے شوق وجذبے کو دکھاتی اور ابھارتی ہے۔

☆...... معاصرین اور ان کے بعد بھی تصانیف حدیث کا ایک تانتا بندھ گیا اور مختلف نظری وفکری کتب متعارف ہوئیں۔ ان میں مسانید بھی تھیں جو بالخصوص عبید اللہ بن موسیٰ کوفی (م: ۲۱۳ھ)، مسدد بن مسرہد (م: ۲۲۸ھ) اور اسد بن موسیٰ اموی اور نعیم بن حماد نزیل مصر کی مسانید ہیں۔ ان کے ساتھ عثمان بن ابی شیبہ (م: ۲۳۹ھ)، مسند الحمیدی (م: ۲۱۹ھ)، مسند عبد بن حمید (م: ۲۴۹ھ)، اسحق بن راہویہ (م: ۲۳۷ھ) اور مسند ابی یعلی الموصلی (م: ۳۰۷ھ) کی مسانید بھی ممتاز ترین شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح مصنفات، جوامع نامی کتب بھی وجود میں آئیں۔ ان مسانید کا مرتبہ ومقام سنن اربعہ سے ذرا کم ہے اس لئے کہ ان کے مصنفین نے ہر صحابی کی مسند میں ہر اس حدیث کو لکھ دیا ہے جو صحیح یا سقیم تھی۔ سوائے مسند حمیدی اور مسند احمد کے جنہوں نے صحت کے معیار کو ملحوظ رکھا۔

☆...... امام بخاریؒ (۱۹۴-۲۵۶ھ) نے اپنی صحیح میں جس طرح نقد حدیث کو پرویا ہے اسی طرح نقد رواۃ میں بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی تواریخ ثلاثہ بلند مقام رکھتی ہیں۔ اسی موضوع پر ان کی ایک اور کتاب الکنی المجردۃ ہے اور دوسری الضعفاء ہے۔

☆......امام مسلمؒ (۲۰۴۔۲۶۱ھ) نے بھی نقد حدیث میں بے مثال کام کیا ہے ان کی معروف کتب میں تاریخ، طبقات، الاسماء و الکنی، المفاریداور الوحدان نامی کتب ہیں۔

☆......احمد بن عبداللہ بن صالح العجلیؒ (۱۸۲،۲۶۱ھ) امام بخاریؒ و مسلمؒ سے عمر میں بڑے تھے اور وفات بھی ان کی تاخیر سے ہوئی تھی۔ ان کی معروف کتاب الثقات ہے۔

☆......ابوزرعہ الرازیؒ (۲۰۰۔۲۶۴ھ) ان کا بھی جرح وتعدیل میں عظیم الشان کام ہے۔ جس کا غالب حصہ ابن ابی حاتم الرازیؒ کی کتاب میں آ گیا ہے۔ ابوحاتم الرازیؒ (۱۹۵،۲۷۷ھ) نقاد رواۃ کے گل سرسبد جن کے نقدی تبصرے تقدمۃ الجرح والتعدیل میں آگئے ہیں جو ان کے بیٹے کی ہے۔

☆......امام بقی بن مخلد قرطبی (۲۷۶ھ) کی المسند الکبیر بھی ایک ہزار تین سو سے زائد اسماء صحابہ کرام کی ترتیب سے ان کی مرویات پر مشتمل تھی۔ فقہی ترتیب بھی اس میں نمایاں تھی۔ انہوں نے ہر صحابی کی احادیث کو فقہی ترتیب سے مرتب کیا۔ اس طرح امام بقیؒ بن مخلد کی ثقاہت اور اتقان کی وجہ سے ان کی کتاب ایک عظیم کتاب ثابت ہوئی۔

☆......معروف امام حدیث و ناقد حدیث النسائیؒ (۲۱۵،۳۰۳ھ) کی نقد رواۃ میں ایک کتاب الضعفاء ہے۔ ابوبشر الدولابیؒ (۲۲۴،۳۱۰ھ) بہت بڑے ناقد حدیث اور علم رجال کے ماہر تھے ان کی معروف کتاب الکنی ہے۔ ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان سب علماء کے ہاں متواتر یا خبر آحاد کی تقسیم عنقا ہے۔

☆......روایت حدیث کے لئے تحقیق و روایت کے مناہج مرتب کئے۔ ان میں ہم آہنگی پیدا کر کے ان کی حدود متعین کیں۔ اسی طرح رواۃ حدیث کو بھی خوب کھنگالا۔

☆......اس دور میں علوم حدیث پر بعض (Theoretical Books) موضوعی کتب بھی منظر عام پر آ گئیں۔ جن میں امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی کا ایک نفیس کتابچہ ہے جو روایت حدیث کے اہم نکات و اصول کو اجاگر کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب الکفایة میں جابجا اس کا ذکر کیا ہے۔امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر اور صحیح بخاری کے مختصر نام میں اپنے منہجِ قبولِ حدیث ورواۃ کو انتہائی جامعیت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک طویل مقدمہ لکھ کر علم حدیث کے بعض اہم مسائل پر سیر حاصل مگر پرزور بحث کی ہے۔اسی طرح امام ابوداؤد نے رسالة الی اهل مكة میں اپنی کتاب السنن میں احادیث کو فقہی ترتیب سے درج کرنے اور روایت کرنے کا منہج لکھا ہے اور علوم حدیث کے بعض اہم مسائل پر تبصرہ بھی کیا ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے العلل الصغیر کتاب لکھی جو علم حدیث ہی کا موضوع ہے اس میں بعض انتہائی اہم اور مشکل اصطلاحات اور کچھ علوم حدیث کے قواعد پر روشنی ڈالی ہے۔جس کی شرح ابن رجب الحنبلی (م:۷۹۵ھ) نے بصد شوق بڑی عمدگی سے کرڈالی۔

☆......امام محمد بن جریر طبری (م:۳۱۰ھ)، طبریؒ کی کتب میں تهذيب الآثار منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ابتداء سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احادیث بیان کیں۔مولف نے ہر حدیث پر علمی کلام بھی کیا۔اس کی علت اور دیگر طرق سے آگاہ کیا نیز فقہیات کے ساتھ اختلافِ علماء، ان کے دلائل، لغت وغیرہ سے بھی آشنا کرایا۔اپنی کتاب کو انہوں نے عشرۂ مبشرہ کی مسند، اہل بیت سے متعلق احادیث، احادیثِ موالی، اور ایک مناسب سا مواد سیدنا ابن عباسؓ کی مرویات کا تھا جس پر کتاب کو ختم کیا۔

تبصرہ: نقدِ روایت کی کوکھ سے علمِ رجال برآمد ہوا جس نے لاکھوں محدثین کے حالات وواقعات قلمبند کردئے۔رجال کے ماہرین نے راوی کے ذاتی کوائف، اس کی اہلیت وقابلیت، تقوی وصلاح اور صغائر وکبائر سے اس کا اجتناب، اس کی ثقاہت وضعف، درایت وضبط، شذوذ ونکارت جیسے تمام پہلو جانچے، راوی کے اساتذہ وطلبہ، تعلیم وتدریس، اس کی روایات وتصنیفات، علمی مقام واعتبار حتی کہ اس کے محلّہ، بستی، شہر اور ملک تک کو چھان مارا، اور بغیر کتمانِ علم کے انہوں نے اس امانت کو انتہائی ذمہ داری اور خدا خوفی سے قلمبند بھی کیا اور روایت بھی۔اس تحقیق وتنقید نے بتدریج چالیس سے زیادہ علوم علم الرجال میں متعارف کرادئے اور ہر علم پر مستقل کتب بھی تصنیف ہوئیں۔اس اندازِ تحقیق کو دیگر علوم نے بھی اپنایا۔کسی نے بھی اگر کچھ کہا یا روایت کیا، تو اس سے یہ سوال کرنا بھلا لگا: کون ہے وہ؟ اس نے کس سے سنا؟ یہ لکھا کہاں ہے؟ اس لئے کہ حریت علمِ تحقیق کے ایسے دروازے وا کرتا ہے جو محقق کو علم یقین سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشناس کرادیں۔ ورنہ بلاسند روایت کرنا ایسا ہے جیسے کسی چھت پر بغیر سیڑھیوں کے چڑھنا۔

☆......ان نقاد محدثین نے زمانہ صحابہ وتابعین سے لے کر آخر وقت تدوین تک جن لوگوں پر تنقید کی وہ یا تو صرف ان کے ضعف پر تھی یا ان کے نظریاتی و مذہبی تعصبات پر۔ جیسے زنادقہ یا مبتدع حضرات جن میں روافض، خوارج، قصہ گو، معتزلہ اور صوفی حضرات وغیرہ شامل ہیں ان پر تنقید کی بڑی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ وہ اپنی روایات میں اپنی بدعات کو فروغ دے دیتے چاہے حدیث کا حال کچھ بھی ہو۔

☆......اسی تیسری صدی میں حدیث کے مختلف علوم پر کتب لکھی گئیں جن میں رجال، انساب، اسماء وکنی، القاب، مؤتلف ومختلف، غریب الحدیث، جرح وتعدیل، فقہ الحدیث، اصول الحدیث، مناہج المحدثین، شروحات، طبقات، فضائلِ صحابہ، استدراکات، مرسل، ضعیف، صحیح، موضوع، اختلاف الحدیث، معرفۃ اصول الروایۃ وغیرہ پر اہل علم نے خوب لکھا۔

☆......تیسری صدی کے بعد ائمہ حدیث نے راوی اور روایت کی شرط میں سختی کی بجائے تخفیف کردی کیونکہ حدیث اسانید ومتون سمیت چھان بین کے مراحل طے کر چکی تھی اور مدون بھی ہو چکی تھی۔ متون واسانید اور رواۃ وغیرہ پر علماء حدیث کی نقدی نگاہ پڑ چکی تھی۔ اس لئے سند کو باقی رکھنے کے لئے راوی میں عدالت وضبط کی سختی ترک کردی گئی۔ اسی صدی کے معروف حافظِ حدیث امام ابوعبداللہ الحاکم نیساپوری (۳۲۱-۴۰۵ھ) نے (معرفۃ علوم الحدیث: ۱۵) اپنے معاصر علماء میں شروط راوی میں عدالت اور ضبط میں تخفیف کا ذکر کرتے ہوئے صرف ضبطِ کتاب کا تذکرہ کیا ہے اور ضبطِ صدر کا ذکر چھوڑ دیا ہے جو کہ ایک تخفیف ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ (م: ۴۵۸ھ) نے اس تخفیف پر بڑی نفیس بات کہی ہے جس کا ذکر امام ابن الصلاح نے تدوینِ حدیث وعلوم کی تکمیل کے بعد تخفیف پر بحث سمیٹتے ہوئے یوں کیا ہے:

اَنَّ الْاَحَادِيْثَ الَّتِي صَحَّتْ اَوْ وَقَفَتْ بَيْنَ الصِّحَّةِ وَالسَّقْمِ،قَدْ دُوِّنَتْ وَكُتِبَتْ فِي الْجَوَامِعِ الَّتِي جَمَعَهَا اَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ،وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَذْهَبَ شَيْءٌ مِنْهَا عَلَى جَمِيْعِهِمْ، وَاِنْ جَازَ اَنْ يَذْهَبَ عَلَى بَعْضِهِمْ،لِضَمَانِ صَاحِبِ الشَّرِيْعَةِ حِفْظَهَا۔قَالَ۔۔الْبَيْهَقِيُّ۔۔ فَمَنْ جَاءَ الْيَوْمَ بِحَدِيْثٍ لَا يُوْجَدُ عِنْدَ جَمِيْعِهِمْ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ، وَمَنْ جَاءَ بِحَدِيْثٍ مَعْرُوْفٍ عِنْدَهُمْ،فَالَّذِي يَرْوِيْهِ لَا يَنْفَرِدُ بِرِوَايَتِهِ،وَالْحُجَّةُ قَائِمَةٌ بِحَدِيْثِهِ بِرِوَايَةِ غَيْرِهِ۔وَالْقَصْدُ مِنْ رِوَايَتِهِ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ:اَنْ يَصِيْرَ الْحَدِيْثُ مُسَلْسَلًا بِحَدَّثَنَا وَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَخْبَرَنَا،وَتَبْقَى هٰذِهِ الْكَرَامَةُ الَّتِي خُصَّتْ بِهَا هٰذِهِ الْأُمَّةُ شَرَفاً لِنَبِيِّنَا الْمُصْطَفٰى ﷺ۔(معرفۃ انواع علم الحدیث:۱۴۱) جو احادیث صحیح ٹھہریں یا صحت وسقم کے درمیان اٹک گئیں یہ سب اب ائمہ حدیث کی جوامع میں مدون ہوچکیں اور لکھی جاچکیں ہیں۔ کیونکہ ان ائمہ سے کوئی حدیث اب رہ نہیں گئی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی ایک سے وہ حدیث چھوٹ گئی ہو مگر دوسرے سے نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شریعت کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

امام بیہقی مزید فرماتے ہیں: آج اگر کوئی ایسی حدیث لے آتا ہے جو ان ائمہ کے ہاں مذکور نہیں تو وہ قبول نہیں کی جاسکتی۔ یا اگر ائمہ حدیث کے ہاں کسی معروف حدیث کو آج کوئی روایت کرتا ہے تو وہ اس کی روایت میں منفرد نہیں ہوگا کیونکہ اس سے پہلے یہ حدیث کسی اور کی روایت سے ائمہ حدیث ذکر کر چکے۔ جس کی حجت پہلے سے ہی قائم ہے۔ آج کے شخص کی روایت حدیث کرنا یا اس سے اس حدیث کا سننا محض اس لئے ہوتا ہے کہ حدیث کا تسلسل حدثنا اور اخبرنا کے ساتھ جڑا رہے اور عزت وتکریم کا جو مقام وشرف اس امت کو رسول اکرم ﷺ کی سند کے حوالہ سے ملا ہے وہ قائم رہے۔

اس لئے ایسی کتب جو تیسری صدی ہجری کے بعد منظر عام پر آئیں مگر ان کا علم ہمیں نہ ہوسکا، ہمارے اس دعوے کی معارض نہیں۔ تخفیف کا اصول پھر بھی قائم ہے اور رہے گا۔ سابقہ کتب اور ان کی احادیث ورواۃ کو پرکھنے کا جو معیار رہا وہی بعد میں لکھی گئی کتب کا بھی ہوگا۔ جدید اصطلاحات کے معنوی تعین میں وسعت کی گنجائش باقی رکھی گئی ہے۔

☆...... چوتھی صدی ہجری کی مشہور کتب حدیث میں امام طبرانیؒ کی معاجم ثلاثہ ہیں۔ المعجم الکبیر میں انہوں نے صحابہ کرام کی ہجائی ترتیب سے ان کی احادیث کو لکھا۔ اس میں بیس ہزار پانچ سو احادیث ہیں۔ نیز الوسیط اور الصغیر میں اپنے شیوخ کی ہجائی ترتیب ملحوظ رکھ کر احادیث جمع کیں۔

☆......امام یعقوب بن اسحق (م:۳۱۶ھ) کی مسند ابی عوانہ جو اصل میں صحیح مسلم کی مستخرج ہے (جس کا مطلب ہے کہ اپنی سند سے ان احادیث کو روایت کیا جو امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کر چکے)۔ اس کا ایک فائدہ متاخر زمانہ میں عالی اسانید کا مل جانا ہے جو شاید امام مسلم مرحوم کے علم میں بھی نہ تھیں۔ مزید اس کتاب میں کچھ ایسے زائد متون بھی مل جاتے ہیں جو اصل کتاب صحیح مسلم میں نہیں۔ ایک اور اہم کام اس کتاب کا یہ ہے کہ صحیح مسلم میں آئے ہوئے مبہم اسماء کی امام ابوعوانہ تعیین کر کے ان کا نام لکھتے ہیں۔ امام ذہبیؒ اور امام ابن حجر عسقلانیؒ کا کہنا ہے کہ اس مسند میں جو زائد احادیث ہیں ان میں صحیح، حسن اور ضعیف بھی ہیں۔ کتاب کو مؤلف نے فقہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب دی ہے۔ کتاب اور پھر باب۔ یعنی ہر کتاب میں ابواب ہیں۔

☆......محمد بن اسحٰق (م: ۳۱۱ھ) کی صحیح ابن خزیمہ، سعید بن عثمان المعروف بابن السکن (م: ۳۵۳ھ) کی الصحیح المنتقی، امام طحاویؒ (م: ۳۲۱ھ) کی شرح معانی الآثار وغیرہ کی کتب بھی اس عرصہ میں منظر عام پر آ چکی تھیں۔

☆......اسی طرح امام ابن حبان بستی (م: ۳۵۴ھ) کی التقاسیم والانواع، کتاب المجروحین اور کتاب الثقات کے مقدمات میں پہلی دو کتب کے مقدمے علوم حدیث کا شاہکار سمجھے گئے ہیں۔ وجہ شاید یہ ہو کہ ابن حبان چوتھی صدی ہجری کے ان ماہرینِ حدیث میں سے ہیں جنہوں نے بڑے اہم موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

☆......امام ابن حبانؒ (۲۷۵۔۳۵۴ھ) کی نقد رواۃ میں کتب الثقات اور الضعفاء اہل علم میں خاصی معروف ہیں۔۔ابواحمد بن عدیؒ (۲۷۷۔۳۶۵ھ) کی ایک شاندار کاوش الکامل فی الضعفاء کے نام سے ہے۔ کتاب مطبوعہ ہے۔ امام دارقطنیؒ (۳۰۶، ۳۸۵ھ) کی بہت سی کتب حدیث ہیں۔ نقد میں ان کی لاجواب ضخیم کتاب العلل ہے۔

☆......امام حمد بن سلیمان خطابی (م: ۳۸۸ھ) نے سنن ابی داود کی شرح معالم السنن لکھی۔ جس کا مقدمہ گو انتہائی مختصر ہے مگر یہ پہلے فرد ہیں کہ مقدمہ کتاب میں حدیث کو قبول ورد کے اعتبار سے تین اقسام: صحیح، حسن، اور ضعیف میں تقسیم کیا ہے۔

ایک مثبت خدمت:

☆......مختلف الحدیث یا ناسخ ومنسوخ فی الحدیث پر کتب لکھ کر حدیث میں ہونے والے اختلاف کو محدثین کرام نے اپنی کمال بصیرت سے حل کر دیا تھا۔ اور اسے رفع کرنے کی بہت ہی آسان سبیلیں بھی بتائیں۔ جنہیں پڑھ کر یقیناً ایک لاتعلق ناقد کو بھی شرم آتی ہے۔ گم راہ کن نظریاتی پس منظر رکھنے والا شخص تو اپنی عقلی تاویلات وتوجیہات پیش کرتا ہے۔ اسے محدثین کرام کی صحیح ومتصل سند کے ساتھ کیا غرض؟ وہ تو اسے بھی بسا اوقات قرآن کے خلاف ہی سمجھ بیٹھتا ہے۔

☆......حدیث کے بارے میں ظنی اور ظنی کی گردان کر کے یہی عقل مند سارا ذخیرۂ حدیث کمزور قرار دیتے ہیں مگر جج کی ظنی شہادتوں پر مبنی فیصلہ کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ قبول بھی کرتے ہیں حالانکہ صدق وکذب کو جانچنے کے لئے جج کے پاس بھی کوئی ترازو یا آلہ نہیں ہوتا بلکہ ظن غالب اور شواہد کی بنیاد پر اس کے فیصلہ کا دارومدار ہوتا ہے۔ جج بھی آخر نبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتے کہ یقینی شہادت کو وہ اپنے سامنے لاسکیں بلکہ وہ شاہد میں محض ظاہری صفات دیکھ کر اسے پہچان لیتا ہے کہ یہ قابل اعتماد ہے یا نہیں۔ دنیا کے کاروبار ظن پر ہی چل رہا ہے۔ یہ دنیا احتمالات کی دنیا ہے۔ یقین یہاں مہیا نہیں ہوسکتا۔ دینی معاملات میں بھی یقین کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے انسان سے نہیں کیا بلکہ اس نے عام دینی معاملات کی بنیاد ظنِ غالب پر رکھی ہے۔ اسی طرح حدیث کے صحیح وضعیف ہونے کا فیصلہ محدثین نے راوی اور حدیث کی ظاہری صفات کو دیکھ کر ظن غالب کی بنیاد پر ہی دیا ہے۔ رہی جھوٹی شہادتیں اور بازاری افواہیں! ان میں کتنی قوت ہے؟ اس کا اندازہ آئے دن کے اخبارات، میگزین اور ٹی وی میں شائع ہونے والی خبروں اور رپورٹس پڑھ کر کیا جاسکتا ہے۔ راویوں کا نام ونشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ پھر ان افواہوں میں سے وہ واقعات منتخب ہو جاتے ہیں جو قیاس وانداز ے کے مطابق ہوں۔ یہی بعد میں جھوٹی کہانیاں بن جاتی ہیں۔ یورپین یا عیسائی تصنیفات میں یہی کچھ ملتا ہے مگر کیا ایسی کہانیوں اور خبروں میں راوی کی جزوی معلومات تو کیا ثقاہت وعدم ثقاہت بھی دیکھی جاتی ہے؟ غرض یہ کہ اتنا جھوٹ بولو کہ جھوٹ، سچ نظر آئے مگر محدثین کرام نے اس مشکل کام کے لئے اپنی عمریں کھپائیں اور ایک ایک شہر میں جا کر راوی سے خود ملے اور اس کے عزیز واقرباء وغیرہ سے معلومات لیں اور انہیں فراہم کیا۔

☆...... پانچ لاکھ سے زائد راویوں میں چند سو ہی راوی شاید ایسے ہوں گے جن کے بارے میں محدثین کی تنقید میں تضاد ہے۔ مگر لاکھوں کے مقابلہ میں ان کی حیثیت کیا یہ ہونی چاہئے کہ سارا ذخیرۂ حدیث ہی مشکوک ہو جائے؟ کتنے فقہاء، مفسرین، اور مجتہد ودانشور ایسے گذرے ہیں جو اپنی علمی سرگرمیوں کے دوران ہی فوت ہو گئے۔ مگر کیا لوگ انہی پر ہی جئے یا مزید علماء وفقہاء اور مفسرین کو انہوں نے قبول نہیں کیا؟ یاد رکھئے! محدثین نے کسی بھی راوی یا عالم وفقیہ کی توثیق کی بنیاد اس کی مقبولیت یا شہرت پر قطعاً نہیں رکھی۔ معاصر علماء کی باہمی چشمک کو محدثین کرام نے نہیں بلکہ فقہاء کرام نے بھی نظر انداز کیا ہے اور یہی فرمایا ہے: لَا یُقْبَلُ قَوْلُ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ فِیْ بَعْضٍ اِلَّا بِبَیِّنَۃٍ۔ کسی عالم کی دوسرے عالم کے خلاف بات کو قبول نہیں کیا جائے تا آنکہ کوئی دلیل ہو۔ کہ وہ بہک گیا ہے یا وہ مبتدع ہے یا بدعمل ہے۔ اسی طرح ان کا یہ قول بھی: اَلْمُعَاصَرَۃُ تُثِیْرُ الْمُنَافَرَۃَ۔ معاصرت نفرت کو انگیخت کرتی ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ اپنے مدمقابل کی خوبی یا قابلیت اسے پسند نہیں آتی بلکہ نفرت پیدا کرتی ہے۔ جیسے تعلیم، تدریس، سیاست، حکومت، نوکری وغیرہ ہر شعبہ زندگی میں باہم کھینچا تانی والزام تراشی ہوتی ہے۔ مگر تسلیم وہی کی جاتی ہے جس میں کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت ہو یا ثبوت ہوں۔

☆......جرح وتعدیل بھی راوی کے بارے میں محدثین کا ایک فیصلہ ہے بالکل اس جج کی طرح جو محض گواہوں اور شواہد کی ثبوت کے بعد کسی مجرم کو پھانسی دینے کا فیصلہ کرتا ہے۔سوال یہ ہے کہ جج کا یہ فیصلہ یقینی ہوتا ہے؟ نہیں بلکہ قیاسی ہی ہوتا ہے۔پھر بھی صدر مملکت کے پاس حتمی منظوری کے لئے جاتا ہے جو جج کے اس فیصلہ کو پڑھنے کے بعد ظن غالب کی بنیاد پر صادر کر دیتا ہے۔جرح وتعدیل کا حکم اللہ کا دیا ہوا ہے یہ غیبت ہے اور نہ ہی گڑھے مردے اکھاڑنے کی باتیں ہیں بلکہ بے اعتماد وزندیق لوگوں کو حدیث کے مقدس علم سے پرے ہٹانے اور اسے ایسے لوگوں کی آلائشوں سے پاک کرنے کے لئے ہے۔کیا تحقیق پر کسی کا سچا ثابت ہونا یہ بہتان ہوتا ہے اور اگر فاسق ثابت ہو جائے تو یہ اس کی غیبت ہے؟

☆...... اس لئے اپنی کتب میں بعض ضعیف احادیث کا اندراج محدثین دو وجوہ کی بناء پر کر دیا کرتے تھے۔

۱۔ عام لوگ خبردار رہیں کہ یہ حدیث ہماری تحقیق کے مطابق ضعیف ہے۔اس لئے صراحت سے یہ لکھ دیتے ہیں: هَذَا حَدِيْثٌ ضَعِيفٌ یالَيْسَ بِصَحِيحٍ۔ یہ حدیث ضعیف ہے یا صحیح نہیں۔

۲۔ یہ ضعیف روایت اس لئے ذکر کی جاتی ہے کہ اس سے پہلے یہی روایت ایک صحیح سند کے ساتھ مذکور ہوتی ہے اب اسے صرف بطور ریفرنس درج کیا ہے ورنہ انحصار پہلی صحیح روایت پر ہوتا ہے۔یا کوئی یہ نہ کہے کہ مسلمانوں نے اپنے رسول کی زندگی کے کمزور پہلوؤں کو چھپا دیا ہے۔

☆......کچھ نادان کسی بھی مسئلے پر لکھتے وقت ضعیف وصحیح وموضوع احادیث کو جمع کر کے انہیں خلط ملط کرتے ہیں اور پھر اپنی دانش کی چھری اس پر چلاتے ہیں۔جہاں چاہا راوی پر بغیر کسی اصول کے جرح کر دی اور جہاں چاہا اسے عادل قرار دے کر اپنے نتائج اخذ کر لئے۔آیات واحادیث کی حسب منشأ معنوی تعبیر غیر معلوم شاعری سے کرتے ہیں۔ ائمہ رجال سے جہاں چاہیں اپنی بیزاری کا اظہار کر دیں اور جہاں چاہیں ان کی مرویات کو پیش کر دیں۔یہ ذوق علم نہیں بلکہ مذاق علم ہے اور اپنے مخصوص نظریات کو بہر صورت ترجیح دینے کی ایک سفلی خواہش۔کیا میڈیکل، انجینئرنگ اور آئی ٹی جیسے علوم کے ساتھ ایسا غیر اصولی سلوک کوئی کرتا ہے۔الحمد للہ ہمیں فخر ہے کہ محدثین کرام نے ایسے واضح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول بنائے جن سے فرد، اس کی علمی و دینی اور نظریاتی حالت کو پرکھ کر یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ آیا اس کا تعلق سنت رسول کے چاہنے والوں سے ہے یا وہ اپنی سنت سیئہ کو رواج دینے کے خبط میں مبتلا ہے۔

☆......حدیث رسول کی روایت میں احتیاط کرنا اور کڑے اصول بنانا کیا کوئی ایسا معاملہ ہے کہ حس سے پرے رہا جائے؟ نہیں بلکہ ایسے لوگ تو داد کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کی داغ بیل ڈالی۔ محدث ناقد ابن الصلاحؒ لکھتے ہیں:

رجالِ حدیث کے ناقد کے لئے ضروری ہے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر نقد کرے، لاپروائی سے بچے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی بے گناہ کو اپنی تنقید کا نشانہ بنائے اور اسے مجروح قرار دے کر اس کے نام کا لازمہ بنا دے۔ (علوم الحدیث: ۳۵۰)

☆......جرح وتعدیل کے انتہائی معتدل امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْكَلَامَ عَلَى الرُّوَاةِ يَحْتَاجُ إِلَى وَرَعٍ تَامٍّ، وَبَرَاءَةٍ مِنَ الْهَوَى وَالْمَيْلِ، وَخِبْرَةٍ كَامِلَةٍ بِالْحَدِيثِ وَعِلَلِهِ۔ راویوں پر نقد کرنا خدا خوفی کا متقاضی ہے، اور خواہش ومیلان سے بیزاری کا بھی۔ حدیث اور اس کی علل کے بارے میں پوری طرح باخبر ہونا بھی ضروری ہے۔ (الموقظۃ: ۸۲)

☆......شارح وفقیہ حدیث امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

جرح وتعدیل کے اسباب کا ماہر ہی اگر کسی کی پاکیزگی (تزکیہ) بیان کرے تو اس کا تزکیہ قبول کیا جائے گا نہ کہ کسی لاعلم کا۔ اس لئے کہ وہ بغیر کسی تجربے اور مہارت کے رائے دے گا جو درست نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح یہ بھی مناسب ہوگا کہ جرح وتعدیل صرف اسی کی قبول کی جائے جو عادل اور بیدار مغز ہو۔ جرح وتعدیل میں حد سے نکل جانے والے کی جرح ناقابل قبول ہوگی۔

یاد رکھئے! جرح وتعدیل تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور تاریخ وہی معتبر ہوتی ہے جو اسی دور کے ناقدین کی مروی ہو یا اس دور کے قریب ترین لوگ ہوں۔ بعد کے لوگ نقال اور تجزیہ نگار ہوتے ہیں اس لئے ان کا تجزیہ اگر سابق علماء کی جرح وتعدیل کے خلاف ہو تو وہ غیر معتبر ہے۔ مقدمہ ابن الصلاح اس موضوع پر بہت وقیع مواد رکھتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصطلح الحدیث کا آغاز

پہلی صدی ہجری کی برکات میں سے مصطلحات حدیثیہ کا علم بھی ہے۔ ہر حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں: سند اور متن۔ دونوں کو جب نقد کی بھٹی سے گزارا گیا تو تقریباً نوے علوم الحدیث وجود میں آئے جس کی ایک شاخ مصطلح الحدیث ہے۔ راوی اور روایت کا حال بیان کرنے کے لئے جو لفظ استعمال کیا گیا وہ مصطلح کہلائی۔ یاد رہے کہ مصطلح تدوین سنت کے ساتھ پختہ ہوتی رہی۔ جب ایک حدیث مختلف اسانید لئے منتشر ہوتی تو علم حدیث متحرک ہوتا اور انہیں چھانٹ کر جب الگ کرتا تو صحیح وغلط اور ضعیف وموضوع جیسی مصطلحات وجود میں آتی گئیں۔ جن علماء حدیث نے مختلف احوال روایت اور مراتب رواۃ کے تعین میں اپنے ہاں ان مصطلحات کا بھرپور استعمال کیا اور رواج دیا۔ اور حدیثی فیصلے دیے۔ ان میں اتباع تابعین کے نام بہت نمایاں ہیں۔

اس علم نے درایت اور روایت کو مساوی درجہ نہیں دیا۔ کیونکہ درایت کا تعلق رائے سے ہے اور روایت کا تحقیق سے۔ احناف کے ہاں بھی ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے۔ جیسے قہقہہ سے وضو کا ٹوٹ جانا۔ جبکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ وضو نہ ٹوٹے۔ اور محدثین کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے۔ وہ ایسی درایت کو صحیح روایت پر ترجیح نہیں دیتے۔ اہل سنت کا کوئی مسلک روایت اور درایت کو مساوی درجہ نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ مصطلحات حدیث کی معنوی گہرائی کو سمجھنا ایک غیر معمولی علم ہے۔

انسانی امکان میں جس قدر معتبر ذرائع ہو سکتے تھے محدثین نے انہیں استعمال کر لیا ہے۔ اس لئے ذخیرہ حدیث تاریخی ذخیروں سے زیادہ معتبر و مستند ہے۔ اور اپنی نظیر آپ ہے۔ اب اس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ نہ ہی اس میں شبہ ہے کہ صحاح ستہ وغیرہ انہی بزرگوں کی لکھی ہوئی ہیں اور نہ اس میں شبہ ہے کہ ہر حدیث کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ علم قریب قریب یقینی طور پر ہم تک پہنچ گیا ہے۔ اب اس پر کوئی جرح یا تنقید کرے تو وہ انسانی امکان سے بالاتر ہو کر کر سکتا ہے۔ اور وہ منصب وحی ہے اور وحی کا سلسلہ چونکہ بند ہے اس لئے جرح یا تنقید کا معاملہ بھی ختم ہے۔ ورنہ سند کے قوی ہونے کے بعد چھان بین کا مطلب یہی ہے کہ صاحب قرآن کے الفاظ پر جرح ہو جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اس لئے اہل سنت یہاں پہنچ کر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور آمنا وصدقنا کہتے ہوئے تعمیل حکم کے میدان میں اتر آتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاہب اور حدیث نبوی

☆......ان مذاہب کی بنیاد تقلید پر رکھی گئی ہے۔ جو ایک حد تک عامی کے لئے جواز فراہم کرتی ہے مگر جنہیں دین کی واقفیت ہے اور اس سے آگاہ ہیں ان کے لئے تمام ائمہ اربعہ کے یہ تاکیدی پیغامات ہیں کہ میری، ابوحنیفہ کی، مالک کی، شافعی کی یا احمد بن حنبل میں سے کسی کی تقلید ہرگز نہ کرنا بلکہ تم بھی وہیں سے دین لو جہاں سے انہوں نے لیا ہے۔ ہو یوں رہا ہے کہ تقلید کی تائید میں لکھے گئے مضامین و کتب میں جو زور لگایا گیا ہے وہاں دیگر ائمہ اور بالخصوص ائمہ حدیث پر بھی کیچڑ اچھالا گیا ہے۔ جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اہل علم کی آبرو اس سسٹم میں محفوظ نہیں۔ دوسری جانب چاروں ائمہ کو برحق کہنے کا دعوی تو ہے مگر انہی ائمہ کے بارے میں غلو اور ان کی توہین بھی بدستور جاری ہے۔ یہ نہ دین ہے اور نہ ہی قابل فخر شے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ان ائمہ کبار کو مساوی محبت دیں اور اس غلو اور توہین کے درمیان کوئی حد اعتدال قائم کر لیں تا کہ ائمہ کیا بلکہ صحابہ کرام وانبیاء سبھی کا احترام قائم رہے اور بغض کی یہ سب صورتیں معتدل ہو کر محبت میں بدل جائیں اور بے انصافی ختم ہو۔

☆......نئے مسائل دور صحابہ میں شروع ہو گئے جن کا حل انہوں نے کسی کی تقلید سے نہیں بلکہ کتاب وسنت میں ہی تلاش کیا۔ اور اس یقین کے ساتھ کیا کہ یہی مکمل دین ہے۔ اپنی فقاہت، استنباط اور فتاوی کی بنیاد بھی انہوں نے انہی پر رکھی۔ اسی کی دعوت دی اور اسی پر عمل کیا۔ کیا دین میں جمود وتقلید کی کوئی گنجائش ہے؟ کیا واقعی ائمہ کرام نے ایسا کرنے کا کہا؟

☆......التحریر از ابن الہمام کے اخیر میں یہ لکھا ہے: لیس الرجوع إلی النبی ﷺ والإجماع منه۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں۔ اور مجتہد کا قول فی نفسہ حجت شرعیہ نہیں جبکہ رب رحیم اور ہادی برحق ﷺ کا قول فی نفسہ حجت شرعیہ ہے۔ اس لئے اس کے مفہوم میں خیر کی بو نہیں آتی۔ مولانا رومی اس کی مذمت میں لکھتے ہیں:

آں مقلد ہست چوں طفل علیل　　　　گرچہ دارد بحث باریک ودلیل

اسی طرح شیخ سعدیؒ بھی فرماتے ہیں:

عبادت بتقلید گمراہی است　　　　خنک راہروے را کہ آگاہی است

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شاعر مشرق علامہ اقبال تو یہاں تک کہتے ہیں:

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

جب یہ دین مکمل ہے اور تا قیامت اسے باقی رکھنے کی ضمانت بھی اللہ تعالی نے دے دی ہے۔ نیز اس میں یا اس کے اصولوں میں کوئی کمی یا اس کی تفہیم میں کوئی کوتاہی رسول محترم سے بھی نہیں ہوئی ہے تو متأخر زمانہ میں مذاہب کا احیاء کیوں ہوا جن میں عقائد و اعمال میں انحراف، تعصب، غلو، تنگ نظری، نقص، دین کے نام پر اضافے اور کوتاہیاں عام نظر آتی ہیں۔ آخر کیوں؟ مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اس کی جو وجوہات بتائی ہیں وہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ کسی مکتب فکر میں اس قدر وسعت و لچک نہیں جس قدر وسعت و لچک کتاب و سنت کی نصوص (Texts) میں ہے۔ یہ تمام مکاتب فکر خاص حالات اور خاص ذہن کی پیداوار ہیں۔ اس لئے یہ ان ظروف و حالات اور انہی ذہنوں کے لئے سازگار ہو سکتے ہیں جن کے لئے یہ تخلیق ہوئی۔ پوری دنیا کے قانون بننے کی ان میں اہلیت ہے نہ ان کا مزاج اس وسعت کے لئے موزوں۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو ان مکاتب فکر میں اختلاف کی خلیج اس قدر وسیع نہ ہوتی جس قدر ہم دیکھ رہے ہیں۔

پوری دنیا کے حالات اور ظروف کے لئے جو چیز مفید ہو سکتی ہے وہ صرف کتاب و سنت کی نصوص ہیں۔ جو مکمل دین و ثابت نظریہ ہے اور وحی ہے اور رب کریم کا علم ساری کائنات کی ضروریات کا کفیل ہے۔ اس کے پیغمبر کا مزاج ہی ایسا ہے کہ وہ دنیا کی قانونی ذمہ داری کے فہم و ادراک کے لئے مناسب زبان استعمال کر سکے۔ اس لئے کتاب و سنت تو تمام مکاتب فکر کا مأخذ بن سکتے ہیں لیکن کتاب و سنت کو کھینچ تان کر ان مکاتب کے تابع کرنا نہایت نامناسب اور معیوب ہے۔ رسول محترم۔ فداہ ابی و امی۔ کو حنفی یا شافعی، مالکی یا حنبلی بنانا ذوق کی سلامتی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ خود ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ اجتہاد تو کتاب و سنت کو مأخذ سمجھ کر ان کی طرف رجوع فرماتے رہے اور یہی طریق عمل صحیح بھی تھا لیکن متأخر فقہاء نے تاویل کی راہوں کو اس طرح ہموار فرمایا کہ قرآن و سنت اور جناب رسالت مآب ﷺ ان مدارس فکر کے دست نگر و خوشہ چیں محسوس ہونے لگے۔ مثلاً:

رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کے تمام ذمہ دار افراد کو ملعون قرار دیا۔ لیکن بعض مکاتب فکر نے چونکہ طلاق ثلاثہ کے رجوع کے لئے حلالہ کو بطور حیلہ استعمال کرنے کا فیصلہ فرمایا تو حدیث لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ۔ (سنن ابی داؤد: ۲۰۷۶) کا مفہوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں بیان فرمایا: لَعَلَّهُ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ بِاللَّعْنَةِ الرَّحْمَةُ۔ (عینی علی الکنز: ۱۲۶) یعنی آپ ﷺ نے شاید لعنت سے رحمت مراد لی ہو۔ جس کا مطلب ہے کہ ائمہ حدیث اور خود رسول اللہ ﷺ جب تک احناف کے مروجہ مدارس سے استفادہ نہ فرمالیں کبھی نہیں فرما سکتے کہ لعنت سے مراد رحمت ہے۔ معاذ اللہ۔

...... یہ عجیب اتفاق ہے کہ چوتھی صدی کے قریب فقہی فروع میں تلفیق اور اتباع ہوی سے بچنے کے لئے اس دور کے عقلاء نے ائمہ اربعہ کی تقلید اختیار کر لی۔ اجتہاد کو بند کرنے کا فیصلہ کیا اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں جس قدر وسعت تھی تقلید شخصی و ذہنی جمود سے اسے روک دیا گیا لوگوں کو خوامخواہ مجبور کیا گیا کہ وہ چار ائمہ سے کسی نہ کسی کی تقلید ضرور کریں گو یہ شرعاً واجب نہیں مگر ضرورۃ اسے کالواجب سمجھنا چاہئے۔ مقلد بننے کے لئے اور دوسرے مذاہب سے استفادہ نہ کرنے کے لئے کتنی جہالت کی ضرورت ہے؟ کیا کوئی بتا سکتا ہے؟

مگر تھوڑی دور آگے بڑھ کر عقائد کے اختلاف میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی کی جگہ اشعری اور ماتریدی کو دے دی گئی۔ یہ حضرات عقائد میں الگ ائمہ قرار پائے، گویا فقہی فروع میں الگ امام، عقائد میں اور امام۔ پھر ذرا اس سے آگے بڑھ کر جب تصوف میں طبقاتی دور آیا، اسلامی زہد و ورع یا احسان میں جب بدعات شامل ہونے لگیں اور خانقاہی نظام نے پیشہ اور دکانداری کی صورت اختیار کر لی تو اس وقت کے دانش وروں نے چند امام یا فرقے انتخاب کر لئے۔ یعنی حنفی اور شافعی، مالکی اور حنبلی تصوف میں نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی وغیرہ ہو گئے۔ گویا تین مختلف محاذوں پر ائمہ کے متبعین نے اپنے امام بدل لئے۔ یوں سمجھئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے باقی رفقاء کی امامت فروع تک محدود ہو گئی وہ تصوف اور عقائد میں امام نہیں بن سکتے۔ ہمارے ملک میں احناف کی بریلوی قسم عموماً قادری ہیں حالانکہ شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ فروع میں حنبلی تھے۔ بہرحال ائمہ کرام کی طرف منسوب یہ سب مذاہب ﴿مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ کا پرتو ہیں اور غلو، ظاہریت، ذہنی جمود کی علامت۔ (مأخوذ از مجموعہ رسائل)

☆...... امام اعمش کے اس ضعیف قول پر بعض حضرات متبسم تو ہوئے: اَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ وَنَحْنُ صَيَادِلَةٌ۔ فقہاء! تم تو طبیب ہو اور ہم دوا فروش۔ مگر یہ نہ سوچا کہ طبابت بھی مریض کی صحیح تشخیص اور صحیح دوا کا نام ہے۔ جہاں مریض زیادہ ہوں اور تشخیص و دوا ہی درست نہ ہو وہاں طبابت پھر کس کام کی؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......کیا مرض کی تشخیص ناممکن ہے وہ طبیب ہی کیا جو مرض کی تشخیص نہ کر سکے!!!! اور کیا ایسے طبیب کا ملنا ناممکن ہے؟ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہمارے مذہبی حوادث ماحول کو ہر گز صحت عطا نہیں کر رہے اور باوجود دعوائے طبابت کے صحیح دوائی مریض کو نہیں دی جا رہی بلکہ بیماری طول پکڑ کر بگڑ رہی ہے۔ کیا ان سب کا بہتر علاج نسخہ کیمیا یعنی قرآن وسنت سے ممکن نہیں تھا؟ یہ سب مخلصانہ کوشش اگر تشخیص اور تلاش دوا میں صرف ہو جاتیں تو امت آج کے حالات کے مقابلہ میں صحت مند اور توانا ہوتی۔ مگر افسوس مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہی پیش آیا۔ یہی وہ جمود شکن دوا ہے جس کی تجویز محدثین نے دی تھی۔

☆......فقہ الحدیث یعنی فقاہت اور استنباط کا ملکہ وذوق اگر سنن اربعہ کے ائمہ میں یا تراجم صحیح بخاری میں نہیں تو پھر فقاہت یا ملکہ واستنباط کسے کہتے ہیں؟ کیا فرضی مسائل یا اپنے ذوق کے مطابق متن حدیث کو قبیح کہنا کہ یہ باتیں رسول محترم ﷺ کی فرمائی ہوئی نہیں؟ اسے فقاہت ودرایت کہتے ہیں؟ یا کسی اختیار کردہ اصول کے خلاف کوئی حدیث آئے تو حدیث کو ٹالنے کے لئے صحابی رسول کو مفتی تسلیم نہ کر کے اسے غیر فقیہ کہہ دیا جائے؟ یا احادیث کو آپس میں ٹکرانا اور قرآن شریف کے بالمقابل لا کھڑا کرنا اور ان میں اختلافات پیدا کر کے ان کی قدر گھٹانا اور پھر ان کی تردید کرنا درایت وتدبر ہے؟ کیا محدثین کرام نے فرضی مسائل وتراجم پیش کئے ہیں جو بلا نصوص اور بلا ضرورت مستنبط ہیں؟ یا یہ اصول فتوی واستنباط اور اجتہاد ہیں جو مفتی ومجتہد کے لئے ضروری ہیں؟ کیا اس فقاہت میں عاجزی نہیں کہ نصوص کے گرد رہا جائے اور خود رائی سے اجتناب کیا جائے؟ اعمال بھی پختہ رہیں۔ عقیدہ بھی سلامت رہے اور سلسلہ بھی کتاب وسنت سے جڑا رہے؟۔

☆......ان تنبیہات کا مقصد کسی کی تنقیص نہیں اور نہ ہی یہ مضر چیز ہے کیونکہ عہد صحابہ سے ہی علماء کے ہاں یہ تذکرے ہوتے چلے آئے ہیں۔ جیسے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مَا مِنَّا اِلَّا رَادٌّ وَمَرْدُوْدٌ عَلَیْهِ اِلَّا صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں کہ وہ رد کرنے والا نہ ہو یا اس پر رد نہ کیا گیا سوائے اس قبر والے کے۔ اسی طرح ان کا یہ فرمانا: مَا مِنَّا اِلَّا وَیُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَیُتْرَكُ۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں کہ جس کا قول نہ لیا گیا ہو اور ترک نہ کیا گیا ہو۔ یہی علماء حق کی سیرت وعادت تھی جو ایسی تنبیہات سے مملو ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام اوزاعی رحمہ اللہ کے دلائل کی تردید میں **الرد علی سیر الاوزاعی** جیسے عنوان سے کتاب لکھی۔ اسلاف کے طریقہ کار پر چلتے ہوئے جو بھی حق پیش کرے اسے قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ حق رجال سے نہیں پہچانا جاتا۔ بعض آثار میں یہ ہے: اَلْحَقُّ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ۔ حق مومن کی گم شدہ میراث ہے۔

☆......ائمہ اربعہ اور ان کے شاگرد ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے رہے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے اہل دین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے مخالف مذہب کی اقتداء سے روکا ہو۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ وہ یہ قطعی عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارا مخالف غلطی پر ہے۔ بلکہ سب دین میں اجتہاد کرنے والے تھے (جس میں غلطی کا امکان ہے)۔ جو ان کی مشروط اقتداء کرے وہ ہدایت والا ہے کیونکہ غیر مشروط اطاعت صرف رسول اللہ ﷺ ہی کے لئے ہے۔

☆...... ہو یہ رہا ہے کہ مذہب کی خدمت سے سرشار ذہن حدیث رسول اور اس کے علوم کو خاص اہمیت نہیں دیتا۔ ہر مقام ومحاذ پر مذہبی تحفظ اور اس کے ابلاغ کا احساس زندہ وجوان ہے خواہ اس راہ میں ایسے غیر اہم فتوی بھی دے دیے جائیں جو دوسرے کے پیچھے نماز کے عدم جواز کے ہوں اور ان کی اہمیت سخت الفاظ سے دوچند کر دی جائے۔ مگر حدیث رسول کی پروانہ ہو۔ یہ سخت گوئی متأخرین کا وطیرہ بنی جب کہ ائمہ کرام اس سے بری تھے۔

☆......اس میں بھی شبہ نہیں کہ ائمہ مجتہدین کا وضو، طہارت، اور نماز وغیرہ کے متعلق آپس میں بہت اختلاف ہے۔ اور اصول بھی قدرے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک ایک بات درست ہے تو دوسرا اسے غیر درست کہتا ہے۔ اگر ایک حرمت کا قائل ہے تو دوسرا حلت کا۔۔ خاص کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا دیگر ائمہ سے اختلاف زیادہ ہے۔ اور بہت سی باتوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد بھی ان کے خلاف ہیں۔ ان میں جب کوئی اپنے خیال کے مطابق وضو یا طہارت وغیرہ کرے تو ان فتاوی کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ مثلاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نکسیر پھوٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو کرنے کے بعد نکسیر پھوٹنے سے وضو قائم رہتا ہے۔ اس لئے بغیر نیا وضو کئے وہ اگر مصلے پر جا کھڑے ہوں اور نماز شروع کر دیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فوراً جماعت سے الگ ہو جائیں گے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق امام شافعی بلا وضو نماز پڑھا رہے ہیں۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دو قلہ (دو مٹکہ) پانی میں نجاست پڑ جائے تو جب تک رنگ وبو اور مزہ نہیں بدلتا وہ پلید نہیں ہوتا۔ مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پلید ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اگر اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھائیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام شافعی رحمہ اللہ کا وضو کیا ہونا تھا اس نجس پانی سے تو ان کا سارا جسم ہی پلید ہو گیا۔ اس حالت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے پیچھے کس طرح نماز پڑھ سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح پانی نہ ملے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کھجوروں کے شربت سے وضو ہو جاتا ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں ہوتا اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کھجوروں گے شربت سے وضو کر کے نماز پڑھائیں تو امام شافعی رحمہ اللہ ضرور علیحدہ ہو جائیں گے۔

اسی طرح کتا وغیرہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے خون کا قطرہ یا کوئی حصہ پانی میں مل جائے اور اس پانی سے وضو کر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نماز پڑھانا چاہیں یا اس کتے کے چمڑے سے ستر ڈھانک کر نماز پڑھانا چاہیں تو اس صورت میں امام شافعی رحمہ اللہ علیحدہ ہو جائیں گے۔

اسی طرح اگر پیٹ سے منہ کے راستہ خون آئے اور وہ جما ہوا نہ ہو تو امام محمد رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر منہ بھر کر نہ آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے ایسے موقع پر امام محمد رحمہ اللہ آجائیں تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی نماز ان کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر زخم سے خون نکل کر زخم کے منہ پر آجائے اور ادھر ادھر نہ بہے تو وضو نہیں ٹوٹتا مگر امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے (ردالمختار ۱/۱۰۰،۱۰۳) تو اس وقت امام محمد رحمہ اللہ کی نماز اپنے استاد کے پیچھے کیونکر ہو گی؟

ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ نوبت کہاں تک جا پہنچتی ہے۔ جس کا بہر حال خلاصہ یہی ہے کہ کوئی کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ یہ جماعت کا سلسلہ بھی فضول ہے۔ بلکہ مسجدوں میں آنا بھی فضول۔ گھروں میں اپنی اپنی نماز پڑھ لیں اور فارغ ہو جائیں۔ اور جب ایسا ہو تو مساجد کی کیا ضرورت خواہ مخواہ اللہ کا مال بے کار عمارتوں پر خرچ کیوں لگایا جائے۔ یہ ہے بعد کے مفتی حضرات کے دیئے گئے فتاوی یا مذہب کا نتیجہ۔ اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کے لئے ائمہ کرام کے طریقہ کار کو اپنایا جائے اور اسی کی روشنی میں دین کو سمجھا اور سمجھایا جائے۔ مثلاً:

امام مالک بن انس کی ساری فقاہت کا دارومدار حدیث اور عمل اہل مدینہ پر ہے۔ حدیث صحیح ان کی ترجیحات میں شامل تھی۔ ان کا یہ قول: كُلٌّ يُرَدُّ إِلَّا صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ ہر شخص کی بات رد کی جا سکتی ہے سوائے اس قبر والے کے۔ اس کی شہادت ہے۔ ان کے منہج کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَانَ مَالِكٌ مِنْ اَثْبَتِهِمْ فِيْ حَدِيْثِ الْمَدَنِيِّيْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَوْثَقِهِمْ اِسْنَادًا وَاَعْلَمِهِمْ بِقَضَايَا عُمَرَ وَاَقَاوِيْلَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ،وَعَائِشَةَ،وَاَصْحَابِهِمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ،وَبِهِ وَبِاَمْثَالِهِ قَامَ عِلْمُ الرِّوَايَةِ وَالْفَتْوٰى، فَلَمَّا وُسِّدَ اِلَيْهِ الْاَمْرُ حَدَّثَ،وَاَفْتٰى وَاَفَادَ وَاَجَادَ، وَعَلَيْهِ انْطَبَقَ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: يُوْشِكُ اَنْ يَّضْرِبَ النَّاسُ اَكْبَادَ الْاِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ، فَلَا يَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ۔عَلٰى مَا قَالَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ۔۔وَنَاهِيْكَ بِهِمَا۔۔فَجَمَعَ اَصْحَابُهُ رِوَايَاتِهِ وَمُخْتَارَاتِهِ،وَلَخَّصُوْهَا وَحَرَّرُوْهَا وَشَرَحُوْهَا وَخَرَّجُوْا عَلَيْهَا وَتَكَلَّمُوْا فِيْ اُصُوْلِهَا وَدَلَائِلِهَا، وَتَفَرَّقُوْا اِلَى الْمَغْرِبِ وَنَوَاحِيْ الْاَرْضِ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهِمْ كَثِيْرًا مِنْ خَلْقِهِ۔وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَعْرِفَ حَقِيْقَةَ مَا قُلْنَاهُ مِنْ اَصْلِ مَذْهَبِهِ فَانْظُرْ فِيْ كِتَابِ الْمُوَطَّا تَجِدْهُ كَمَا ذَكَرْنَا۔ امام مالکؒ مدنی احادیث نبویہ میں سبھی فقہاء اور محدثین میں انتہائی رسوخ رکھتے تھے۔سند کے اعتبار سے انتہائی ثقہ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے فیصلوں، اور ابن عمرؓ وعائشہؓ اور فقہاء سبعہ کے اقوال کے سب سے بڑے عالم تھے۔انکے ذریعے اور ان جیسے دیگر فقہاء کرام کے ذریعے علم روایت اور فتوی کو اہمیت ملی۔جب افتاء کا معاملہ ان کے سپرد ہوا تو انہوں نے حدیث بھی روایت کی،فتوی دیے جن میں بہت فوائد ہوئے اور شاندار ہوئے۔امام مالک پر ہی آپ ﷺ کا یہ ارشاد چسپاں ہوا کہ عنقریب لوگ اونٹوں کی سواریاں لے کر طلب علم کے لئے نکلیں گے مگر عالم مدینہ کے علاوہ کسی اور عالم کو نہ پائیں گے۔سفیان بن عیینہ اور عبدالرزاق رحمہما اللہ نے جس طرح یہ حدیث بیان کی ہے یہ وہی ہے۔ان دونوں کا نام ہی کافی ہے۔ان کے شاگردوں نے پھر ان کی روایات اور ان کی مختارات کو اکٹھا کیا۔ان کی تلخیص کی، انہیں تحریر کیا۔شرح لکھی اور ان پر پھر تخریج مسائل کی۔ان کے اصول بیان کیا اور دلائل لکھے۔پھر مغرب اور چاروں طرف وہ پھیل گئے۔اللہ تعالی نے ان کے ذریعے بہتوں کو فائدہ پہنچایا۔اگر تم امام محترم کے اصل مذہب کے بارے میں ہماری ان باتوں کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ان کی موطأ کتاب کو دیکھ لو جو ہم نے کہا ہے وہاں وہی کچھ پاؤ گے۔(حجۃ اللہ البالغۃ:۱/۲۵۰)

☆......امام محترم صحیح وضعیف اور موضوع حدیث کے فرق کو موطأ میں ملحوظ رکھتے ہیں۔عمل اہل مدینہ کے اصول میں بعض مقامات پر وہ مصیب اس لئے نظر آتے ہیں کہ مدینہ سے نکلی ہوئی دوسطری حدیث جب کوفہ وعراق سے پلٹتی تو وہ ایک گز کے برابر ہوتی تھی۔ان کے نزدیک یہ علاقے حدیث گھڑنے کے مقامات (ٹیکسال) تھے۔وہ کوفہ وعراق والوں کے عمل کی نسبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیا کرتے۔ وجہ یہی تھی کہ یہاں پر رسول اکرم ﷺ کا آخیر وقت تک قیام رہا، صحابہ وخلفاء راشدین کا مرکز بھی یہی رہا جہاں ان کی اولادیں پلی بڑھیں۔ اس لئے اپنے اسلاف سے سیکھا عمل آج بھی جاری ہے۔

امام ابوحنیفہ نعمانؒ بن ثابت (۸۰، ۱۵۰ھ) کے نزدیک حدیث نبوی۔ بشرطیکہ وہ صحیح ہو۔ شریعہ کا دوسرا اہم مصدر ہے۔ ان کا یہ قول فقہ کے ہر طالب علم کو ازبر ہے: إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ۔ جب حدیث صحیح ہو تو میرا مذہب بھی پھر وہی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

وَكَانَ أَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَلْزَمَهُمْ بِمَذْهَبِ إِبْرَاهِيْمَ وَأَقْرَانِهِ، لَا يُجَاوِزُ إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَكَانَ عَظِيْمُ الشَّأْنِ فِي التَّخْرِيْجِ عَلَى مَذْهَبِهِ دَقِيْقَ النَّظَرِ فِيْ وُجُوْهِ التَّخْرِيْجَاتِ مُقْبِلًا عَلَى الْفُرُوْعِ أَتَمَّ إِقْبَالٍ۔۔۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان فقہاء میں سب سے زیادہ امام ابراہیم اوران کے معاصرین کے مذہب کے پیروکار تھے۔ ذرہ برابر ادھرادھر نہیں ہوتے تھے الا ماشاء اللہ۔ امام ابراہیم کے مذہب کی تخریج میں وہ بڑی شان کے مالک تھے۔ بڑی باریک بینی سے تخریج کی وجوہات کو بڑی باریک بینی سے دیکھتے اور بہت احسن طریقے سے فروع کی طرف چلے آتے تھے۔ اگر ہماری اس بات کی حقیقت تمہیں معلوم کرنا ہو تو امام ابراہیم اوران کے معاصر فقہاء کے اقوال کا امام محمد بن الحسن کی کتاب الآثار، اور جامع (مصنف) عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ سے جمع کرلو اور ان کا موازنہ امام ابوحنیفہ کے مذہب سے کر کے دیکھ لو شاید چند مقامات کے علاوہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہوگا جس میں امام ابوحنیفہ اپنے شیخ امام ابراہیم سے دلائل میں الگ نظر آتے ہوں۔ ان چند مقامات میں بھی وہ فقہاء کوفہ کے مذہب سے ادھر ادھر نہیں جاتے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۲۵۲)

جب حنفی اور مالکی مذاہب کے اصول وفروع نشو ونما پا رہے تھے اسی دوران امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰، ۲۰۴ھ) پروان چڑھے۔ جنہوں نے دونوں مذاہب بغور پڑھا تو محسوس کیا کہ ان میں ترمیم وتوفیق ہو سکتی ہے۔ اپنی کتاب الأم میں لکھتے ہیں:

۱۔ میں نے ان دونوں مذاہب کے فقہی مسائل کو دیکھا کہ مرسل ومنقطع جیسی روایات بھی ان کا مصدر ہیں اور دونوں ضعیف مصدر ہیں۔ کیونکہ میں نے جب ایسی احادیث کی اسانید کو جمع کیا تو معلوم ہوا کہ بہت سی مرسل روایات ایسی ہیں جو بے اصل ہیں اور بہت سی مرسل ایسی بھی ہیں جو مسند روایت کے مخالف ہیں۔ تو میں نے طے کیا کہ مرسل روایت کو اس وقت تک فقہی استنباط ومسائل کا مصدر نہیں بنانا چاہئے جب تک اس میں چند ایک شروط نہ ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔دو مختلف احادیث میں کس طرح موافقت پیدا کی جائے کہ دونوں پر عمل کرنا سہل ہو؟ ایسے اصول نہ مالکی فقہاء کے پاس تھے اور نہ ہی حنفی اصول وفروع میں ایسا کچھ تھا۔ بلکہ مجتہد حضرات کے اجتہاد میں اچھا خاصا خلل واقع ہو رہا تھا۔ایسی مختلف احادیث کے اصول امام شافعیؒ نے لکھے اور ایک کتاب بھی جن میں مختلف احادیث کو جمع کرنے کے بعد ان میں موافقت کی اصولی راہیں دکھائیں۔ یہ اصول فقہ میں ان کی پہلی تصنیف تھی۔

۳۔امام محمدؒ بن الحسن سے ان کی ملاقات جب ہوئی تو اس وقت وہ اہل مدینہ کے اس اصول پر تنقید کر رہے تھے کہ انہوں نے کس طرح ایک شخص کی گواہی اور قسم پر فیصلہ کر دیا ہے؟ اور دلیل یہ دے رہے تھے کہ: یہ کتاب اللہ پر ایک اضافہ ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ نے ان سے عرض کی: کیا واقعی آپ کے پاس ثبوت ہیں کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر اضافہ جائز نہیں؟ انہوں نے فرمایا: بالکل۔ پھر عرض کی: تو آپ یہ کیوں نہیں کہتے: وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: اَلَا لَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ۔ سنو! وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ..﴾ اس طرح جب کچھ مزید دلائل امام شافعی رحمہ اللہ نے انہیں پیش کیے تو امام محمدؒ بن الحسن خاموش ہو گئے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ:۱/۲۵۲)

امام احمد بن حنبلؒ (۱۶۴،۲۴۱ھ) سنت رسول کے احیاء کے لئے ایک واضح اور مضبوط منہج اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ یہ مسلک اپنی تمام تر اصولی اور فروعی بحثوں کے باوصف صحیح حدیث کی تلاش وجستجو اور اس پر اُحسن عمل کی تڑپ ضرور پیدا کرتا ہے۔امام محترمؒ کے بارے میں کیا خوب کہا گیا:

عَنِ الدُّنْيَا مَا كَانَ أَصْبَرَهُ، وَبِالْمَاضِينَ مَا كَانَ أَشْبَهَهُ، أَتَتْهُ الْبِدَعُ فَنَفَاهَا، وَالدُّنْيَا فَأَبَاهَا۔ دنیا کے بارے میں وہ کتنے صابر تھے اور سلف صالحین سے کس قدر مشابہت رکھتے تھے۔ ان کے پاس بدعات چل کے آئیں مگر انہوں نے انہیں مٹا کر رکھ دیا۔ دنیا آئی تو اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

فتنہ خلق قرآن میں جس طرح اپنے موقف کو کتاب وسنت سے بیان کیا اس کی بنا پر معاصرین ان کی جہاں تعظیم کرتے وہاں وہ اپنے آپ کو اہل السنۃ بھی کہنے لگے۔اسی سخت موقف کی وجہ سے امام اہل السنہ لقب پایا۔ فرمایا کرتے:

مَعْرِفَةُ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهُ فِيهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حِفْظِهِ۔ حدیث کی پہچان کہ کیا وہ صحیح ہے یا سقیم، اور اسے سمجھنا یعنی مراد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول کی صحیح معرفت اور پھر اس حدیث سے اصولی اور فروعی مسائل کا استنباط کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اسے بغیر معرفت اور فقہ کے یاد کرلوں۔ (البیان لتفسیر آی القرآن: ۱/۱۲۵)

تبصرہ: اہل علم نے ان ائمہ کرام کے اصول وفروع کا منصفانہ جائزہ لیا تو یہ بات انہیں حق محسوس ہوئی کہ ﴿فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ ہر عالم کے اوپر ایک عالم ہوتا ہے۔ وہ عالم الکل نہیں تھے اور نہ ہی وہ فی الکل تھے بلکہ علم کے بہت سے پہلوان پر بھی مخفی تھے۔ مثلاً:

☆......امام مالک رحمہ اللہ کا یہ اصول انہیں بہت کمزور نظر آیا کہ عمل اہل مدینہ، صحیح حدیث کے مقابلے میں حجت ہے۔ کیونکہ مدنی عمل اگر مصریوں کا نہ ہو تو کیا وہ صحیح حدیث کو ترک کردیں؟ فقہاء مدینہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کتب فقہ حتی کہ موطأ میں بھی بہت نمایاں ہے نیز عمل اہل کوفہ یا عمل اہل مصر کیوں حجت نہ ہو اس لئے کہ صحابہ کرام اور ان کی اولادیں کوفہ میں بھی رہیں اور مصر میں بھی۔ اس لئے صحیح حدیث ہی ہر علاقے یا شہر کے عمل یا قول کے مقابلے میں حجت ہوگی۔

☆......احناف کے یہ اصول اور ضابطے بھی بہت کمزور لگے کہ عبادات میں ترجیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کو دی جائے گی اور ذوی الأرحام کے مسائل میں ترجیح امام محمدؒ کے اقوال کو اور قضاء، میراث، شہادت ووقف کے مسائل میں امام ابویوسف رحمہ اللہ کے اقوال کو ترجیح دی جائے گی۔ یہی حال خبر واحد کے اصول کا ہے کہ اسے قرآن کریم کے عموم اور ظواہر پر پیش کیا جائے اگر اس کے موافق ہوئی تو درست ورنہ اسے مخالف سمجھ کر، یا اضافہ سمجھ کر ترک کردیا جائے گا۔ یا پھر اسے مشہور قرار دے کر قبول کرلیا جائے گا۔ اسی طرح خبر واحد سے عقیدہ بھی اخذ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ظنی ہے اور ظن سے عقیدے جیسی یقینی شے نہیں لی جاسکتی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ فقہ حنفی صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مستنبط یا اجتہادی مسائل کا نام نہیں بلکہ یہ صاحبین، امام زفر بن زیاد رحمہم اللہ کی آراء کے مجموعے کو بھی کہتے ہیں۔ نیز مسئلہ تلفیق میں امام محترم تلفیق محمود کے قائل ہیں۔ جس کی رخصت کو نہ صرف ان کے شاگردوں نے آزادانہ استعمال کیا بلکہ متأخر فقہاء بھی اسے جائز سمجھ کر دیگر ائمہ کے اقوال کے مطابق فتوے بھی دیتے اور اپنے ائمہ کے اقوال پر ترجیح بھی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۲۵۱)

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل السنۃ اور اہل تشیع میں بنیادی فرق

☆......امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں ابان بن تغلب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

ابتداء میں شیعہ اسے کہا جاتا جو صحابہ رسول اور امہات المؤمنین کو رضی اللہ عنہم کہتا۔ اور جو صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلاثہ پر ترجیح دیتا۔ اور رافضی اسے کہا جاتا جو جھوٹ کو اپنا مسلک و ایمان سمجھتا اور صحابہ رسول پر تبرا کرتا اور سوائے چند صحابہ کے کسی کو مسلمان نہ سمجھتا جن میں اول نمبر پر سیدنا علیؓ کو رکھتا اور باقی خلفاء کو غاصب سمجھتا۔ یہی تقسیم غالباً آج بھی ہے۔

دوسری طرف اپنے لوگوں نے بھی ہر اس عالم وفقیہ کو شیعیت کا الزام دے دیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور خلفاء بنو امیہ و بنو عباس کا نام احترام سے لیتے یا ان کے پاس آیا جایا کرتے۔ جیسے امام زہری، امام شافعی، امام حاکم، امام نسائی رحمہم اللہ کے بارے میں افواہیں اڑائی گئیں۔ جب کہ یہ زعماء اہل السنہ تھے۔

☆......یوں تو شیعیت اپنے بے شمار مسالک رکھتی ہے۔ جن میں اسماعیلی، بوہری، نصیری، امامی وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔ مگر ان میں ایک چیز قدرے مشترک ہے کہ وہ اپنے اپنے امام معصوم کو۔۔ چاہے وہ غائب ہو یا حاضر۔۔ اپنی دینی ضرورت سمجھتے اور اپنی نجات وفلاح کے لئے اس کی اطاعت کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت صرف رسول محترم کو ہی معصوم ومرشد سمجھتے ہیں۔ اور اپنی فلاح ونجات کے لئے رسول محترم کی اطاعت واتباع کافی ہے۔ ان کے نزدیک قرآن اور رسول محترم کی سیرت ہی شریعت ہے یہی ان کی دینی ضرورت ہیں۔ کسی امام یا ولی کو معصوم، شریعت کا مصدر یا دینی ضرورت نہیں سمجھتے۔ چہ جائیکہ وہ امام غائب ہو۔ کیونکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ نیز جس امام غائب کا انتظار ہے اسے نہ کسی نے دیکھا، نہ اس سے کچھ سنا اور عصر حاضر تک کسی نے ان کی آواز تک نہیں سنی۔ نہ کوئی کام کیا اور نہ ہی اس کی زبان سے ایک لفظ صادر ہوا۔ مگر شیعہ حضرات کا یہ دعوی ہے کہ ائمہ معصومین کی اطاعت کے بغیر امت کی نجات وفلاح ممکن نہیں بلکہ امت قاصر رہے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......امامی مذہب بارہ اماموں کی طرف نسبت سے امامیہ کہلاتا ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی وفات کے بعد اللہ تعالی نے امامت کا سلسلہ جاری کیا اور معصوم اولیاء مقرر کئے تا کہ لوگ سہو وخطا سے مامون رہیں اور یہ عالم ارضی لطف وعنایت ربانی سے خالی نہ رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ ﷺ رسالت کی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے اور اس امر کی تصریح کر دی کہ آپ ﷺ کے بعد:

۱۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے پھر حسب ذیل خلفاء علی الترتیب ظہور پذیر ہوں گے: ۲۔حسن بن علی

۳۔حسین بن علی ۴۔علی بن حسین ۵۔محمد (باقر) ۶۔جعفر (صادق) ۷۔موسیٰ بن جعفر

۸۔علی بن موسیٰ ۹۔محمد بن علی جواد ۱۰۔علی بن محمد ہادی ۱۱۔حسن بن علی عسکری ۱۲۔محمد بن حسن

جبکہ اہل سنت اس کے قائل نہیں کہ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور معصوم ہو اور آپ ﷺ نے بارہ ائمہ کی وصیت کی ہو بلکہ بلا وصیت آپ ﷺ فوت ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ کے بعد بقول اہل سنت، سیدنا ابو بکر صدیق خلیفہ اول ہوئے کیونکہ سیدنا عمر اور چار دیگر صحابہ ابو عبیدہ، سالم مولی ابی حذیفہ، اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد رضی اللہ عنہم نے آپؓ کی بیعت کر لی تھی۔ پھر سیدنا ابو بکر نے سیدنا عمرؓ کو خلیفہ ثانی مقرر کیا پھر فاروق اعظمؓ نے چھ اشخاص کو خلافت کے لئے منتخب کیا ان میں بعض نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے چن لیا۔ان کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ کی بیعت کی اور وہ خلیفہ قرار پائے۔اس کے بعد اہل سنت کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض سیدنا حسنؓ کی خلافت کے قائل ہیں اور بعض سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔اہل سنت کے نزدیک عباسی خلیفہ سفاح کے ظہور تک خلافت بنو امیہ ہی رہی۔(المنتقی من منہاج السنۃ از امام الذہبی: ۴۹)

☆......اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ امام حسن عسکری رحمہ اللہ لاولد فوت ہوئے اور ان کے بھائی جعفر نے ان کا ورثہ بھی اس وجہ سے تقسیم کیا کہ آپ لاولد ہیں مزید ان کی بیویوں اور لونڈیوں کو بھی عدت وفات اور استبراء رحم تک روکے رکھا تا آنکہ جعفر اور بنو طالب کے نقباء پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ امام حسن عسکری بے اولاد تھے۔مورخین میں ابن جریر طبری اور عبد الباقی بن قانع رحمہما اللہ نے اور دیگر نسب دانوں نے یہ بات صراحت سے لکھی ہے حسن بن علی عسکری کے ہاں سرے سے کوئی اولاد ہی نہ تھی۔ بلکہ خلیفہ المقتدر عباسی کے عہد میں سنہ ۲۰۲ھ میں ایسے مدعی کو بنو ہاشم کے مشائخ کے سامنے پیش کیا گیا جنہوں نے انکار کیا کہ حسن کی کوئی اولاد تھی۔مگر اہل تشیع مصر ہیں کہ امام حسن عسکری کا ایک لڑکا جس کی عمر دو، تین یا پانچ سال تھی جو بارہ صدی قبل اپنے گھر کے تہ خانہ میں چھپ گیا تھا اس لئے تاحال وہیں روپوش ہے اور زندہ ہے اور مسلمانوں کا شرعی حاکم بھی۔وہ ابھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک ان کے منتظر ہیں کہ وہ سامرہ کے تہ خانہ سے نکلے گا اس لئے مسئلہ امامت ان کے ہاں ام المطالب میں سے ہے۔ جبکہ:

☆......تصور امامت کا ذکر نہ ارکان اسلام میں ہے اور نہ ہی قرآن کریم میں۔ نہ ہی مومن کا یہ عقیدہ ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ..﴾ مومن ہیں ہی وہی جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ (الأنفال:۲)

اسی طرح یہ فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر انہیں کوئی شک نہیں رہتا اور وہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یہ ہی سچے لوگ ہیں۔ (الحجرات:۱۵)

اسی طرح:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ.... هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو قبلہ کی طرف پھیر لو۔۔۔ یہی متقی لوگ ہیں۔ (البقرۃ:۱۷۷)

......اسی طرح ان کا قول ہے کہ حب علی ایک ایسی نیکی ہے جس کی موجودگی میں بدی سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اگر حب علیؓ کے ہوتے ہوئے گناہوں سے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا تو پھر امام معصوم کی کیا ضرورت؟

......شیعہ حضرات امام منتظر پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جیسے اہل بدعت سیدنا الیاس، سیدنا خضر اور غوث وقطب اور ابدال پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ نہ ان کے وجود کا کچھ پتہ ہے اور نہ ہی ان کے اوامر ونواہی کا۔ کسی عالم نے ان پر ایمان لانا ضروری قرار نہیں دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں ان کی تصدیق کا شمہ برابر نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ دین الہ واحد کا داعی ہے جو مالک کل، خالق کل، قادر کل اور صاحب اختیارات ہے اگر یہ اختیار قطب، غوث وابدال وغیرہ میں مان لیا جائے کہ وہ ہدایت ونصرت اور رزق دینے پر مامور ہیں اور اہل زمین کی امداد کرتے ہیں اور یہ چیزیں ان کے توسط کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوتیں تو پھر اسلام کی بنیاد۔۔توحید۔۔ڈھے جاتی ہے۔ اور یہ ایسی گمراہی ہے جو نصاری سے ملتی جلتی ہے۔

☆......حدیث نبوی کے بارے میں اہل سنت کہتے ہیں کہ کتاب الہی کے ہمراہ احادیث نبویہ بھی شریعت اسلامیہ کا مدار ومعیار ہیں۔ یہ احادیث صحابہ رسول کے ذریعہ ہم تک پہنچیں جن کی عدالت وصداقت کی گواہی اللہ تعالی نے دی۔ علماء حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کی سیرت وکردار کو اور عمل واستفتاء کی صورت میں ان کی فنی مہارت کو خوب اجاگر کیا ہے۔ خود محدثین روایت حدیث میں بہت محتاط رہے۔ نیز تقوی وثقاہت میں بھی وہ یگانہ روزگار رہے۔ انہوں نے روایت حدیث میں سہل پسندی وسہل انگاری کو ناپسند کرتے ہوئے راوی کو ساقط الاعتبار قرار دیا۔ جو حافظ وضابط راوی تھا اس کی روایات سر آنکھوں پہ رکھیں مگر کبیر سنی میں نسیان کا شکار ہونے پر اس کی بعد کی روایات کو ناقابل اعتبار سمجھا۔

مگر اہل تشیع کے ہاں عدالت وثقاہت اور امانت کا معیار یہ ہے کہ راوی کس حد تک شیعہ مذہب کا حامی، اہل بیت کا محب اور ان کے اعداء سے کہاں تک بغض وعداوت رکھتا ہے۔

☆......ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دین کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ اسے ایسے بدلتے مسالک اور سلاسل کا محتاج قرار دیا جائے۔ کیونکہ یہ وحی پر مبنی ہے مسالک وسلاسل پر نہیں۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ان ائمہ کرام کی دینی محنت کا یہ صلہ نہیں جو انہیں دیا جارہا ہے بلکہ یہ غلو ہے۔ وہ اس سے کہیں بالا تھے کہ ان کے نام سے متاخرین مذہب ایجاد کرلیں۔ بلکہ انہیں اگر اس کی بھنک پڑتی تو شاید وہ اجتہاد واستنباط یا اپنی فقہی رائے دینے سے بھی باز رہتے۔ شخصیات کے بارے میں غلو کا شکار ہونا تو اہل کتاب کا وطیرہ رہا ہے۔ اس سے حتی الامکان بچا جائے۔ اور دین متین کی نظیف صورت ومنہج کو اسی طرح صاف ستھرا رکھا جائے جیسے اس کا تقاضا ہے۔ الحمدللہ! یہ صورت اب بھی باقی ہے ورنہ ہماری تفریق کا سبب اس کے علاوہ اور کیا ہے؟

☆☆☆☆☆

آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْراً، وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْداً وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ۔ اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ (یعنی ان میں نوافل پڑھا کرو)، میری قبر کو جشن اجتماع نہ بناؤ، مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچا دیا جاتا ہے جہاں کہیں تم ہو (یعنی قبر کے نزدیک ہو یا دور)

اس درود کو پہنچانے کی تفصیل یہ حدیث:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ۔ اللہ تعالی نے روئے زمین پر سیاح فرشتے مقرر کئے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا صحیح حدیث خلاف عقل ہو سکتی ہے؟

یہ سوال بھی اعتزال زدہ ہے یا پھر تقلیدی ذہن کا شاہکار۔ صحیح حدیث ہو اور خلاف عقل ہو، دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ ہمارا بھی یہ سوال ہے: کس کی عقل کے خلاف؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحیح حدیث ہو اور خلاف عقل ہو؟ صحیح حدیث کی پانچ شروط میں ایک شرط بھی خلاف عقل نہیں۔ پھر یہاں عقل کا دخل نہیں بلکہ تحقیق کا ہے۔ اسی طرح جو راوی یا متن حدیث بیانی کے وقت ضعیف تھا تو وہ روایت بھی ضعیف ہوگی۔ الا یہ کہ کوئی دوسری صحیح حدیث اس کی تائید کردے۔ یہ بھی تحقیقی عمل ہے نہ کہ عقلی۔ حدیث میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جسے ضعیف یا صحیح یا خلاف عقل قرار دیا جائے جو حدیث ضعیف ہوگی وہ یقینا خلاف عقل ہوگی اور جو صحیح ہوگی وہ یقینا مطابق عقل ہوگی۔

لادینی نفسیات نے دین اسلام کے ہر اہم شعبے میں شکوک وشبہات اور گمراہی کے بیج بوئے ہیں۔ یونانی علوم نے تصورات اور تصدیقات میں عقل کو ہی خدا مانا مگر جب کوئی شے ان تصوراتی اصولوں کے خلاف ہوئی تو اسے رد کر دیا۔ ان علوم کو اسلامائز کرنے کی کوشش میں ایمان اور عمل صالح کا مفہوم بھی بدل گیا اور ایمان بے قدر ہو گیا۔ شیطان بھی اللہ تعالی کے حکم کے مقابلے میں اپنی عقل کو بہتر سمجھ بیٹھا اور کہا کہ میں سجدہ اس لئے نہیں کرتا: ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔ مراد اس کی یہ تھی کہ آگ مٹی سے بہتر ہوتی ہے اس لئے بہتر اپنے سے کہتر کو کس طرح سجدہ کرے؟ کیا اس کی یہ بات صحیح نہیں؟ اور کیا عقل کے خلاف ہے؟ مگر وہ راندہ درگاہ صرف اس لئے ہوا کہ اس نے اللہ کے حکم کے خلاف اپنی عقل کا استعمال کیا۔ جو اسے ملعون بنا گیا۔ یہ اس کی فلاسفی تھی جس پر چل کر بہت سے قائدین، دانشور اور خطباء وشعراء نے اللہ اور اس کے رسول سے اختلاف کیا۔ جن کی گفتگو میں سوائے تعصب کے کوئی Logic نظر نہ آیا مگر بہت سے لوگ ان کی سنتے اور مانتے تھے۔ قرآن کریم سے بھی عقلی اختلاف کرنے والے بہت تھے۔

عقل کے بارے میں فیصلہ:

ہم انسانوں کی عقل ایک جیسی نہیں اور نہ ہی علماء، صلحاء، فقہاء، مفسر، محدث، سیاست دان، صاحب قلم، سائنس دان، پروفیسر، افسر، فوجی اور ملازم کی عقلیں ایک جیسی ہیں۔ پھر آخر کون ہو جس کی عقل معیار بن جائے اور سبھی اس پر متفق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں؟ تاریخ انسانی میں کوئی ایسا فرد یا قوم نہیں آئی جس کی عقل و دانش سے لوگوں نے اتفاق کیا ہو۔ اس لئے بات یہیں آ ختم ہوتی ہے کہ انسانی عقل کو ناقص سمجھ کر اس کے خالق کا ہی کہا مان لی جائے جو وحی ہے اور جسے وہ اپنے رسول پر نازل فرماتا ہے جس پر ایمان لانے سے بندہ مومن بن جاتا ہے ورنہ کافر۔

☆...... یہ کہنا تو بہت بھلا لگتا ہے کہ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچی ہیں جن سے اگر کوئی چیز حد سے ثابت ہوسکتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ علم یقین۔ یا کیا ضرور ہے کہ جس کو محدثین نے ثقہ قرار دیا ہو وہ بالیقین ثقہ اور تمام روایتوں میں ثقہ ہو اور جس کو انہوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو وہ بالیقین غیر ثقہ ہو اور اس کی تمام روایتیں پایہ اعتبار سے ساقط ہوں۔ یا راوی تعداد میں خواہ کتنے ہی ہوں آخر تھے تو انسان۔ یہ ہے قلم کی وہ جنبش جس سے سارے سرمایہ حدیث کو مشکوک بنا گیا ہے اور جس کی بنیادی وجہ فقہاء اور محدثین کی ظن سے متعلق ایک معمولی سی اصطلاح کو نہ سمجھنے کی ہے کہ ثقہ غیر ثقہ ہوسکتا ہے اور صحیح حدیث غیر صحیح وغیرہ۔ مگر قلم دان والے یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کی خدائی میں کیا نہیں ہوسکتا۔ کیا آپ ﷺ کی مثل یا آپ ﷺ کی اتباع سے نیا نبی اب کھڑا نہیں ہوسکتا؟ کیا خدا اب قادر نہیں رہا؟ سوال تو ہونے سے ہے نہ ہوسکنے سے؟

اس میں کوئی شک نہیں ثقہ، غیر ثقہ ہوسکتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہے بھی کہ نہیں؟ محدثین نے تو اپنی تحقیقات سے ثابت کر دیا کہ یہ ثقہ ہے اب آپ اپنی تحقیقات کا نیا دفتر کھولیں جس سے اس کے غیر ثقہ ہونے کا علم ہو جائے۔ اور الحمد للہ تحقیق کے تمام معتبر ذرائع جو انسان کے امکان میں ہوسکتے تھے وہ محدثین نے استعمال کر لئے ہیں تو اب آپ کے ہاتھ میں امکان بھی نہیں رہا۔

باقی یہ کہنا: **یہ بھی ہوسکتا ہے** تو اس کے کیا خیالات سوجھیں گے۔ وہ یہ کہ ہوسکتا ہے ایک بیڑہ سمندر میں جا رہا ہو پھر ہوسکتا ہے طوفان کے تھپیڑوں میں آ کر وہ پھٹ گیا ہو۔ پھر ہوسکتا ہے ایک تختہ پر بیگانے دو مرد دو عورت رہ گئے ہوں پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی جزیرے میں اترے ہوں اور پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پیٹ کی فکر کی بجائے دوسری خواہش غالب آ گئی ہو نتیجہ ظاہر ہے کہ متعہ جائز ہے۔

خلاصہ یہی ہے کہ محدثین وفقہاء کے لفظ **ظن** کو اپنی روزمرہ کی بول چال کا ظن سمجھ کر یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا گیا کہ حدیث کی کوئی چیز بھی صحیح راہ پر قائم نہیں۔ بلکہ سارا معاملہ ہی مشکوک ہے۔ کوئی کسی کو الزام دے کہ مجھے تمہارے صحیح النسب ہونے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شک ہے اور ہوسکتا ہے کہ رٹ لگائے۔ بتایئے! اس کا کیا حال ہوگا۔ حدیث کے معاملے میں ہمارا حال بھی یہی ہے۔

یہ بھی یاد رکھیے! جس حدیث کی نسبت رسول اکرم ﷺ تک پایہ ثبوت کو پہنچ جائے وہ کبھی بھی خلاف عقل یا خلاف قرآن نہیں ہوسکتی۔ اولاً: وہ حدیث وحی ہے جو اللہ تعالی نے آپ ﷺ سے فرمایا آپ نے اسے کہا اور کیا اور من وعن امت تک اسے پہنچایا۔ وہ اللہ جو ہماری اور آپ ﷺ کی عقل کا خالق ہے کیا اس کی باتیں خلاف عقل ہوں گی؟ ان ایمانیات کو۔۔ جو قرآن کریم اور رسول محترم ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچے عقل سلیم مانتی ہے اور اپنے آپ کو ان کے فہم کامل کے مقابلے میں بہر صورت ناقص سمجھتی ہے۔ مگر جو عقل۔۔۔ ایمانیات کو اپنی میزان پر رکھے وہ غیر سلیم ہی ہوگی۔ اس لئے وہ احادیث جن کا تعلق ایمانیات اور غیب سے ہے اور ثابت شدہ ہیں وہ بھی اسی طرح قابل عمل و قابل ثبوت ہیں جس طرح قرآن کریم میں مذکور ایمانیات وغیوب قابل عمل اور قابل ثبوت ہیں۔ بتایئے! ایسی عقل کا کیا کیا جائے جو قرآن وسنت میں واضح مسائل ہونے کے باوجود یہ کہے:۔

......قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ شراب حرام ہے؟ سود کھانا حرام ہے سود دینا تو حرام نہیں؟

......ریشم اور سونا پہننا مردوں کے لیے حرام نہیں۔ ہاں اگر تکبر یا بڑائی کا خیال آجائے تو حرام ہوں گے۔

......زنا بالرضا قابل حد نہیں۔ حدود کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔۔

......ناچ گانا اور ڈھول ڈھمکا بھی حرام نہیں یہ تو ایک آرٹ اور ثقافت ہے۔ صرف اس وقت حرام ہے جب اس کے ساتھ شراب کی محفل سجے اور بدکاری کا ارتکاب ہو۔۔

......اسلام میں پردہ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی خاص حکم ہے۔ یہ تو اس زمانے کا کلچر تھا۔۔

......ہم ثقافت کے اعتبار سے آزاد ہیں۔ آپ ﷺ کا عرب کلچر ہمارے لئے قابل عمل نہیں۔۔ وغیرہ۔

یہ حال ہے ایسے مدبرین کا جنہیں تنہائی میں یہی کچھ سوجھتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ غور وفکر کے چشمے اُمڈ رہے ہیں اور خیالات کی اڑان ہے جبکہ حقیقت یہ ہے ایسے لوگ دین کی نصوص اور ان کی صحیح تعبیرات سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ کچھ بھی ان کی اڑان وحی الٰہی کے مقابلے میں بہت ہی نیچی ہے۔ یہ طفل مکتب والی باتیں ہیں جو اپنے زاویے میں بیٹھا، استاذ کی ضرورت سے بے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیاز از خود ہی استاذ بنا ہوا ہے۔ جو گرتا پڑتا اور سنبھلتا ہے مگر اس کی انگلی استاذ نہیں پکڑتا۔ اس لئے کہ کوئی ہو تو پکڑے۔

......امام بخاریؒ رحمہ اللہ پر تنقید بھی بے جا ہے۔ اور عقل و تحقیق سے کوری۔ دوسروں کو ہم اگر انسان سمجھتے ہیں تو خود کیا ہیں؟ فرشتہ ہیں یا مقام نبوت تک ہماری رسائی ہو چکی؟ پھر کسی کا ہو سکنا محدثین کے ہونے کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ محققانہ سوچ کا حامل فرد کبھی بھی اپنی فکر کو دوسروں پر مسلط کرنے کی تمنا نہیں کر سکتا۔ اسے صداقت کی طلب ہوتی ہے جس کی یافت میں وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو ڈبو دیتا ہے۔ معجزات پر اگر یقین نہ ہو تو اس میں بخاریؒ مرحوم کا کیا قصور؟ الفاظ کی جو تعبیر دل میں سوجھے کر لیجئے۔ اگر عربی قواعد سے گریز کر کے اسے ہی اپنانا ہے تو اس میں عربی زبان کا کیا بگڑتا ہے؟ اس لئے بخاری و مسلم کا قصور یہی ہے کہ انہوں نے سند و متن کی تحقیق کیوں کی؟ یہی تو ان کا سرمایہ فخر ہے جسے انہوں نے صدیوں کی تحقیق سے کشید کیا ہے۔ آخر ہمارا دین بھی تو عقل و نقل دونوں پر مبنی ہے۔ کیا رسول وقت کو عقل سے معلوم نہیں کیا جاتا اور بعد میں وہ جو کچھ کہے اسے ماننا نہیں پڑتا؟۔ شرک، عیسائیت اور یہودیت کی تردید عقل و نقل دونوں سے کی گئی ہے۔ اور عقلی لوگوں کی تردید بھی اکثر نقلی دلائل یعنی قرآن و سنت سے کی جاتی ہے۔

.....ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں لفظ ثلاث کَذِباتٍ حدیث میں آنے پر چیں بچیں ہونے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اگر یہ مان لیا جاتا کہ بعض مقامات پر ہماری اپنی شریعت مطہرہ بھی ایسے کذب کی اجازت دیتی ہے۔ سوچئے! بظاہر یہ جھوٹ نہیں کہ تم اس ظالم بادشاہ کو یہی بتانا کہ یہ آدمی میرا بھائی ہے؟ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ دینی اعتبار سے دونوں اس وقت صرف اللہ واحد کا نام لینے والے اسلامی اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے تھے؟ کیا توحید سمجھانے کے لئے حیلہ کرنا قرآن کریم سے ثابت نہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر فرمایا: یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے۔ مراد وہ خود کو لے رہے تھے کیوں کہ اس وقت وہ اپنی امت کے بڑے رسول تھے۔ بعینہ ان کا ستاروں کو دیکھ کر یہ فرمانا: بیمار ہوں۔ اکیا یہ جھوٹ نہیں؟ مگر حقیقت میں وہ قوم کی اس خستہ حالی اور شرک میں غرقابی کی وجہ سے افسردہ دل تھے۔ یوسف علیہ السلام نے غلہ کی بوریوں میں شاہی پیمانہ رکھ کر بھائیوں کو چور کہلوایا۔ جس کے متعلق اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿كذلك كدنا ليوسف﴾ یہ حیلہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو سکھایا۔ کیا سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو آپ ﷺ نے ٹوکا کہ تم نے یہ جملہ کہہ کر دوسروں کو دھوکا دیا: هذا الرجل يهديني السبيل۔ یہ وہ شخص ہے جو مجھے راہ دکھاتا ہے۔ اس لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور رسول محترم کی بات کو سچ مانتے ہیں اور بخاری محترم کی علمی و تحقیقی پختگی پر شواہد کی بنیاد پر یقین رکھتے ہیں اور ایسی بے سروپا لفظی کو وقعت نہیں دینا چاہتے کہ بخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسلم کے بارے میں بعض لوگ غلو کا شکار ہیں۔ جبکہ حدیث مانی جارہی ہے بخاری ازم کو نہیں۔ بتائیے! اس کا کیا کیا جائے کہ ان تین جھوٹ میں دو کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے۔ اگر یہ جھوٹ نہیں تو جو مراد قرآن مجید کے ان دونوں مقامات میں ہے وہی ہمیں یہاں لینی چاہئے۔

.....سلیمان علیہ السلام کے اس قول پر بھی پریشانی بے جا ہے کہ میں آج رات اپنی سو بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ جن سے اللہ مجھے سو مجاہد بچے عطا کرے گا مگر ان شاء اللہ نہ کہا۔ نتیجتاً کوئی بچہ نہ ہوا سوائے ایک کے اور وہ بھی ہوا تو ناقص۔ اب اس پر جو لفظی تہہ چڑھائی گئی یا بال کی کھال اتاری گئی وہ اس سوچ کی غماز ہے کہ ہم حدیث کے مقابلے میں اپنی عقل کو کیا سمجھتے ہیں۔ جب کہ نبی ﷺ کا مقصد مسلمان کو یہ توجہ دلانا تھا کہ جس عمل کو تم نے اپنے اعتماد پر کیا اور رب کو شامل نہ کیا تو ایسا عمل بے نتیجہ ہوا کرتا ہے خواہ وہ کسی نبی محترم کا بھی کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو بھی اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

.....امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یا ان کی التاریخ الکبیر میں عمرو بن میمون اَودی کا یہ قول (رَاَیْتُ قِرَدَةً فِی الْجَاهِلِیَّةِ اجْتَمَعَ عَلَیْهَا قُرُوْدٌ فَرَجَمُوْهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ۔) کہ میں نے ایام جاہلیت میں ایک بندریا کو دیکھا جسے بہت سے بندر رجم کر رہے تھے میں نے ان کے ساتھ اسے رجم کیا۔ بھی بعض لوگوں کو بہت تکلیف دہ لگا۔ کہ شریعت انسانوں کے لئے اتری اور جانوروں کے لئے سزائیں مقرر کی جارہی ہیں؟ بھئی آپ کو کس نے کہا کہ یہ ایک حدیث ہے یہ تو کسی کا قول ہے جو جناب امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے اور یہ باب لکھ کر نقل کیا ہے: باب ایام الجاهلیة. جاہلیت کے دن۔ یعنی جاہلیت کی یہ باتیں بھی تھیں۔ پھر اس سے کوئی مسئلہ بھی مستنبط نہیں کیا۔ پڑھ لیجئے امام ابن العربیؒ کی تفسیر **الجامع احکام القرآن** میں وَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ کی تفسیر۔ نیز ایسے انہوں نے واقعات کیا آج کی دنیا میں وقوع پذیر نہیں ہورہے۔

☆☆☆☆☆

منکر حدیث، محسوسات اور مرئی حقیقتوں سے محبت تو کر لیتا ہے مگر غیر مرئی اللہ سے محبت کا انکار کرتا ہے۔

اللہ تعالی کو وحی نازل کرنے والا اور رسول اللہ کو وحی قبول کرنے والی شخصیت۔ یہ نہیں مانتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث عرض

انکار حدیث کا ایک بڑا سہارا یہ موضوع حدیث بھی ہے جس نے بڑے بڑے خیر خواہوں کے پائے ثبات کو بھی لغزش دے دی۔ ابن عبدالبر نے (جامع بیان العلم: ۳۳/۲) میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

اِذَا جَاءَ کُمْ عَنِّیْ حَدِیْثٌ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ فَمَا وَافَقَ فَخُذُوْہُ وَمَا خَالَفَ فَاتْرُکُوْہُ۔ جب تمہارے پاس میری کوئی حدیث پہنچے تو اسے قرآن پر پیش کیا کرو۔ جو اس کے مطابق ہو اسے قبول کرلو اور جو مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔

ائمہ حدیث کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے۔ جسے زنادقہ نے گھڑا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث روایت سند اور متن دونوں اعتبار سے گئی گذری ہے۔ نیز عقلاً و شرعاً ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ ﷺ کوئی ارشاد فرمائیں اور وہ قرآن کریم کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ باقی بات یہیں آ ختم ہوتی ہے کہ ہر اُس حدیث کو قرآن کریم پر ضرور پیش کیا جائے جو مقاصد دین کے خلاف ہو یا کسی شخصی رائے و عقل کا پیغام دیتی ہو۔ اس لئے کہ ایسی احادیث میں دین سے بغاوت اور مختلف نظریات و عقائد کی دعوت چھلکتی ہے۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ **الاصول لِلْبَزْدَوِی** میں کسی بھی حدیث کے صحیح ہونے کا یہ قاعدہ بتایا گیا ہے:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَکْثُرُ لَکُمُ الْاَحَادِیْثُ مِنْ بَعْدِیْ فَاِذَا رُوِیَ لَکُمْ عَنِّیْ حَدِیْثٌ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی، فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاقْبَلُوْہُ وَمَا خَالَفَہُ فَرُدُّوْہُ۔ اصول للبزدوی۔ تمہارے سامنے میرے بعد بکثرت احادیث روایت کی جائیں گی تو انہیں کتاب اللہ پر پیش کرنا جو اس کے موافق ہو اسے لے لینا اور جو مخالف ہو اسے ترک کر دینا۔

اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ علامہ عبدالعزیز اپنی شرح میں لکھتے ہیں:

محدثین نے اس حدیث پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث یزید بن ربیعہ نے ابوالأشعث سے اور انہوں نے ثوبان سے روایت کی ہے اور یزید مجہول ہیں۔ ان کا سماع ابوالاشعث عن ابی الاسماء الرحبی عن ثوبان ثابت ہی نہیں پھر یہ حدیث منقطع بھی ہے اس سے احتجاج صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ یحیٰی بن معین سے بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اس حدیث کو زنادقہ نے گھڑا ہے۔ یحیٰی رحمہ اللہ خود اس امت کے علم حدیث میں ایک علم شمار ہوتے ہیں اور راویوں کا تزکیہ دیتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ کہتے ہیں یہ حدیث مخالف کتاب اللہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: مَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَانْتَهُوْا جو تمہیں رسول دے وہ لےلو اور جس سے روکے اس سے باز رہو۔لہٰذا اس حدیث سے احتجاج ساقط ہوگا جیسا کہ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے۔علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں: **ان تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ**: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری نے اس **حدیث کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے** جو خود اس فن میں کامل مہارت رکھتے تھے اور اسی میدان کے امام تھے۔ان کی کتاب میں اس حدیث کا آ جانا ہی جواب کے لئے کافی ہے۔ان کے بعد کسی کے طعن کی طرف توجہ دینے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ (کشف الاسرار:۷۳۰)

اس عظیم دعوے کے بعد پھر انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ ان مدعی موصوف کے بعد تقریباً اصول فقہ کے تمام مصنفین اور شارحین حضرات اس حدیث کو صحیح بخاری کی طرف ہی منسوب کرتے رہے۔کسی نے بھی یہ مناسب نہیں سمجھا کہ وہ اس حدیث کی تحقیق تو کر لیتا۔مثلاً: اصول الشاشی:۸۳،مطبوعہ دہلی،۱۳۱۰، میں مُحَشِّی نے حاشیہ نمبر۳ میں اس حدیث کے لئے اپنا مصدر کَشْفُ الْاَسْرَارِ ہی لکھا ہے۔شارح اصول شاشی نے فُصُوْلُ الْحَوَاشِیْ ص:۲۸۸ مطبوعہ دہلی:۱۳۳۳ میں وہی عبارت ہی نقل کی ہے جو کَشْفُ الْاَسْرَارِ میں لکھی ہے۔اَلتَّوْضِیْحُ وَالتَّلْوِیْحُ ص:۹/ج۲ میں بھی یہی بات اسی طرح لکھی ہے۔اس سے ہمارے فقہاء ومحشی حضرات کے ذوق حدیث کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث کی تصحیح میں اور اس کے انتخاب میں ان کی درایت اور معیار کیسا ہوتا ہے؟ سوچئے! کہاں امام بخاریؒ جیسا محتاط محدث وفقیہ اور کہاں یہ تحقیق انیق؟

بعض علماء حدیث نے اس پر تجربہ کیا اور حدیث کو قرآن کریم کے سامنے پیش کیا تو لکھا: ہم نے اس موضوع حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے اس کا مخالف پایا۔وہ اس طرح کہ کتاب اللہ میں ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ اور جو تمہیں اللہ کا رسول دے اسے لےلو اور جس سے روکے اس سے باز آ جاؤ۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ..﴾ اگر تم اللہ سے محبت کا دعوی کرتے ہو تو صرف میری پیروی کرو۔۔

مگر یہ حدیث ان آیات کے مخالف ہے اور تینوں آیات اس حدیث کو رد کرتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا حدیث، مجتہدین کے اختلاف کا سبب بنی؟

☆......حدیث کی تخفیف کے لئے یہ بھی عجیب وغریب سا مفروضہ گھڑا گیا کہ مجتہدین کے اجتہادات، استنباطات اور ان کے مختلف فقہی مسالک کی وجہ بھی حدیثِ رسول ہی ہے اس لئے کہ جب بھی کوئی حدیث ان کی نظر سے گذری تو ہر فقیہ نے اس حدیث کی روایت اور متن پر اپنا علمی محاکمہ پیش کیا اور پھر جو رائے دی وہ اختلاف بن گئی۔ یہ سارا نزلہ حدیث رسول پر ہی گرا ہے۔ کیوں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن وحدیث رسول میں اختلاف سے گریز کا درس بارہا دیا گیا ہے اور اپنے اختلاف کی صورت میں مرجع بھی ان دونوں کو بتایا گیا ہے اور یہ اہل ایمان کا منہج ہے۔ کیا قرآن کریم کی فقہی واصولی تعبیر میں فقہاء کرام کا اختلاف نہیں؟ دین اسلام نے محمود رائے کو اس وقت پسند کیا ہے جب قرآن وحدیث اس مسئلے کے بارے میں خاموش ہوں ورنہ اس رائے کا تکلف بھی دین برداشت نہیں کرتا۔ اپنی تقصیر کا ملبہ دین متین پر گرانا دانش مندی نہیں۔ ہوسکتا ہے اس مفروضے کے بعد مسالک کا وجود، ان میں باہمی تعصب اور فقہ یا اصول فقہ میں درج اختلاف بھی حدیث کو ہی ملزم بنا دے۔۔ ایک مسئلے پر اگر ایک ہی امام مجتہد کے دو یا تین اقوال ہوں۔ یا استاذ وشاگرد میں ہر ایک مخصوص مسائل کے لئے نامزد ہو۔ نیز امام کے تلامذہ کا بھی اپنے شیخ سے اختلاف ہو تو اس میں حدیث رسول کا کیا قصور؟

☆......ہم حیران ہیں کہ یہ کیسا نظریہ ہے جو حدیث رسول کو اپنے میلانات ورغبات اور رجحانات کے تابع کر رہا ہے مگر حدیث رسول کے تابع خود نہیں ہو رہا۔ اور اپنی اصلاح کرنے کی بجائے حدیث کو متہم کر رہا ہے۔ کیا ائمہ محدثین نے ان احادیث کو مسلک دشمنی میں جمع کیا اور لکھا ہے؟ یا حدیث سے گریز کی خاطر مسالک کی ایجاد ہوئی ہے؟ کیا مجتہدین کے مابین اختلاف کا فلسفہ اپنی فقہی برتری ثابت کرنے کے لئے تو نہیں گھڑا گیا؟ کیونکہ جب چاروں ائمہ کرام کو برحق مانا اور اپنے ہی امام کی رائے کو دیگر ائمہ کرام کی رائے پر برتری کی ڈگری دے دی تو اختلاف کی سبیل تو نکلے گی؟ پھر قصور کس کا؟ حدیث کا یا جمود کا؟ کیا یہ سوچ دوسرے کو جرأت نہیں دلائے گی کہ قرآن کے بارے میں بھی وہ یہ کہہ اٹھے کہ امت مسلمہ کے اختلاف اور بطور خاص علماء وفقہاء کے مابین اختلاف کا بڑا سبب اللہ کا کلام ہے۔ جو جواب اس کا ہے وہی حدیث کی طرف سے بھی ہے۔

☆......اجماع امت ایک اہم مصدر ہونے کی حیثیت سے اسی فقہی اختلاف کی وجہ سے اپنی قدر کھو بیٹھا۔ اجماع کی تعریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو بڑی جامع تھی اسے بھی مسالک نے شرف قبولیت نہ بخشا۔ بلکہ ہر مسلک میں ہر دور کی متعدد مختلف فقہی آراء میں حسب منشأ ومختار رائے کو اجماع کا نام دے دیا گیا۔ جبکہ کتب اصول فقہ میں درج اجماع کی تعریف اس کا انکار کرتی ہے۔ کیا یہ مصادر شریعہ سے دانستہ احتلاف ہے یا تجاہل عارفانہ سے اپنے علم وفضل کی سکہ بندی کا کام لیا جارہا ہے؟۔

☆......اصول حدیث کے چند اہم ابواب مثلاً مختلف الحدیث، ناسخ ومنسوخ فی الحدیث وغیرہ اس گھڑت کوسختی سے رد کرتے ہیں کہ حدیث، مجتہدین کے اختلاف کا سبب بنی۔ اس کے برعکس ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مجتہدین کرام نے نہ یہ چاہا کہ ان کی رائے نعوذ باللہ حدیث رسول سے مختلف ہو اور نہ ہی انہوں نے اپنی رائے کو حدیث رسول کے مقابلے میں کوئی اہمیت دی۔ یہ سب متاخر غالی مزاج لوگوں کی اختراعات ہیں جنہوں نے اپنے ذہنی رجحانات کے تحفظ کے لئے ایسے فسانے گھڑے اور افرادِ امت کے دماغوں پر مسلط ہونے کے لئے اس تھیا کریسی کو فروغ دیا جس کے المیے میں آج امت مسلمہ گرفتار ہے۔

☆......علماء حدیث نے بڑے کڑے ضابطوں اور اصولوں سے صحیح حدیث کو ضعیف وموضوع ومنکر احادیث سے ممتاز کیا جس کی تائید اہل علم نے بھی کی۔ لیکن ہر مسلک نے اگر بعد میں یہی طے کرلیا ہو کہ بہر صورت اپنے ہی ہر استنباط واجتہاد کو ترجیح دینا ہے تو وہاں صحیح حدیث یا حسن حدیث کیا کرے؟ اس کی تو قدر وقیمت ہی نہ رہی۔ جب کہ مجتہدین کرام کی طرف منسوب بیشتر اقوال وآراء مسئلہ تخریج کا نتیجہ ہیں نہ کہ ان ائمہ مجتہدین کے اپنے اقوال، یہی وجہ ہے کہ ان میں بیشتر منسوب شدہ اقوال بلاسند بھی ہیں۔ بے چاری حدیث اب کس کس کا مقابلہ کرے اور کسے صفائی دیتی پھرے کہ میں ان ائمہ کرام کے اختلاف سے بری ہوں۔ محدثین کرام نے یہ اصول وضابطے کسی مسلک کی مخالفت میں نہیں بلکہ حدیث رسول کو ضعف اور وضع سے بچانے اور امت کو صحیح حدیث فراہم کرنے کے لئے بنائے تھے۔ تاکہ قلب وذہن کی صفائی ہو اور علمی دلیل کے ساتھ انہیں قبول کیا جائے اور بلاسند یا بلاتحقیق حدیث یا قول کو قبول نہ کیا جائے۔ یہ ضابطے درج ذیل تھے۔

☆......استنباطی یا اجتہادی اختلاف کو ختم کرنے کے لئے ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ کی آیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے تاکہ امت، شخصیات میں پڑنے کی بجائے براہ راست اسوۂ رسول سے مستفید ہونے کی خوگر بنے اور یہ بھی اس کے ذہن میں پیوست ہوجائے کہ اختلاف انسانوں میں ہوتا ہے اللہ اور اس کے رسول کے قول میں نہیں ہوتا۔

☆......صحیح حدیث اگر ہو تو کسی ضعیف یا مرسل حدیث کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کے مابین کوئی موافقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوئی سبیل نکل سکتی ہے۔حل یہی ہے کہ ضعیف کو چھوڑ دیا جائے اور صحیح کو قبول کر لیا جائے۔

☆......ضعیف احادیث کو اپنے استنباط کا مرکز ومحور بنانا فقاہت نہیں اور نہ ہی ایسی فقہ استنباط یا اجتہاد نام پا سکتی ہے۔اسی طرح ضعیف وصحیح حدیث کے مابین اختلاف کو ظاہر کرنا بھی فہم صحیح نہیں اور نہ ہی کوئی علمی اصول۔اس میں کوئی اور غرض نظر آتی ہے۔

☆......یہ سنت خلفاء راشدین ہی تھی کہ حدیثی معرفت حاصل ہوتے ہی وہ اپنے استنباط یا اجتہاد کو ترک کر دیا کرتے تا کہ حدیث مورد اختلاف نہ بن پائے۔

☆......مجتہدین اور ان کے شاگردوں کا باہمی اختلاف خواہ کتنا ہی ہو وہ بھی حدیث کی صحت یا اس کے فہم وعمل پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

☆......ان اصولوں کا فائدہ یہ ہوا کہ ہر محدث،فقیہ اور مجتہد حدیث سے استفادے کے وقت انہی اصولوں کا پابند ہوگیا اور اس کی ذاتی رائے ذاتی رائے ہی رہی مگر وہ حدیث رسول کو یا اس کی صحت کو متأثر نہ کر سکی۔

☆......فقہاء کرام کے اختلاف کا بنیادی سبب حدیث ہے؟ ہمیں ڈر ہے کہ یہ جملہ کہیں افراد امت کو حدیث رسول سے بدگمان نہ کر دے۔نتیجۃً قرآن کریم ہی رائے زنی کا مشق ستم بنے۔آیئے ائمہ فقہاء کی اپنی آراء اور حدیث رسول سے ان کی محبت وعقیدت کو ہم خود پڑھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس دعوے میں کتنی سچائی ہے:

......امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول:

كُلٌّ يُرَدُّ إِلَّا صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ۔ ہر ایک کی بات رد کی جا سکتی ہے سوائے اس قبر والے کی۔

......امام محترم سیدنا ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول:

إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ۔ جب حدیث صحیح ہو تو میرا بھی وہی مذہب ہے۔

......امام محترم سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول:

اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ میری بات کو خبر رسول کے مقابلے میں ترک کردو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجتہدین کرام کے اقوال بالا، حدیث کی اہمیت اور اس کی مزاج شناسی کی دلیل ہیں کہ وہ اپنی رائے یا استنباط کو حدیث کی موجودگی میں ذرہ برابر اہمیت نہیں دے رہے۔ اسی لئے کتب فقہ میں ائمہ مجتہدین اور ان کے شاگردوں میں اختلاف رائے خاصا نمایاں کیا گیا تاکہ بعد کی نسلیں اس اختلاف کو علمی اختلاف سمجھیں اور مسلکی دوڑ میں نہ پڑیں۔ اور اس کی گنجائش رکھتے ہوئے تعصب سے دور رہیں۔ یہ اقوال بطور نمونہ از خروارے ہیں ورنہ ان ائمہ کرام کی ایمانی کیفیت اور حدیث رسول سے ان کی عقیدت کو کہیں بھی چیلنج کرنا ان کی توہین ہے اور ضعیف ایمان کی علامت ہے۔

خلفاء اور ائمہ ہدیٰ کا قرآن وسنت کی صحت کے بارے میں نظریہ بڑا ٹھوس تھا۔ ان کی نظر اپنے اختلاف پر تھی۔ قرآن وسنت میں وہ اختلاف کو تلاش نہیں کرتے پھرتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا ہی از خود غلط ہے: **حدیث مجتہدین کے اختلاف کا سبب بنی ہے!!!۔**

ہم سمجھتے ہیں کہ صحیح حدیث کی موجودگی میں صالح مومن کا اختلاف ہونا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اس میں صحت کی تمام شروط موجود ہیں۔ جب کہ اس سے مختلف قول، فتوی یا اجتہاد ایسی صحت کی شرائط نہیں رکھتا۔ پھر اگر اختلاف ہو تو اس میں حدیث رسول کا کیا قصور؟ کیونکہ اختلاف اب حدیث رسول میں نہیں بلکہ کسی کے فہم یا ذاتی سوچ میں ہوسکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے الفاظ جامع اور واضح ہوا کرتے تھے۔ آپ عرب تھے، فصیح تھے اور مبین قرآن تھے۔ آپ ﷺ کے کسی پیغام میں کوئی الجھن یا گنجلک نہیں۔ مجتہدین حضرات کے تو ایک ہی مسئلے میں کئی اقوال ہیں جو ان کا ذاتی علم وفہم ہے۔ پھر حدیث کیسے اختلاف کا سبب بن گئی؟

☆...... کتب فقہ کو پڑھ کر محسوس یہی ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے اپنے تلامذہ بھی اپنے امام محترم کو معصوم نہیں گردانتے تھے۔ اور ان کی تقلید کے ہرگز قائل نہ تھے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اختلاف ہر اس شخص سے ہوسکتا ہے جو اپنی دینی فکر وفہم کی آزادی کو قرآن وسنت کے دائرہ میں نہیں رکھتا۔ یہی وہ اصل بات ہے جس سے ہٹا کر حدیث کو ہی مورد الزام بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ائمہ مجتہدین اور ان کے ارشد تلامذہ کے مابین اختلاف ہی باور کرا رہا ہے کہ ائمہ مجتہدین تمام تر احترام کے باوجود اپنا محدود علم رکھتے تھے۔ کسی مسئلہ میں ان کے دو دو یا تین تین اقوال ان کے علم کی بدلتی حالت کا اشارہ دیتے ہیں۔ یا یہ بھی امکان ہے کہ صحیح صورتحال ان سے وقتی طور پر اوجھل ہوگئی جو بعد میں ان کے شاگردوں کو صحیح حدیث کے مل جانے کے بعد حل ہوگئی۔ جسے اب اختلاف کا نام نہ دیا جائے۔ اپنی بلا دلیل اغراض کے لئے ایسی باتیں ان ائمہ محترم کا پھر بھی کچھ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بگاڑتیں ۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں دنیا میں جو مقام بلند ملنا تھا وہ مل گیا آخرت میں بھی ہمیں امید کامل ہے کہ وہ اپنی پرخلوص دینی کاوشوں کے سبب مقام رفیع کے مستحق ہوں گے ۔مگر کیا ہماری ان سے یہ غالی عقیدت ہمارے کام آسکے گی؟ یہ لمحہ فکریہ ہے جو ہمارے لئے ہے۔

صحیح احادیث سے اختلاف کے چند نمونے

......نکاح کی تعریف لغت، فقہاء، محدثین اور مفسرین کے ہاں متعین ہے ۔احادیث رسول میں اسے عبادت کا درجہ دیا گیا ہے ۔مگر فقہ میں اسے مثل بیع کہا گیا اور صحیح حدیث ایک طرف ہوگئی ۔نتیجہ جو نکلا اسے ہم اپنے رسم ورواج اور خرافات کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں ۔

......ایک ہی مجلس میں مطلقہ ثلاثہ کے بارے میں حدیث ابورکانہ (صحیح مسلم) میں فقہ نے تاویلات کا باب جب کھولا تو نکاح حلالہ کا جواز نکل آیا ۔جس نے عورت ذات کی شرم وحیا کو تار تار کردیا مگر لعنت والی صحیح حدیث کا اعتبار نہ کیا گیا۔

......تراویح یا قیام اللیل کی تعداد کتنی ہو؟ اس بارے میں ائمہ فقہاء خود مختلف ہیں ۔مگر صحیح حدیث بالکل واضح ہے اور جس کی راویہ جنابہ سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں ۔اسے کس نے اقوال کی نذر کیا؟

......رفع یدین، آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام پر مروی صحیح احادیث کی تاویلات کس نے کیں اور اصول کس نے بنائے؟ بتایئے! قصور حدیث کا ہے یا ایسے اصول، تاویلات واقوال کا جن سے صحیح حدیث پر عمل ناممکن ہو جائے ۔

......اقتداء، اتباع اور اطاعت جیسی قرآنی اور حدیثی مصطلحات پر اکتفاء کرنے کی بجائے لفظ تقلید کو متأخر فقہاء نے جزودین وایمان بنادیا ۔جبکہ اول الذکر اصطلاحات ایک مومن کے لئے منتخب کی گئیں جن میں اس کی عزت نفس، احترام انسانیت اور خودداری کو سربلند کیا گیا تھا ۔ان کی بجائے مؤخر الذکر کو اختیار کر کے اس کی مقام انسانیت کو کچلا گیا اور اسے جانور کی سطح پر لایا گیا ۔یہ کس کا قصور تھا؟

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نیا دور اور مختلف علوم سے دل چسپی

☆......تیسری صدی ہجری میں معتزلہ کا جبر ان علماء حق سے فلسفہ اعتزال نہ منوا سکا جنھوں نے کتاب وسنت پر استقامت اختیار کی اور ان میں یونانی فلسفہ کی آمد کا امکان ختم کر دیا۔ یہ فلسفہ اپنے دونوں علوم (عقلیہ ونقلیہ) کے مصادر اور مبادیات سمیت کتاب وسنت سے متصادم تھا۔ جس نے اہل علم میں منافرت پیدا کر دی۔ مزید دونوں علوم کے اثرات بھی ماننے والوں پر نمایاں تھے جس نے علانیہ تعصبات پیدا کر دیے۔

☆......چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہوتے ہی علم حدیث، ضعف کا شکار ہوتا گیا۔ اس کی ایک وجہ منطق وفلسفے کی سرکاری سرپرستی تھی۔ عہد مامون میں یونانی فلسفہ مترجم ہو کر مسلم علماء میں منتشر ہو گیا۔ جس کے بنیادی مضامین وموضوعات الٰہیات (Theology) تھے۔ جو دراصل اہل یونان کا علم الأصنام تھا اور مفروضات اور تخیلات کا طلسم بھی۔ اس طرح فلسفیانہ زبان اور علمی اصطلاحات علماء، طلبہ حتی کہ کتب سنت وفقہ میں عام ہو گئیں۔ ان تراجم نے مسلمانوں کو بقول امام الجوینی (م:۴۷۸ھ) ہفوہ (lapse) زلل (Oversight) اور خطل (Prattle) کے سوا کچھ نہیں دیا۔ وہ فرماتے ہیں:

> وَلَوْ قُلْتُ:إِنَّهُ مُطَالَبٌ بِمَغَبَّاتِ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَاتِ،فِي الْمَوْقِفِ الْأَهْوَلِ فِي الْعَرَصَاتِ، لَمْ أَكُنْ مُجَازِفًا۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس ترجمہ سے بہت سے انتہائی اہم ایشوز پر ضلالت اور بدعات کے نتائج مرتب ہوئے ہیں تو میں غلط نہیں ہوں گا۔ (الغیاثی از ابن الجوینی:۱۹۳)

علوم سنت سے عجم دل چسپی کی دوسری اہم وجہ باب اجتہاد بند ہونے کی صدا اور تقلید شخصی کی گرفت تھی۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس انحطاط کی ابتداء رواۃ کے نویں طبقہ کے زمانے کو قرار دیا ہے۔ یاد رہے نویں طبقے کا آخری راوی ابو محمد الفضل بن محمد بن المسیب الشعرانی (م:۳۸۲ھ) ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ:۲/۶۲۷) امام خطابیؒ اپنے دور کے اہل علم کو دو گروہوں میں تقسیم پاتے ہیں۔ معالم السنن (۱/۵، ۱۰) میں وہ لکھتے ہیں:

اصحاب حدیث واثر اور اہل فقہ ونظر۔ دونوں اخوان متہاجر ہیں۔ پہلا طبقہ روایات کو ہدف بنا کے تمام طرق جمع کرتا ہے اور غریب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وشاذ حدیث کی طلب میں رہتا ہے خواہ ان میں اکثر موضوع ومقلوب ہی کیوں نہ ہوں۔ انہیں نہ متونِ حدیث کا خیال ہے نہ معانی حدیث کا۔ رہا دوسرا طبقہ تو ان کی اکثریت شاذ ہی کی دلدادہ ہے۔ صحیح وسقیم میں تمیز کرنا تو بڑے دور کی بات ہے۔ اصول فقہ کے معانی کو ادھر ادھر سے اکٹھا کر کے اسے علل کہتے ہیں۔ دوران اختلاف انہی علل کا استعمال ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ مزید برآں شیطان نے بھی انہیں علم عقلی کا پہاڑ اور حقیقی علم سے مالا مال ہونے کا دھوکا دے رکھا ہے۔

بہرحال بقول امام خطابیؒ۔۔علم کلام سے علماء کی دل چسپی نے رفتہ رفتہ طلاب علم کو اپنی طرف کھینچا کہ سبھی اس کے گرویدہ ہوگئے۔ چوتھی صدی ہجری کے نقاد حدیث امام دار قطنی رحمہ اللہ (م:۳۸۵ھ) ہیں۔ لکھتے ہیں:

مَا فِی الدُّنْیَا شَیْءٌ اَبْغَضُ اِلَیَّ مِنْ عِلْمِ الْکَلَامِ۔ دنیا میں علم الکلام سے بڑھ کر مجھے کوئی علم مبغوض نہیں ملتا۔

اور امام دار قطنیؒ کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ یَدْخُلِ الرَّجُلُ اَبَدًا فِی عِلْمِ الْکَلَامِ، وَلَا الْجِدَالِ، وَلَا خَاضَ فِی ذٰلِكَ، بَلْ کَانَ سَلَفِیًّا۔ وہ کبھی علم الکلام کے موضوع میں حصہ لیتے اور نہ ہی جھگڑتے اور نہ ہی کبھی اس میں دل چسپی ظاہر کی بلکہ وہ تو سلفی تھے۔

★......مگر چوتھی صدی ہجری میں یہ فلسفہ علوم عقلیہ کی صورت میں اپنا اصل چہرہ سامنے لایا۔ جس کے معتزلی اثرات بتدریج علوم حدیث پر مرتب ہونے لگے۔ اس لئے اعتزالی شبہات کو سمجھا جا سکا اور نہ اعتزالی اثرات کو سنت سے پرے رکھا جا سکا۔ اور ہر صدی اپنے اندر علوم سنت میں اس کے گہرے اثرات کی گواہی دیتی گئی۔ جو آپ ﷺ کے اس ارشاد کی مصداق تھی:

مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یَظْهَرَ الْجَهْلُ وَیَقِلَّ الْعِلْمُ۔ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ جہالت عام ہو جائے گی اور علم کم ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

امام ذہبی رحمہ اللہ کا تجزیہ......ان عصور کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

فَلَقَدْ تَفَانَی اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ، وَتَلَاشَوْا، وَتَبَدَّلَ النَّاسُ بِطَلَبَةٍ یَهْزَأُ بِهِمْ اَعْدَاءُ الْحَدِیْثِ وَالسُّنَّةِ وَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ وَصَارَ عُلَمَاءُ الْعَصْرِ۔۔فِی الْغَالِبِ۔۔عَاکِفِیْنَ عَلَی التَّقْلِیْدِ فِی الْفُرُوْعِ، مِنْ غَیْرِ تَحْرِیْرٍ لَهَا، وَمُکِبِّیْنَ عَلَی عَقْلِیَّاتٍ مِنْ حِکْمَةِ الْاَوَائِلِ وَآرَاءِ الْمُتَکَلِّمِیْنَ، مِنْ غَیْرِ اَنْ یَتَعَقَّلُوْا اَکْثَرَهَا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَعَمَّ الْبَلَاءُ، وَاسْتَحْكَمَتِ الْأَهْوَاءُ، وَلَاحَتْ مَبَادِئُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَقَبْضِهِ مِنَ النَّاسِ (تذکرۃ الحفاظ:۵۳۰)

اصحاب حدیث ختم ہوگئے اور ناپید بھی۔ اور لوگ ایسے طلبہ بن گئے جن کا حدیث وسنت کے اعداء مذاق اڑاتے اور ان پر پھبتیاں کستے ہیں۔ علماء عصر کی اکثریت فروع میں تقلید کے دام میں ہی پھنس گئی۔ اس فلسفے کی بیشتر باتیں خواہ سمجھ سے بالا ہوں مگر علماء، سابق حکماء کے فلسفے میں مستغرق اور متکلمین کی عقلیات میں فنا ہیں۔ اس طرح خواہشات مستحکم ہوگئیں۔ علم کے اٹھ جانے اور علماء کے ختم ہونے کی مبادیات شروع ہوگئیں۔

☆......معتزلہ خود یونانی فلسفہ کی باقیات تھے انہوں نے عقل کی طاقت کو غیر محدود سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات جیسے اہم مسائل کو چھیڑا اور شریعت کو دانستہ خاصا نقصان پہنچایا۔ عالم اسلام پر ایک قہر بن کر یہ ٹوٹ پڑے اور مسلمانوں کے دینی شعور وجذبات کو انہوں نے کمزور کرنے کی کوشش کی۔ نتیجۃً ایک نیا کھڑا ہوا جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم تھا۔ یہ باطنی لوگ تھے جنہوں نے دینی الفاظ واصطلاحات کے متعین مفاہیم کو بدلنے یا انہیں مشکوک بنانے کی تحریک چلائی۔ یہ فلسفہ گھڑا کہ قرآن کریم اور حدیث رسول کے ہر لفظ کا ایک ظاہری معنی ہوتا ہے اور ایک حقیقی وباطنی۔ اسی طرح قرآن کریم اور حدیث نبوی کے کچھ ظاہری حقائق ہیں اور کچھ باطنی۔ ظاہری مفہوم ایک چھلکا ہیں اور باطنی مفہوم ایک مغز۔ جاہل لوگ ظاہری مفہوم کی طرف مائل ہوتے ہیں اور عقلمند اس کے باطنی وحقیقی مفہوم کی طرف۔ اس لئے عوام جو دین سمجھتے ہیں وہ دراصل اس کی ظاہری بیڑیوں اور شریعت کی پابندی میں جکڑنا ہے جب کہ اس سے مراد کچھ اور چیزیں ہیں جن کا علم صاحب اسرار لوگوں کو ہوتا ہے۔ بلند سطح پر جب انسان پہنچتا ہے تو پھر یہ صاحب اسرار شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

☆......اس فلسفے کو پیش کرنے کے بعد نبوت ورسالت، شریعت، ملائکہ، معاد، جنت وجہنم، شریعت، فرض، واجب، حلال وحرام، صلاۃ وصیام اور حج جیسی اصطلاحات کے معانی بدل دیے اور من مانی تشریح شروع کردی۔ اس طرح بتدریج شریعت کو معطل قرار دے دیا۔ یا طریقت کو اس کے لئے لازمی قرار دیا۔ بلکہ شریعتِ محمدی کے نسخ کے داعی بھی بن گئے۔ حقائق وظواہر کا یہ فلسفہ قدرے تصوف میں بھی آ گیا جس نے نتیجۃً اشاری تفسیر اور سری عارفانہ کلام کو جنم دیا۔ سلسلہ ہائے ذکر چل نکلے۔ دین کی یہی تفسیر وتعبیر مختلف اقوال اور اعمال کی شکل لئے بتدریج امت میں پھیل گئیں۔ دینی سیادت ہی نہیں بلکہ نئی نبوت کے دروازے بھی کھل گئے۔ اس فتنہ نے پورے دین کو مشکوک ومجروح بنا دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے جاری دین کے معنوی تواتر اور توارث کا انکار ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......ایسا کیوں ہوا؟ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ شریعت نے جن الفاظ کا مفہوم متعین کیا اور رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان سے ان کی تشریح اور اپنے عمل سے ان کی تعیین کی۔ امت جب تک اس سے وابستہ رہی اس میں کوئی شگاف نہ ڈال سکا۔ کیونکہ الفاظ ومعانی کا یہ رشتہ امت کی پوری زندگی اور اسلام کے فکری وعملی نظام کی بنیاد ہے۔ قرآن وسنت سے یہ جڑا ہوا بھی ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے اور ان اصطلاحات کے متعین مفاہیم ومعانی نہ رہیں تو پھر کئی چور دروازے کھل بھی سکتے ہیں اور اس کی مضبوط بنیادوں میں دراڑیں بھی پڑ سکتی ہیں۔ انکارِ حدیث دراصل اسی نظریے کی ایک صدائے بازگشت ہے ایک جدید لہر ہے جس میں منکرین نے بھی اللہ ورسول، اطاعت واتباع، صلاۃ وصیام، حج وقربانی، نبوت ورسالت، جنت وجہنم، ملائکہ وشیطان کے مفاہیم کو بدلا اور بگاڑا ہے اور کئی ذہنوں کو قائل کر کے ان کا داعی بھی بنا دیا ہے۔ یہ سب باطنیت کی باقیات اور شاخیں ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی قرآن وحدیث سے عدم دل چسپی کا سبق دیا ہے۔

☆......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اس ضعف کی وجوہات پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک بڑا سبب یہ لکھا ہے: چوتھی صدی ہجری سے قبل تک تقلید یا اسماء مذاہب متعارف نہیں تھے۔ یہی وہ صدی ہے جس میں مذہبی تعصب نے اپنا رنگ دکھایا اور افراد ومشائخ فقہی مذاہب کی طرف اپنی نسبت کر کے فخر محسوس کرنے لگے نتیجۃً اپنی اپنی فقہ کی ترویج وتدریس پر زیادہ توجہ ہوتی گئی اور اصل سرچشمے سے بتدریج دوری ہوتی گئی۔ ابن بطہ العکبری (م: ۳۸۷ھ) اپنے دور کی دو مجالس حدیثیہ کا ذکر یوں کرتے ہیں: ہم ابوبکر عبداللہ بن محمد نیشاپوری (م: ۳۲۴ھ) کی مجلس میں ان کی زیادات سننے جب حاضر ہوتے تو وہاں تیس ہزار کے قریب صرف دواتوں کے ہونے کا اندازہ لگاتے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ابوبکر احمد بن سلیمان النجاد (م: ۳۴۸ھ) کی مجلس میں ہم حاضر ہوئے تو ان کی مجلس میں دس ہزار دواتوں کا اندازہ ہم نے لگایا۔ لوگوں کو اس انحطاط پر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے: صرف اتنی مدت میں دو تہائی لوگ کم ہو گئے ہیں!!!۔ (المنتظم از ابن الجوزی: ۲۸۷/۶)

☆......دور مت جائیے بلکہ ہمارے مختلف مسلکی مدارس میں حدیث رسول جس ذوق سے پڑھائی جاتی ہے؟ مدارس کے طلبہ اسے بخوبی جانتے ہیں۔ تقریباً ہر مدرسہ میں درس نظامی کا کورس آٹھ سال کا ہے۔ جن میں سات سال مسلسل اپنی فقہ کو بڑی محنت، باریک بینی اور انتہائی تفصیل کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے اور اپنے ومخالف کے دلائل سے اچھی طرح آگاہ کرنے کے بعد اپنے مسلکی دلائل ازبر کرا دئے جاتے ہیں اور تضعیف حدیث کی کوشش نہ صرف تدریس میں بلکہ تحریروں میں بھی کی جاتی ہے۔ مگر آخری سال دورہ حدیث کے نام سے صحاح ستہ کی تقریباً بارہ ضخیم جلدیں پڑھا دی جاتی ہیں۔ کیا واقعی حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اتنی آسان اور تشریح وتفصیل کے قابل نہیں ہے؟

☆......اس ابھرتے ضعف نے علماء حدیث کو شدت سے یہ خیال دلایا کہ علوم حدیث اور اس کی مصطلحات پر جامع اور منفرد کتب لکھی جائیں تاکہ اسلاف کی کوششیں اور ان کا نکتۂ نظر محو نہ ہونے پائے۔ الحمد للہ اس علم کی حفاظت کا یہ کام بھی مکمل ہوا اور اس علم میں ضعف پیدا کرنے کی کوشش ناکام ہوئیں کیونکہ اہل علم نے سابقہ علوم کو محفوظ کر دیا تھا اور اس کی تخفیف یا تنقیص کرنے والوں پر وہ حجت قائم کر چکے تھے۔

چوتھا مرحلہ: جدید انداز تصنیف

یہ چوتھی صدی ہجری کے بعد سے لے کر ہمارے دور تک کا ہے۔ اس دور کی تصنیفات میں جدید نکھار یہ آیا کہ امہات کتب سے احادیث کا موضوعاتی، روایتی، رحلاتی، اور متنی انتخاب ہونا شروع ہو گیا۔ مثلاً: احادیث احکام کو ایک مجموعہ میں جمع کیا گیا ہے جیسے طہارہ، نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج سے متعلق مسائل پر مبنی روایات کو اکٹھا کر کے کتب لکھی گئیں۔ احادیث عقائد وایمانیات پر بھی علماء حدیث نے ایمان وتوحید پر مستقل کتب لکھیں۔ معاجم وار بعینات ومشیخات میں جمع شدہ مواد نے رحلہ، مقام اور روایت از مشایخ تعداد سمیت بتائے۔ کتب فہارس نے رحلات علمیہ میں اسناد عالی کے حصول کے شوق کو نمایاں کیا۔ نیز امہات کتب سے منتخب احادیث پر مبنی نئے طرز کے مجموعے تیار کیے گئے تاکہ تمام ذخیرہ کتب پڑھنے کی بجائے اسی مجموعہ سے ابتداء مطالعہ وتدریس کر لی جائے جو بہت پسند کیے گئے۔ ان میں امام نوویؒ کی رِیَاضُ الصَّالِحِینَ، عبدالسلام بن تیمیہ کی مُنْتَقَى الْاَخْبَار جس کی شرح نَیْلُ الْاَوْطَار ہے، السِّلفی کی اَلْاَرْبَعُوْنَ الْبُلْدَانِیَّه، ابن الاثیر کی جامع الاصول، امام بغوی کی مَصَابِیحُ السُّنَّةِ اور ولی الدین خطیب کی مِشْکٰوۃِ الْمَصَابِیحِ، ابن حجرؒ کی بُلُوْغُ الْمَرَامِ، المقدسی کی عُمْدَةُ الْاَحْکَامِ وغیرہ کتابیں ہیں جن میں اخلاق، آداب، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، معاملات، بیوع اور حدود وغیرہ کی ابحاث آ جاتی ہیں۔ ان کتب کی شروح بھی موجود ہیں جن میں مسائل کو سمجھایا گیا ہے اور صحیح وضعیف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

☆......اس دور کے محدثین نے مصطلحات اور کتب رجال کی تصنیفات کو ایک نیا رخ دیا۔ امام خطیب بغدادی (۳۹۲،۴۶۳ھ) کی بہت ہی مشہور کتاب تاریخ بغداد ہے جو بغداد میں رہنے والے علماء یا اس میں آنے والے علماء وفقہاء کی تاریخ ہے۔ ابن ماکولاؒ (۴۲۲،۴۷۵ھ) نے اسماء وکنی کی تصحیح وتشکیل پر اپنی کتاب الاکمال پیش کی۔ امام ابو الحجاج المزیؒ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷۴۲،۶۵۴ھ) نے رواۃ کے حالات زندگی پر ایک مفصل کتاب لکھی جس کا نام تَھذِیبُ الْکَمَال رکھا جو پینتیس جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ امام ذہبیؒ (۷۴۸،۶۷۳ھ) رجالِ حدیث کے گل سر سبد، جن کی نقد کو ایک معتدل تجزیہ تسلیم کیا گیا ہے۔ ان کی کتب تاریخ اسلام، مِیزَانُ الْاِعْتِدَال، تَذْکِرَۃُ الْحُفَّاظِ، اَلْکَاشِفُ، تَھذِیبُ التَّھذِیبِ وغیرہ رجال حدیث پر ہیں۔ امام العراقیؒ (۸۰۶،۷۲۵ھ) نے آٹھویں صدی ہجری کے علماء کے بارے میں ایک معجم لکھی جو رجال حدیث پر بڑی معتدل نقد ہے۔ نیز تخریجاتِ حدیث پر بھی ان کی نقد خاصے کی چیز ہے۔ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲،۷۷۳ھ) حدیث اور رجالِ حدیث کے معروف محدث ہیں۔ ان کی بے شمار کتب میں تَھذِیبُ التَّھذِیبِ، تَقْرِیبُ التَّھذِیبِ، لِسَانُ الْمِیزَانِ، تَعْجِیلُ الْمُنْفَعَه، اَلدُّرَرُ الْکَامِنَه ہیں۔ فتح المغیث میں امام سخاوی نے امام ابن حجرؒ کے نام کے بعد آخیر میں یہ لکھا ہے:

> وَطَوَی الْبِسَاطُ بَعْدَهُ اِلَّالِمَنْ شَاءَ اللّٰهُ خَتَمَ اللّٰهُ لَنَا بِخَیْرٍ۔ اس طرح یہ بساط لپٹ گئی سوائے اس کے جسے اللہ باقی رکھنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔

امام نوویؒ، ابن العربی، قاضی عیاض، ابن قرقول، امام سیوطی نے بطور شارح حدیث، ابن عساکر، ابن کثیر اور ابوالحجاج المزی نے بطور مؤرخ، امام دارقطنی وامام ذہبی نے بطور ناقدِ حدیث، ایسی خدمات پیش کی ہیں جن سے موضوع حدیث ہر اعتبار سے خوب نکھر گیا۔ گو ان حضرات کی یہ کتب سابقہ تحقیقات کے لئے ضمیمہ یا زوائد کی حیثیت رکھتی ہیں مگر بلاشبہ خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔

☆...... ہمارے دور میں بھی بحمد للہ کئی اہم کام ایسے ہوئے ہیں جو شاید پچھلی صدیوں میں نہیں ہو سکے۔ شروحاتِ حدیث، رجالِ حدیث اور تخریجِ حدیث پر قابل قدر کام ہوا ہے۔ جس میں نواب صدیق حسن خان آف بھوپال کی کتب حدیث وشروح، میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں عبدالرحمٰن مبارکپوری، شمس الحق ڈیانوی کی شروحات سنن، نیز ہمارے شیخ محترم ومحدث زمان ناصر الدین البانیؒ یا ان کے تلامذہ کی خدماتِ حدیثیہ سب پر عیاں ہیں۔ ان علماء نے عام وخاص کی تحریروں اور تقریروں میں جو ضعیف وموضوع احادیث گردش کرتی تھیں ان کی تخریج کر کے تصفیہ وتزکیہ کر ڈالا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف وموضوع احادیث کا الگ الگ انسائیکلوپیڈیا تیار کیا جسے سلسلۂ احادیث ضعیفہ وموضوعہ کا نام دیا جو سات سے زیادہ جلدوں میں اب تک شائع ہو چکا ہے اسی طرح احادیث صحیحہ پر مشتمل ان کا انسائیکلوپیڈیا سلسلۂ احادیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیحہ کے نام سے گیارہ جلدوں میں چھپ چکا ہے۔نیز انہوں نے سنن اربعہ کی ہر کتاب کو دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کر کے صحیح سنن اور ضعیف سنن کے نام سے شائع کر دیا۔یہ اتنا عظیم اور عمدہ کام ہے جس کی ہر دور میں عام و خاص کو ضرورت رہی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ کام اس صدی میں امام محترم سے کروا ڈالا۔سچ تو یہ ہے کہ امت کو صحیح احادیث پر اکتفاء کرنے کا اور ضعیف احادیث سے اجتناب کرنے کا مشورہ و پیغام شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان کتب میں دیا ہے تاکہ مسلمان کی فکر اور عمل کا تصفیہ و تزکیہ ہو اور یک جہتی پیدا ہو۔

مزید اللہ تعالیٰ نے بڑے شر (انٹرنیٹ) سے بہت بڑی خیر کو بھی نکال دیا اور اس سے استفادہ کی آسان صورت ہر ایک کے لئے نکال دی۔حدیث و علوم حدیث پر تقریباً تمام کتب بلکہ نئی کتب کی ویب سائٹس، علماء حدیث کے مقالات اور علم حدیث کے بعض مشکل ترین مقامات کی وضاحت پر مشتمل ان کی آڈیو اور ویڈیو بھی دستیاب ہیں۔ان بے شمار ویب سائٹس کے کئی فورمز ہیں جو حدیث سے متعلق کسی بھی دشواری کا حل پیش کر دیتے ہیں۔حدیث کے طالب علم کے لئے اس تمام ذخیرہ سے بلاواسطہ مستفید ہونا اب بہت آسان ہو گیا ہے۔ذیل میں چند مفید ویب سائٹس کا پتہ لکھا گیا ہے جن سے بخوبی مستفید ہوا جاسکتا ہے۔,www.Daleelsultan.org۔ almaktabatul waqfiyyah , Dorar.com

☆☆☆☆☆

قِيْلَ لِسُفْيَانَ: مَنِ النَّاسُ؟ قَالَ: اَلْعُلَمَاءُ، قِيْلَ: فَمَنِ السِّفْلَةُ؟ قَالَ، اَلظَّلَمَةُ. قِيْلَ، فَمَنِ الْغَوْغَاءُ؟

قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْحَدِيْثَ يَأْكُلُوْنَ بِهِ النَّاسَ. قِيْلَ: فَمَنِ الْمُلُوْكُ؟ قَالَ: اَلزُّهَّادُ.

امام سفیان رحمہ اللہ سے عرض کی گئی: لوگوں میں مرد کون ہیں؟ فرمایا: علماء۔ پھر کم ظرف کون ہیں؟ فرمایا: ظالم و جابر قسم کے لوگ۔ عرض کی گئی ان میں بھیڑ بکریاں کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو احادیث رسول کو لکھتے ہیں اور ان کے ذریعے لوگوں کو کھاتے ہیں۔

پوچھا گیا: تو بادشاہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: بادشاہت سے لاپرواہ زاہد قسم کے لوگ۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفِ آخر

☆......حدیث یا سنت رسول کی اتباع کو لوگ یہ الزام دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ پرستش ہے۔ اور ساتھ ہی سوال کر دیتے ہیں کہ کیا ایسا کرنا درست ہے؟ ہمارے نزدیک یہ شخصیت پرستی نہیں بلکہ آپ ﷺ کو رسول اللہ کی حیثیت دینے کے بعد آپ ﷺ کی یہ اتباع واطاعت ہے جس کا حکم قرآن کریم نے چالیس سے زائد مقامات میں دیا گیا ہے۔ شخصیت پرستی تو یہ ہے کہ غیر نبی خواہ وہ کوئی ہو یا دانشور، عالم ومجتہد ہو یا امام وقت، اس کا کہا سنا آنکھیں بند کر کے یا بغیر سوچے سمجھے قبول کر لیا جائے۔ جسے بہ زبان قرآن ارباب سازی کہتے ہیں۔ ایسے دانشور و بزرگ یا اکابر اللہ تعالی کی طرف سے مأمور نہیں ہوتے بلکہ خود بہ زور وجبر بن جاتے یا بنا دئے جاتے ہیں۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرتا ہے نہ آپ ﷺ کو خدائی کا مقام دیتا ہے۔ بلکہ وہ قرآنی حکم کے مطابق آپ ﷺ کو آخری رسول مان کر بحیثیت رسول آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کرتا ہے۔

☆......زمانہ حال میں ہر جدید ذہن، اسلام کی تعبیر اپنے علم وفہم اور رجحان کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔ جس میں ایک مفہوم اسلام یہ ہے کہ بس قرآن ہی کو سمجھا جائے اور جدید سائنسی ترقی کے حوالے سے اس کی تعبیر بتائی جائے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن وسنت کی نصوص اٹل اور ناقابل تغیر ہیں اور ان کے مفاہیم بھی۔ کیونکہ اجتہاد و نئے تقاضوں کی آڑ میں سابقہ الہامی کتب میں تحریف وتبدیلی موقع پرستوں کی وجہ سے ہوئی۔ نئے رجحانات وخیالات تو کفار کے پاس بھی ہیں کیا انہیں تسلیم کر کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ان کے حوالے کر دیں؟ اور جو وہ کہیں اسے اجتہاد کا نام دیں؟ کیا ہم اتنے گئے گذرے ہیں کہ ان اہم مصادر کو محفوظ نہ کر سکیں؟ ماڈرن ازم نے مرعوبیت کی جو بنیاد رکھی ہے اس سے بڑے بڑے بہک گئے ہیں۔ بدعملی اور بے دینی زمانہ وحالات کے مطابق دینداری سمجھی جا رہی ہے۔ خرافات وبدعات کو سیاسی ضرورت سمجھ لیا گیا ہے۔ جدت پسندی کے لئے انکار حدیث بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ پھر رسول محترم سے ہمارا تعلق کیسا؟ ایسے لوگ مسلمانوں کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں نہ صف کفار میں۔ کیا یہ چھپا ارتداد تو نہیں؟

☆......تجدد وانکار کی ریت سے اسلام اپنے اولین دور میں نمٹ چکا ہے۔ ترقی نہ تو معتزلہ کی طرح عقلِ کل کے دعوے سے ہوئی اور نہ ہی باطنیت کی تحریف دین سے۔ عجیب بات ہے کہ متجددین کو حدیث جب اپنے مزاج وطبیعت، عادات واخلاق، رہن سہن کے مطابق نظر نہ آئی تو اپنا مزاج دوسروں کو بخشنے لگے۔ سرکاری عنایات ہر ایک کو میسر کہاں؟ ہمیں تو عرب کے گنوار

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جاہل، ایسے متجددین سے زیادہ خوش قسمت، جری اور دور اندیش نظر آئے جنہوں نے اپنی پسماندگی کا علاج رسول اُمی ﷺ کی اتباع میں تلاش کرلیا جس سے دنیا کی ہر ترقی ان کے قدموں میں آ گری، مگر ہمارا پڑھا لکھا زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ماڈرن شخص، کوا بن کر ہنس کی چال چل رہا ہے جسے آپ ﷺ کا یہ ارشاد یاد رکھنا چاہئے:

خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ، وَفِقْهٌ فِی الدِّیْنِ۔ دو عادتیں منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں: اچھی روش اور دینی سمجھ۔

اور یہی طے شدہ بات ہے۔ اگر اصلاح کی خواہش واقعی ہمارے اندر ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول پر غور کرنا چاہئے:

لَنْ یُصْلِحَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهِ أَوَّلُهَا۔ اَلزُّهْدُ وَالْیَقِیْنُ۔ اس امت کے آخری لوگ بالکل درست نہیں ہو سکتے مگر ان چیزوں کے ساتھ جن سے اس امت کے پہلے لوگ درست ہوئے تھے: اور وہ دو چیزیں ہیں: زہد اور یقین

☆...... بدلتے تعلیمی رجحانات نے آئی ٹی اور سائنسی مضامین یا سود و لوٹ مار سے آلودہ تعلیمی نظام کا ایک طوفان کھڑا کیا ہوا ہے جو در پردہ ہماری سوشل ویلیوز کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے۔ ظاہر ہے سوشل سائنسز کے مضامین اگر بے قیمت ہو جائیں تو کسی بھی معاشرے کا سوشل سٹرکچر تباہ کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ ماڈرن لوگ جدید علوم و ترقی کے نام سے آج ہر ایک کو ٹیکنالوجی سیکھنے کا درس دیتے ہیں تا کہ خاندان و معاشرہ کی چولیں ہل جائیں۔ ساتھ ہی وہ Progressive اسلام کی بات کرتے ہیں اور مغربی روایات اور ان کے کلچر کے قصیدے پڑھتے ہیں۔ آخر یہ کون سی خوبی ہے کہ ایک تہذیب سے نکلے اور دوسرے کی گود میں جا بیٹھے؟ بہتر تو یہ تھا کہ ایسے لوگ نئی عادات، اخلاق اور کردار کا احیاء کرتے اور اسے اپنانے کی تگ و دو ہوتی۔ پھر نقالی بھی وہاں سے شروع کی جہاں وہ دو سو سال قبل تھے۔ کیوں نہ آج کی تہذیب و کلچر کو اپنانے کا اعلان ہو۔ اس نقالی میں احتیاط یہ بھی برتنا ہوگی کہ کیا کہیں آقا اسے تسلیم بھی کرے گا اور ہمیں بھی اجازت دے گا کہ ہم کالے پن سے نکل کر گورے پن میں آ جائیں؟

☆...... بذریعہ سیمینارز اور (Major media outlets) میں کھلے عام اسلام میں اصلاحات کا مطالبہ کرنا اس طبقہ کا وظیفہ ہے۔ اسلامی ویلیوز کی (Progressive) من مانی تعبیر و ترمیم بھی یہ طبقہ چاہتا ہے۔ ان کا تکیہ کلام (Catch phrase) یہ ہے کہ ہم (humane islam, gender friendly islam, Islam 2.0", progressive islam) چاہتے ہیں۔ یہ ماڈرنسٹ (self -Proclaimed "Islam experts) نئے کھیل بھی کھیلتے ہیں۔ میڈیا پر خوب شور مچاتے ہیں اور اہل اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو عجیب وغریب انداز سے پریشان کرتے ہیں جسے وہ (sensible and moderate voice) کا نام دیتے ہیں یوں سٹیٹ سے اپنی ہمدردی ظاہر کر کے زیادہ سے زیادہ فنڈز لیتے ہیں۔

☆......سبھی جانتے ہیں کہ انسان کی ترقی اسی صورت ممکن ہے جب اس میں انسانی خصائص آ جائیں جن میں حسن اخلاق، ایمانداری، عاجزی، حق پرستی ہو اور جھوٹ، دھوکہ دہی، بددیانتی اور ظلم وغیرہ سے نفرت ہو۔ رسول اسلام اسی تعلیم کا ہی درس دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے نیک نیتی اور کھلے دل سے تاریکیوں میں ڈوبے یورپ کو علم کی روشنی مہیا کی۔ ان کے معاشرے کو اخلاقی دیوالیہ پن سے نکالنے کا انہوں نے سوچا تھا۔ مگر مسلمانوں کو دیس نکالا دے کر آخر انہیں کیا ملا؟ اگر آج کی عیار وچالاک چکاچوند روشنی کا نام ترقی ہے تو ایسی ترقی سابقہ اقوام کو بھی نصیب تھی۔ پھر ان کا کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْيًا﴾ (مریم:۷۴) ان سے پہلے ہم نے کتنے زمانوں کو ہلاک کر ڈالا جو ساز وسامان اور ظاہری ترقی کے لحاظ سے کیا خوب تھے۔

قرآن کریم تو ایسی ترقی کو باعث عبرت بنا کر ہمیں آگاہ کرتا ہے۔ یاد رکھئے تہذیبی وثقافتی ترقی میں بنیادی کردار سوچ اور فکر کا ہوتا ہے۔ کیا ترقی کے لئے ہر وقتی دھارا ہی معیار ہوتا ہے؟ یہ تو ہوائے نفس کی پوجا ہے۔ جس تہذیب نے Gays Marraige, Lesbian, Old Homes, Love child, Pork, wine, اور اونچے طبقے کے لوگوں کے (group Orgies Sex) "اور سیون سٹار ہوٹلز اور قہوہ خانوں میں جوان لڑکیوں کے دودھ کی سوغات چائے کے لطف کے لئے رکھی ہوئی ہوں۔ کیا ایسی تہذیب کو ہم ترقی یافتہ تہذیب کہیں؟ کیا اسے حیوانیت کہا جائے یا انسانیت؟۔ مظلوم عورت کے نام سے فحاشی، اباحیت، بے حیائی، ناچ گانے اور شراب وکباب عام ہوں۔ کیا جسم پر ہلکے اور کم تر کپڑے پہنوا کر اپنے بزنس کو چمکانا، عورت کی بلیک میلنگ نہیں تو اور کیا ہے؟

☆......جدید ذہن آج اسی مشکل میں گرفتار ہے کہ کیا حدیث رسول قابل اعتماد چیز ہے یا نہیں؟ کتنے علماء ہیں جنہوں نے سنجیدگی سے اس کو معتمد ذریعہ ثابت کیا ہو۔ معدودے چند کے اکثریت تو حدیث کے علم سے بے خبر ہے۔ فرار یا وقتی لہر کی نذر خود کو کرنا عقلمندی نہیں۔ سوچئے! یہ آخر کیسا ایمان ہے کہ ماڈرن بننے کے شوق میں رسول محترم کی سیرت کو اختیار کرنے سے آدمی کترائے۔ کیا آپ ﷺ کے مقابل کوئی رول ماڈل ہے؟ اس فرار کا صرف یہی نقصان ہے کہ مسلمان میں بے عمل اور بدعمل ہو جائے اور دوسرا یہ کہ قرآنی تنبیہات کے باوجود آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑ بیٹھا۔ دونوں راہیں بالآخر نقصان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ہیں۔ دنیا میں دین گیا اور بے عملی کی وجہ آخرت میں ملنے والی خیر بھی گئی۔

☆...... بہرحال ان تمام خلاف اسلام کوششوں کے باوجود اسلام کا چراغ بجھا ہے نہ بجھایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ نور اسلام نے دنیا بھر میں پھیلنا ہے۔ ہمارا مثبت دینی قدم یقیناً ہمارا مستقبل روشن بنائے گا۔ وہ اس طرح کہ قرآن وسنت کا صحیح علم حاصل کر کے اس پر عمل کا پختہ ارادہ کر لیں۔ اپنے گھر سے اس کا آغاز کریں اور ہر ماں اپنے بچے کو مسلم ہیروز کی سیرت وفتوحات سے آگاہ کرنے کے علاوہ اس کے سینے میں اسلام، قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی محبت وتعلیم کو گاڑ دے۔ انشاء اللہ ہمارے اس لگاؤ اور ایمان سے اسلام نہ صرف پھلے پھولے اور پھیلے گا بلکہ مسلمانوں کو خالد بن الولید، صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، سلطان محمد الفاتح، محمود غزنوی اور ٹیپو سلطان جیسے مخلص مسلمان مجاہد وقائد بھی میسر آجائیں گے اور میر جعفر جیسے غداروں سے نجات مل جائے گی۔

☆☆☆☆☆

عرب کا دانش ور

داہیۃ العرب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول محترم سے ایک ایسی بات سمجھ لی جوان کے اسلام لانے کا سبب بن گئی۔

انہوں نے جب مسلمان ہونے کا ارادہ کیا تو قریش نے انہیں روکنے کیلئے ٹیبل ٹاک کے ماہر ایک نوجوان کو ان کے پاس بھیجا۔ جب گفتگو شروع ہوئی تو عمرو بن العاص نے اس سے پوچھا:

بتاؤ! زیادہ ہدایت والے ہم ہیں یا فارس وروم والے؟ اس نے کہا: ہم زیادہ ہدایت والے ہیں۔ پھر کہا:

وہ زیادہ عیش میں ہیں یا ہم؟ اس نے کہا: وہ زیادہ عیش اور مزے میں ہیں۔

عمرو نے کہا: محمد ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے کہ ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے یہ دنیا۔ کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ جو اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ ہدایت والا ہوگا وہی اس کے انعامات کا مستحق ہوگا۔

جس سے معلوم یہ بھی ہوا کہ دنیا اصل انعامات کی جگہ نہیں انعامات کے لئے دوسرا گھر ہے۔

وہ نوجوان لاجواب ہوا اور عمرو بن عاص مسلمان ہوگئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصادر کتاب

۱۔ الاحکام فی اصول الأحکام۔ از امام ابن حزم رحمہ اللہ۔

۲۔ الإرشاد از خلیلی

۳۔ اعلام الموقعین از ابن القیم الجوزیہ

۴۔ الإلماع از قاضی عیاض بن موسیٰ

۵۔ الباعث الحثیث از ابن کثیر

۶۔ البیان لتفسیر آی القرآن از امام ابن تیمیہ

۷۔ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی

۸۔ التاریخ الکبیر از امام بخاری

۹۔ تاریخ دعوت وعزیمت از ابوالحسن ندوی

۱۰۔ تاریخ دمشق از ابن عساکر

۱۱۔ تأویل مختلف الحدیث از ابن قتیبہ

۱۲۔ تاریخ التشریع الإسلامی از خضری

۱۳۔ تدریب الراوی از امام سیوطی

۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ از امام ذہبی

۱۵۔ تقریب التہذیب از امام ابن حجر عسقلانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ تفسیر فتح البیان از امام رازی

۱۷۔ تقیید المھمل از ابوعلی الغسانی

۱۸۔ التقیید والایضاح از زین الدین العراقی

۱۹۔ تقیید العلم از خطیب بغدادی

۲۰۔ تھذیب التھذیب از امام ابن حجر عسقلانی

۲۱۔ تھذیب الکمال از ابوالحجاج المزی

۲۲۔ توجیہ النظر از طاہر الجزائری

۲۳۔ جامع بیان العلم وفضلہ از ابن عبدالبر

۲۴۔ الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع از خطیب بغدادی

۲۵۔ خطبات مدراس از سلیمان ندوی

۲۶۔ حجۃ اللہ البالغۃ از ولی اللہ دہلوی

۲۷۔ دیوان حسان

۲۸۔ الزھد از ابن المبارک

۲۹۔ سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی

۳۰۔ سیر أعلام النبلاء از امام ذہبی

۳۱۔ السنن الأربعۃ

۳۲۔ السنن از امام بیہقی

۳۳۔ السنن از امام دارمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۴۔ الشرح والإبانۃ از ابن بطہ

۳۵۔ شرح علل الترمذی از ابن رجب

۳۶۔ شرح القسطلانی

۳۷۔ شرف أصحاب الحدیث از خطیب بغدادی

۳۸۔ صحیح البخاری

۳۹۔ صحیح مسلم

۴۰۔ صحیح ابن خزیمۃ

۴۲۔ صحیح ابن حبان

۴۳۔ صید الخاطر از ابن الجوزی

۴۴۔ صحائف الصحابۃ از احمد عبدالرحمٰن صویان

۴۵۔ طبقات الشافعیہ از قاضی ابن شہبۃ

۴۶۔ الطبقات الکبری از ابن سعد

۴۷۔ عقد الجواہر از جمال الدین القاسمی

۴۸۔ العلل ومعرفۃ الرجال از امام احمد بن حنبل

۴۹۔ الفائق از زمخشری

۵۰۔ الفتح الربانی از احمد بن عبدالرحمٰن الساعاتی

۵۱۔ فتح الباری از امام ابن حجر عسقلانی

۵۲۔ فتنہ پرویزیت از عبدالرحمٰن کیلانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳۔ قواعد التحدیث از جمال الدین القاسمی

۵۴۔ المستصفی از امام غزالی

۵۵۔ مفتاح الجنۃ از امام سیوطی

۵۶۔ الموقظۃ از امام ذہبی

۵۷۔ مسند احمد از امام احمد بن حنبل

۵۸۔ مرقاۃ المفاتیح از ملا علی القاری

۵۹۔ مقاییس اللغۃ از ابن فارس

۶۰۔ موطا از امام مالک

۶۱۔ مجموعۃ الفتاوی از امام ابن تیمیہ

۶۲۔ معالم السنن از حمد بن سلیمان خطابی

۶۳۔ مقدمہ ابن الصلاح از ابن الصلاح

۶۴۔ المدخل از امام بیہقی

۶۵۔ معرفۃ علوم الحدیث از امام حاکم

۶۶۔ مقالات سلیمان از سید سلیمان ندوی

۶۷۔ المستدرک از امام حاکم

۶۸۔ میزان الاعتدال از امام ذہبی

۶۹۔ مقدمہ صحیح مسلم از امام مسلم

۷۰۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی از ابن خلاد رامہرمزی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الہدیٰ ایک نظر میں

الھدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان، قرآن وسنت کی تعلیم اور خدمت خلق کے کاموں میں 1994ء سے کوشاں ہے۔ الحمدللہ آج نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں اس کی شاخیں اسی مقصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ فاؤنڈیشن کے تحت درج ذیل شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔

شعبۂ تعلیم وتربیت: اس شعبہ کے تحت قرآن وسنت کی تعلیم اور طالبات کی تربیت وکردار سازی کے لیے مختلف دورانیے کے درج ذیل کورسز کروائے جاتے ہیں:

- **تعلیم القرآن:** مکمل قرآن مجید کا لفظی ترجمہ وتفسیر، تجوید، حدیث وسیرت النبی ﷺ اور فقہ العبادات پر مشتمل کورسز ہیں۔
- **ناظرہ وتجوید اور تحفیظ القرآن:** قرآن مجید کو درست پڑھنے اور حفظ کے کورسز ہیں۔
- **تعلیم الحدیث:** صحیح بخاری، ریاض الصالحین کے منتخب ابواب اور علوم الحدیث پر مبنی ہیں۔
- **روشنی کا سفر:** یہ کورس کم پڑھی لکھی لڑکیوں کے لیے اسلامی تعلیمات پر مشتمل کورس ہے۔
- **روشنی کی کرن:** ناخواندہ خواتین ولڑکیوں کی تعلیم وتربیت کورس ہے۔
- **ریالٹی بچ:** انگریزی زبان میں ہفتہ وار تعلیمی پروگرام ہے۔
- **منارالاسلام:** بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے ہفتہ وار پروگرام اور ناظرہ قرآن کی تعلیم کے لیے مفتاح القرآن پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔
- **فہم القرآن:** رمضان المبارک میں روزانہ ایک پارہ کے ترجمہ اور فہم پر مبنی پروگرام ہے۔
- **سمر کورسز:** گرمیوں کی چھٹیوں میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر عمر کی خواتین، لڑکیوں اور بچوں کے لیے مختصر دورانیے کے کورسز پڑھائے جاتے ہیں۔
- الہدیٰ کیمپس اور برانچز میں تدریس کے علاوہ گھر بیٹھے بذریعہ خط وکتابت اور آن لائن تعلیم حاصل کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبۂ نشرو اشاعت: قرآن وسنت کی تعلیم کو عامۃ الناس تک پہنچانے کے لیے الھدیٰ پبلی کیشنز کے تحت مختلف موضوعات پر کتب، کارڈز، کتابچے اور پمفلٹس چھپوائے جاتے ہیں اور ان کا مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔

• قرآن مجید کی قراءت، ترجمہ وتفسیر، حدیث وسیرت النبی ﷺ، مسنون دعاؤں اور روزمرہ زندگی کے مسائل سے متعلق رہنمائی پر مبنی آڈیو کیسٹس (Audio)، سی ڈیز (c.d) اور وی سی ڈیز (v.c.d) تیار کی جاتی ہیں۔ اسی طرح ریڈیو، ٹی وی اور کیبل چینلز پر چلانے کے لیے بھی پروگرام تیار کیے جاتے ہیں۔

• تحریری اور صوتی مواد مندرجہ ذیل ویب سائٹس: www.farhathashmi.com
www.alhudapk.com سے بلا معاوضہ ڈاؤن لوڈ کر کے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

شعبۂ خدمتِ خلق: کے تحت متعدد معاشرتی خدمات سرانجام دی جا رہی ہیں۔ مثلاً

- ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے تعلیمی وظائف
- کچی بستیوں میں تعلیمی اور رفاہی کام
- روزگار کی فراہمی ٹھیلے اور سلائی مشینیں مہیا کر کے
- بیوہ اور نادار خواتین کے لیے ماہانہ وظائف
- میرج بیورو بلا معاوضہ سہولت
- دینی وسماجی رہنمائی
- کفن کی دستیابی
- خاتون کی میت کو غسل دینے کا بندوبست
- رمضان المبارک میں راشن کی فراہمی
- عیدالاضحیٰ کے موقع پر اجتماعی قربانی
- کنوؤں کی کھدائی کے ذریعے خشک علاقہ جات میں پانی کی فراہمی
- فری میڈیکل کیمپوں کا قیام
- مستحق افراد کے لیے ماہانہ راشن اور کپڑوں کی تقسیم
- قدرتی آفات کے موقع پر ممکنہ ضروری امداد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الھدیٰ پبلی کیشنز کی مطبوعات

کتب

- قرآن مجید (اردو لفظی ترجمہ)
- منتخب آیات قرآنیہ
- منتخب سورتیں
- منتخب سورتیں اور آیات
- تعلیم القرآن القراءة والکتابة
- قرآن کریم اور اس کے چند مباحث
- حدیث رسولؐ ایک تعارف ایک تجزیہ
- حفاظت حدیث کیوں اور کیسے؟
- قال رسول اللہ ﷺ
- رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا
- صدقہ وخیرات
- حسن اخلاق
- فتنوں کے دور میں کیا کرنا چاہیے؟
- محمد رسولؐ اللہ معمولات اور معاملات
- عربی گرامر
- اسلامی عقائد
- فقہ اسلامی ایک تعارف ایک تجزیہ
- میرا جینا میرا مرنا
- آخری سفر کی تیاری
- بیوگی کا سفر
- ابوبکر صدیقؓ
- والدین ہماری جنت
- حصول علم اور خواتین

پمفلٹس

- نماز باجماعت کا طریقہ
- نماز فجر کے لیے کیسے بیدار ہوں؟
- جمعہ کا دن مبارک دن
- نماز استسقاء
- درود وسلام ۔۔۔ الصلاۃ علی النبی ﷺ
- غسل میت اور کفن پہنانا
- اظہار محبت کیسے؟
- ان حالات میں کیا کریں؟

دعائیں

- قرآنی اور مسنون دعائیں
- وایاک نستعین
- نبی اکرمؐ کے صبح وشام کے اوراد
- نماز کے بعد کے مسنون اذکار
- نماز تہجد کے لیے دعائے استفتاح
- حصول علم کی دعائیں
- فہم قرآن میں مددگار دعائیں
- آیات شفا
- مقبول دعائیں
- سفر کی دعائیں
- دعائے استخارہ
- صالح اولاد کے لیے دعائیں
- نظر بد اور تکلیف کی دعائیں
- سوتے میں وحشت کی دعائیں
- دشمن کے شر سے حفاظت کی دعائیں
- میت کی بخشش کی دعاء

اسلامی مہینے

- محرم الحرام
- صفر کا مہینہ اور بدشگونی
- رجب اور شب معراج
- شعبان المعظم
- روزے کے احکام
- رمضان المبارک مسنون دعائیں
- رمضان المبارک اور خواتین
- عیدالفطر
- حج بیت اللہ
- رہبر حج
- زادراہ
- لبیک عمرہ
- عشرہ ذوالحجہ، عیدالاضحیٰ اور قربانی
- تکبیرات
- عید کارڈز

پوسٹرز

- نماز فجر کے لیے کیسے بیدار ہوں؟

جائزہ لسٹ

- صلوۃ ٹائم
- نبی کریمؐ کے لیل ونہار کی روشنی میں
- رسول اللہ ﷺ سے میرا تعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنیئے اور سنوایئے

عبادات

- نماز فرض ہے۔
- نماز کیا سکھاتی ہے؟
- نماز میں خشوع کیسے؟
- نماز تہجد قرب الٰہی کا ذریعہ
- آیئے نماز سیکھیے

اللہ میرا رب

- آیۃ الکرسی
- اللہ تیرا شکر
- اللہ کے محبوب بندے
- اللہ ہی کے ہو کر رہو
- اللہ کا رنگ بہترین رنگ
- اللہ کی قدر پہچانو
- انسان اللہ کا محتاج
- شکر گزاری کے طریقے
- دوڑو اپنے رب کی طرف

باہمی تعلقات

- صلہ رحمی
- السلام علیکم
- حقوق العباد
- رشتوں کو جوڑیے
- عدل، احسان، صلہ رحمی
- مسلمان کیسا ہوتا ہے؟
- خوشگوار باہمی تعلقات
- دوستی

پردہ

- لباس وحجاب
- پردہ کیوں کریں؟

اخلاقی خوبیاں

- اچھی نیت اچھا پھل
- اجنبی لوگ
- دل کی باتیں
- جب حیا نہ رہے
- نیکی کیا ہے؟
- نرم مزاجی
- صبر بہت ضروری ہے
- سچے مومن
- سادگی میں آسانی
- توکل علی اللہ
- قوی مومن، کمزور مومن
- ارادے جن کے پختہ ہوں
- رحمان کے بندے

اخلاقی برائیاں

- غیبت، بدگمانی اور تجسس
- فضول باتیں کس کے لیے؟
- غصہ جانے دو
- حسد کی آگ
- حرص وہوس دین کے دشمن
- اتراؤ مت
- خود فریبی
- خود پسندی
- منافق کون؟
- مذاق نہ اڑاؤ
- شہرت کے طالب
- شراب اور جوا

انفاق فی سبیل اللہ

- صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا
- محبوب کے لیے محبوب چیز

- فائدہ مند تجارت

بچوں کی تربیت

- آگ سے بچاؤ خود کو اور گھر والوں کو
- مجھے جینے دو
- بچے کی پرورش پہلا قدم

دعوت وتبلیغ

- آؤ جھک جائیں
- اللہ کے مددگار
- اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں
- برائی کو روکو
- چنے ہوئے لوگ
- امتحان تو ہوگا
- انسان اللہ کی نظر میں
- اتحاد کیسے ممکن ہے؟
- اب بھی نہ جاگے تو

جادو اور جنات

- جادو حقیقت اور علاج
- آسیب، جادو نظر بد کا شرعی علاج
- شیطان کھلا دشمن
- شیطان کے ہتھکنڈے

مالی معاملات

- وراثت کی تقسیم فرض ہے
- سود حرام کیوں؟

آداب

- گفتگو کا سلیقہ
- مہمان نوازی
- سفر کیسے کریں؟
- دعوتیں اور تحفے

نوٹ: ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے یہ لیکچرز کیسٹس، سی ڈیز اور ویب سائٹ پر سنے جاسکتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہمارے ہادی وراہنما جناب رسالت مآب ﷺ جس طرح مکہ مکرمہ کی فضاؤں میں مخالفت کے طوفانوں سے آشنا ہوئے اوران کا نہایت پامردگی اور جوان مردی سے مقابلہ کیا۔ بعینہ حدیث رسول بھی اپنے حسن کردار سے مخالفین وبدخواہوں کا خاموشی سے سامنا کرتی رہی۔ پندرہ صدیوں سے اپنے خلاف کی گئی چومکھی مخالفت سے یہ علم بخوبی آشنا ہےاوراس کا سامنا انتہائی سچائی اور دلیری سے کررہی ہے۔ اسے یہ سہارا علماء حدیث نے نہیں بلکہ اللہ تعالی کی عظیم کتاب القرآن نے دیا۔ چولی دامن کا یہ ساتھ ان دونوں کے ایک ایک لفظ سے ٹپک رہا ہے۔ یہ واحد و یکتا علم ہے جو میدان علم و تحقیق میں چاروں طرف سے الزامات ومقدمات کا یکہ وتنہا مقابلہ بڑی جرات کے ساتھ کر رہا ہے۔

ضعیف وموضوع سہاروں پر جینے والوں اور جھوٹ سے اپنی عقیدت رکھنے والوں کو یہ علم غور وفکر کی دعوت دیتا ہےاوران کے علم وعمل کو صاف ستھرا اور نتھرا بنانے کی کوشش بھی کرتا ہے تا کہ ایمان بالرسالت اور حب نبی کے تقاضے صحیح رخ اختیار کرلیں اور تحریف دین میں مصروف اور اس سچے علم سے حقارت کرنے والے بھی ہدایت پاسکیں۔ اللہ تعالی ہی اس کا محافظ وپاسبان ہے۔ ماضی میں اس علم کے ایک ایک ذرے نے اپنی تابانی سے بے شمار چراغوں کو روشن کیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی یہ چراغ اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لئے روشن ہوتے رہیں گے۔

ISB 978-969-8665-44-9

04010006

الہدیٰ پبلی کیشنز
AL-HUDA PUBLICATIONS